# رسائلِ پیر جی

مرتب

## پیر جی سید مشتاق علی شاہ

ناشر

پیر جی کتب خانہ

محلہ گوبند گڑھ گلی نمبر 8 مکان نمبر C/36 کالج روڈ گوجرانوالہ

pasbanehaq

غیر مقلدیت پر بہترین 10 رسائل کا مجموعہ

# رسائل پیر جی

مرتب

پیر جی سید مشتاق علی شاہ

ناشر

پیر جی کتب خانہ ۸ گوبند گڑھ کالج روڈ گوجرانوالہ

فون:0333-8182910

جملہ حقوق بحق مصنف وناشر محفوظ ہیں


| | |
|---|---|
| نام کتاب | رسائل پیر جی |
| مرتب | سید مشتاق علی |
| صفحات | 432 |
| تعداد | 500 |
| تاریخ طبع اوّل | نومبر 2012ء |
| قیمت | 400 |

ملنے کے پتے:۔

| | |
|---|---|
| ۱) پیر جی کتب خانہ | ۸ گوبند گڑھ گوجرانوالہ |
| ۲) مکتبہ الفرقان | اردو بازار گوجرانوالہ |
| ۳) مکتبہ قاسمیہ | اردو بازار لاہور |
| ۴) کتب خانہ مجیدیہ | ملتان |
| ۵) مکتبہ رشیدیہ | نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی |
| ۶) کتب خانہ رشیدیہ | راجہ بازار راولپنڈی |
| ۷) مکتبہ رشیدیہ | سرکی روڈ کوئٹہ |

# فہرست مضامین



| | عنوان | نمبر شمار |
|---|---|---|
| | عرض مرتب | |
| | فتاوی عالمگیری پر اعتراضات کے جوابات | ۱ |
| | ہم اہل سنت والجماعت کیوں ہیں | ۲ |
| | دلائل احناف | ۳ |
| | بہشتی زیور پر اعتراضات کے جوابات | ۴ |
| | سرور العینین فی تکبیرات العیدین | ۵ |
| | ننگے سر نماز غیر مقلد علماء کی نظر میں | ۶ |
| | جرابوں پر مسح غیر مقلد علماء کی نظر میں | ۷ |
| | مسائل اربعہ غیر مقلد علماء کی نظر میں | ۸ |
| | بیس رکعات تراویح کا ثبوت | ۹ |
| | فرض نماز کے بعد دعا کا ثبوت | ۱۰ |
| | | |
| | | |
| | | |
| | | |
| | | |
| | | |

# عرض مرتب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں اس لانے والے اور اسلام کی نشرواشاعت کرنے والے مسلمانوں میں اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جو اہل سنت والجماعت حنفی مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ سلاطین بھی اکثر وبیشتر حنفی ہی تھے۔ اسی لئے کئی صدیوں تک یہاں پر اسلامی قانون کی حیثیت سے سرکاری طور پر فقہ حنفی نافذ رہی، جس کی وجہ سے قاضی اور مفتی بھی حنفی علماء میں سے ہی ہوتے رہے۔ فقہ حنفی کے مطابق ہی تمام احکامات جاری ہوتے، فقہائے احناف کی تعلیمات کی روشنی میں قرآن وسنت پر عمل کرنے میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں تھا۔ فقہاء کے فتاوی کے کئی مجموعے شائع ہوئے اور سب سے بڑا اور مشہور مجموعہ فتاوی عالمگیری کے نام سے مرتب ہوا۔ ہماری اس بات کی تائید غیر مقلدین کے چودھویں صدی کے مجدد حضرت مولانا سید نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی بھی فرماتے ہیں۔

نواب صاحب لکھتے ہیں:۔

''خلاصۂ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں اور اسی مذہب کے عالم اور فاضل، قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے ہیں۔''

(ترجمان وہابیہ صفحہ 10 مطبع محمدی لاہور)

نواب صاحب کی یہ بات سو فیصد درست ہے جو شخص بھی برصغیر کی تاریخ کا مطالعہ کرے

گا وہ اسی نتیجہ پر پہنچے گا۔

چنانچہ جب سے ہندوستان میں اسلام آیا اس وقت سے لے کر بارہویں صدی ہجری تک تقریباً سب لوگ ہی سنی حنفی عقیدہ اور نظریہ والے تھے۔ ان لوگوں نے قرآن وسنت کی اشاعت ہر موقعہ پر اور ہر طریقہ سے سرانجام دی۔ وعظ وتذکیر، درس وتدریس، تصنیف و تالیف، مدارس اسلامیہ کا قیام، خانقاہوں کا قیام، علماء نے اپنے شاگردوں کے ذریعہ اور صوفیاء نے اپنے خلفاء کے ذریعہ سے شہر شہر قریہ قریہ قرآن وسنت کا پیغام پورے ہندوستان میں پھیلایا اور اس کام کو سرانجام دینے میں بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کیا۔ ہر شخص نے اپنے اپنے زمانہ میں قرآن وسنت کی خدمات انجام دیں۔ یہاں تک کہ دسویں اور گیارہویں صدی میں شیخ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانی حنفی المتوفی ۱۰۳۴ھ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے خاندان نے دین اسلام کی سربلندی کے لئے بے پناہ خدمات سرانجام دیں۔

اسی طرح آپ کے معاصر شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی المتوفی ۱۰۵۲ھ نے علم حدیث کی ترویج میں بہت حصہ لیا، یہ دونوں خاندان حنفی تھے۔ بارہویں صدی کی مشہور شخصیت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے چاروں بیٹے بھی سنی حنفی تھے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ کے جانشین شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ہوئے اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین آپ کے نواسے اور شاگرد شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے۔ شاہ محمد اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ بھی پکے سنی حنفی تھے۔ جیسا کہ ان کی کتابوں مائۃ مسائل اور مسائل اربعین سے ظاہر ہے۔

شاہ اسحٰق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں کچھ لوگ ہندوستان میں ایسے بھی پیدا ہو گئے تھے جو آئمہ اربعہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات سے آزاد ہو کر اپنی تحقیق پر عمل کرنے لگے اور منسوخ اور مطروق روایات جو محدثین اور فقہاء نے تحقیق کر کے کسی نہ کسی علت کی وجہ سے چھوڑی تھیں ان پر احناف کی ضد

میں عمل کرنا شروع کر دیا اور اس کا نام عمل بالحدیث رکھا اور آئمہ اربعہ اور ان کے مسلک و مذہب میں کیڑے نکالنے لگے۔ خاص کر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور فقہ حنفی کے خلاف سب سے زیادہ زہر اُگلنا شروع کیا اور ایسی کتابیں شائع کیں جن کو پڑھ کر لوگ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور فقہ حنفی سے نفرت کرنے لگیں۔ جب ایسی صورتحال سنی حنفی علماء کے سامنے آئی تو انہوں نے بھی تحریر کا انداز بدلہ اور وہ مسائل جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ حدیث کے خلاف ہیں ان مسائل کو احادیث مبارکہ سے ثابت کیا اور مستقل طور پر حدیث کی ایسی کتابیں اور شروحات شائع ہونے لگیں جن میں ایسے لوگوں کے شبہات کو سامنے رکھ کر ان کا رد بھی ساتھ ساتھ ہونے لگا اور ساتھ ساتھ اس نئے فرقہ سے لوگوں کو آگاہ کرنے کے لئے بھی علماء نے کوششیں کیں اور اس دور کے جید علماء سے فتوے حاصل کئے۔ جن میں سے کچھ کے نام یہ ہیں۔

(۱) خود شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کے خلاف فتویٰ دیا جو فتوی علماء دہلی مع چھبیس (۲۶) مواہیر و بعض نشانی کے نام سے شائع ہوا۔

(۲) انتظام المساجد باخراج اہل الفتن والمفاسد

یہ فتویٰ لدھیانہ کے مشہور عالم دین اور مفتی محمد بن عبدالقادر لدھیانوی نے دیا تھا اور اسی خاندان نے سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر کا فتویٰ بھی دیا تھا۔

(۳) فتویٰ جامع الشواہد فی اخراج الوہابین عن المساجد

یہ فتویٰ مولانا مفتی وصی احمد سورتی نے دیا تھا

اس کے علاوہ غیر مقلدین نے جن مسائل کے بارے میں بہت زیادہ شور کر رکھا تھا اور بار بار سوال جواب ہو رہے تھے ان کے متعلق ایک کتاب مولانا محمد وجیہ کلکتوی صدر مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ، استاذ محترم مولانا احمد علی سہارنپوری نے نظام الاسلام کے نام سے شائع کی۔ اس میں ایسے پچیس مسائل کو سوال جواب کی شکل میں پیش کیا۔

شاہ اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ کے شاگردوں اور دیگر علماء اہل سنت نے اس فرقہ کے شبہات کے جوابات دیئے۔ اس فرقہ کا سب سے بڑا مغالطہ یہ ہے کہ فقہ حنفی قرآن وحدیث کے خلاف ہے اور دوسرا مغالطہ یہ ہے کہ حنفی جس امام کی تقلید کرتے ہیں وہ آدمی ٹھیک نہیں ہے۔ جب آدمی ہی ٹھیک نہیں تو ایسے شخص کی تقلید کرنے کا کیا فائدہ، پھر تقلید کرنی بھی حرام ہے۔ ان تینوں باتوں کو ثابت کرنے کے لئے اس فرقہ نے کئی کتابیں شائع کیں۔

دوسری طرف علماء اہل سنت والجماعت نے فقہ حنفی کے مسائل کو مدلّل اور بحوالہ طور پر شائع کرنا شروع کیا اور پہلی طرزِ تحریر کو ترک کرتے گئے۔

مولانا احمد علی سہارنپوری حنفی نے بخاری شریف، ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف کے حواشی تحریر فرمائے۔ مولانا عبدالغنی مجددی حنفی نے سنن ابن ماجہ کا حاشیہ لکھا۔ مولانا شیخ محمد تھانوی نے سنن نسائی کا حاشیہ تحریر فرمایا۔ مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی نے سنن نسائی اور موطا امام مالک کے حواشی لکھے۔ علامہ عبدالحی لکھنوی نے موطا امام محمد کا حاشیہ لکھا، مولانا وصی احمد سورتی نے طحاوی شریف کا حاشیہ لکھا، مولانا فخر الحسن گنگوہی نے ابوداؤد شریف کا حاشیہ لکھا۔ ان حواشی کے علاوہ علماء احناف نے کتب احادیث کی بڑی بڑی شروحات بھی لکھیں، مولانا رشید احمد محدث گنگوہی نے بخاری کی شرح لامع الدراری ترمذی کی شرح الکوکب الدری، علامہ انور شاہ کشمیری کی فیض الباری شرح صحیح بخاری العرف الشذی شرح جامع ترمذی، مولانا صدیق صاحب کی انوار المحمود شرح ابوداؤد، مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی بذل المجہود شرح ابوداؤد، مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی اوجز المسالک شرح موطا امام مالک، مولانا محمد حسن سنبھلی کی مسند امام اعظم کی شرح، علامہ محمد یوسف بنوری کی معارف السنن شرح ترمذی، مولانا محمد یوسف کاندھلوی کی امانی الاحبار شرح معانی الاثار، مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی التعلیق الصبیح شرح مشکوۃ المصابیح، مولانا اشفاق الرحمٰن

کاندھلوی کی اطیب الشذی شرح ترمذی وغیرہ ایسی کتابیں ہیں جو پوری دنیا میں شہرت رکھتی ہیں اور خدمات حدیث مین ان کا بہت بڑا مقام ہے۔عربی کے علاوہ اردو زبان میں بھی بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

حدیث کی ان شروحات میں ثابت کیا گیا ہے کہ فقہ حنفی کا کوئی بھی مفتیٰ بہ مسئلہ ایسا نہیں ہے جو قرآن وحدیث کے خلاف ہو۔ دوسرا طریقہ علماء اہل سنت نے یہ اختیار کیا کہ مستقل ایسی احادیث کے مجموعہ بھی تیار کرنے چاہیں، جن کو علماء احناف نے بنیاد بنا کر کسی مسئلہ کا استنباط کیا ہو۔

اس موضوع پر بھی کئی کتابیں لکھی گئیں مثلاً

(۱) آثار السنن تالیف علامہ ظہیر احسن شوق نیموی

(۲) اعلاء السنن ۲۲ جلدیں علامہ ظفر احمد عثمانی

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف اس فرقہ کی طرف سے الجرح علی ابی حنیفہ لکھی گئی، اس کے علاوہ بھی اور بہت سی کتابیں ایسی موجود ہیں جن میں امام ابوحنیفہ کے خلاف غلط قسم کی باتیں اس فرقہ کے علماء نے لکھی ہیں۔

جب اس قسم کی کتابیں ہندوستان میں شائع ہوئی تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دفاع میں علماء احناف نے بھی قلم اٹھایا اور امام صاحب کا احسن طریقہ سے دفاع کیا اور اس فرقہ کے شبہات کے جوابات دیئے۔

مولانا محمد احسن سنبھلی نے اجوبۃ اللطیفہ، مفتی مہدی حسن نے کشف الغمہ، مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ نے مقام ابی حنیفہ شائع فرمائیں۔ اسی طرح جب تقلید کو حرام اور مقلدین کو مشرک قرار دیا گیا تو علماء حق نے تقلید کے مسئلہ کو واضح کرنے کے لئے کتابیں شائع کیں اور تقلید جائز اور ناجائز حرام اور حلال کا فرق بتایا۔

ان تین بنیادی مسائل کے علاوہ بھی بہت سے مسائل پر دونوں طرف سے کتابیں لکھی گئیں اور لکھی جارہی ہیں جن میں سے بعض کتابوں کے نام ہم اس مضمون کے آخر میں دے رہے ہیں، مگر برصغیر کی تاریخ کا مطالعہ رکھنے والے حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ ہر مسئلہ میں پہل اس فرقہ کی طرف سے ہی ہوتی ہے، علماء اہل سنت دفاع کرتے ہیں۔

ہم نے بھی ایسے کئی مجموعہ مرتب کر کے شائع کئے ہیں جن میں علماء اہل سنت کے رسائل کو جمع کیا گیا ہے۔ مثلاً

(۱) امام ابوحنیفہ پر اعتراضات کے جوابات

اس میں چار رسالے جمع کئے گئے ہیں

(۲) فقہ حنفی پر اعتراضات کے جوابات

اس میں آٹھ رسالے جمع کئے گئے ہیں

(۳) رسائل پیر جی

اس مجموعہ میں احقر کے مختلف اوقات میں لکھے گئے دس رسائل جمع کئے گئے ہیں جو پہلی بار یکجا شائع ہو رہے ہیں، رسائل کی تفصیل کتاب کی پشت پر درج ہے۔

(۴) حقائق الفقہ بجواب حقیقت الفقہ

یہ کتاب بھی احقر نے علمائے اہل سنت کی مختلف کتابوں سے چن چن کر تیار کی ہے۔

(۵) آفتاب محمدی بجواب شمع محمدی

ہدایہ کے مسائل کو قرآن وحدیث کے خلاف ثابت کرنے کے لئے شمع محمدی لکھی گئی تھی۔ آفتاب محمدی اس کا جواب ہے اور شمع محمدی کے علاوہ اور بہت سی کتابیں جو اس موضوع پر لکھی گئی ہیں ان کا جواب بھی ساتھ ساتھ دیا گیا ہے۔ یہ کتاب بھی اکابر اہل سنت کی مختلف کتابوں سے استفادہ کر کے تیار کی ہے۔

## ضروری اعلان

احقر کا ایمان عقیدہ اور نظریہ یہ ہے کہ قرآن وسنت کے خلاف کسی کی بات قابل قبول نہیں ہے، اگر بالفرض کسی شخص کی کتاب میں یا ہماری کسی کتاب میں کوئی بات بظاہر ایسی نظر آئے جو قرآن یا سنت کے خلاف ہو تو ہم اس سے بری ہیں کیوں کہ وہ ہمارے عقیدے اور نظریہ کے خلاف ہے، اگر کتابت وغیرہ کی غلطی یا ویسے کوئی غلط بات نظر آئے تو احقر کو اطلاع کریں، انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں درست کردی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کی صحیح طریقہ سے اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

سید مشتاق علی شاہ

---

(ا) مسئلہ تقلید پر کتب

(ا) فتوی شاہ اسحاق محدث دہلوی حنفی (نواسہ وجانشین شاہ عبد العزیز محدث دہلوی حنفی)۔

(۲) فتوی مولانا عبد الخالق دہلوی حنفی (استاذ وخسر میاں نذیر حسین محدث دہلوی غیر مقلد)۔

(۳) نظام الاسلام مولانا محمد وجیہ کلکتوی صدر مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ وخلیفہ سید احمد شہید

بریلوی۔

(۴) تنبیہہ الضالین وہدایت الصالحین مسئلہ تقلید کے اثبات پر علمائے ہند وحرمین شریفین کے فتووں کا مجموعہ مرتب۔ مولانا عنایت علی دہلوی۔

(۵) تنویر الحق۔ نواب قطب الدین محدث دہلوی۔

(۶) توفیر الحق۔ نواب قطب الدین محدث دہلوی۔

(۷) تحفۃ العرب والعجم۔ نواب قطب الدین محدث دہلوی۔

(۸) مدار الحق بجواب معیار الحق۔ مولانا محمد شاہ پنجابی۔

(۹) انتصار الحق فی اکسا واباطیل معیار الحق۔ مولانا ارشاد حسین محدث رامپوری۔

(۱۰) تنقید فی بیان التقلید۔ مولانا سدید الدین خان دہلوی بن مولانا رشید الدین خان دہلوی۔

(۱۱) سبیل الرشاد۔ مولانا رشید احمد محدث گنگوہی۔

(۱۲) ادلہ کاملہ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی یہ رسالہ مولانا محمد حسین بٹالوی غیر مقلد کے دس سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے۔

(۱۳) ایضاح الادلہ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی یہ مصباح الادلہ کا جواب ہے (مصباح الادلہ ' ادلہ کاملہ کے جواب میں لکھی گئی تھی۔

(۱۴) اوشحۃ الجید فی اثبات التقلید۔ مولانا محمد ظہیر احسن شوق نیموی (صاحب آثار السنن)۔

(۱۵) فتح المبین فی کشف مکائد غیر المقلدین۔ مولانا منصور علی خان مراد آبادی (شاگرد مولانا محمد قاسم نانوتوی) (یہ ظفر المبین فی مغالطات المقلدین کا جواب ہے بہت ہی اچھی کتاب ہے میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی سے شائع ہوئی ہے)۔

(۱۶) نصر المقلدین۔ مولانا حافظ احمد علی بٹالوی یہ بھی ظفر المبین کا جواب ہے اس میں مسئلہ تقلید پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے تقلید کی تردید میں جو بات بھی صاحب ظفر المبین نے نقل کی ہے اس کو نقل کرکے اسکا مفصل جواب دیتے ہیں۔

(۱۷) الاقتصاد فی بحث التقلید والاجتہاد۔ حکیم الامت مجدد دین ملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی۔

(۱۸) حفظ الرحمٰن لمذہب النعمان۔ مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی امام شاہ

ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ اسماعیل شہید کی بعض عبارات کو غیر مقلدین قطع و برید کرکے ان سے ترک تقلید ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس کتاب میں ایسی تمام عبارات کا حل پیش کیا گیا ہے یہ کتاب ۴۷ سال کے بعد ادارہ نشرو اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ نے شائع کی ہے مسئلہ تقلید کے علاوہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا' رفع یدین' قراۃ خلف الامام' آمین' نکاح بالحارم میں حد یا تعزیر پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۱۹) تقلید شخصی۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب۔

(۲۰) تقلید ائمہ اور مقام ابو حنیفہ۔ مولانا محمد اسماعیل سنبھلی۔

(۲۱) الکلام المفید فی اثبات التقلید۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر۔

(۲۲) تقلید کی شرعی حیثیت۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی۔

(۲۳) تقلید ائمہ کا مسئلہ۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی۔

(۲۴) تحقیق مسئلہ تقلید۔ مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی۔

(۲۵) خیر التنقید فی سیر التقلید۔ مولانا خیر محمد جالندھری۔

(۲۶) اجتہاد اور تقلید۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب۔

(۲۷) السہم الحدید فی نحر العنید بجواب نتائج التقلید۔ مولانا سید امین الحق صاحب۔

(۲۸) الکلام الفرید فی التزام التقلید۔ مولانا اشرف علی تھانوی۔

(۲۹) تنقیح التنقید۔ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری۔

(۳۰) خیر البراہین فی رد غیر مقلدین۔ مولانا خیر محمد جالندھری۔

(۳۱) رسالہ تقلید و اجتہاد۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی۔

(۳۲) ترک تقلید کے بھیانک نتائج۔ مولانا بشیر احمد قادری۔

ان کے علاوہ مسئلہ تقلید پر اور بہت سی کتابیں موجود ہیں مسئلہ تقلید کو سمجھنے کے لیے ان سب میں ۲۱ اور ۲۲ نمبر کتاب بہت اچھی ہے۔

## (۲) مسئلہ قراۃ خلف الامام پر کتب

(۱) تنقیح الکلام۔ مولانا محمد ہاشم سندھی۔

(۲) دلیل القوی علی ترک قراۃ المقتدی۔ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری۔

(۳) ھدیۃ المعتدی فی قراۃ المقتدی ۔ مولانا رشید احمد محدث گنگوہی ۔

(۴) توثیق الکلام فی انصات خلف الامام ۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی ۔

(۵) الدلیل المحکم ۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی ۔

(۶) فصل الخطاب فی مسئلۃ ام الکتاب ۔ علامہ سید محمد انور شاہ محدث کشمیری ۔

(۷) خاتمۃ الخطاب ۔ علامہ انور شاہ محدث کشمیری ۔

(۸) فاتحۃ الکلام ۔ علامہ ظفر احمد عثمانی ۔

(۹) الدلیل المبین علی ترک القراۃ للمقتدین ۔ مولانا احمد حسن فیض پوری ۔

(۱۰) الفرقان فی قراۃ ام القرآن ۔ مولانا محمد ناظر حسن نقشبندی میرٹھی ۔

(۱۱) اظہار الحق ۔ مولانا عبد العزیز سہالوی محدث گوجرانوالہ ۔

(۱۲) کیفیت مناظرہ تحریری ۔ مولانا عبد العزیز سہالوی محدث گوجرانوالہ ۔

(۱۳) احسن الکلام فی ترک قراۃ خلف الامام ۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر ۔

(۱۴) اطیب الکلام ۔ علامہ زاہد الراشدی ۔

(۱۵) خاتمۃ الکلام ۔ مولانا فقیر اللہ ماموں کانجن ۔

(۱۶) تدقیق الکلام ۔ حضرت مولانا عبد القدیر محدث کیمل پوری ۔

(۱۷) تحقیق مسئلہ قراۃ خلف الامام ۔ مولانا بشیر احمد قادری ۔

(۱۸) فاتحہ خلف الامام ۔ مولانا حبیب الرحمٰن کاندھلوی بن مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی ان کے پہلے نظریات صحیح تھے بعد میں منکر حدیث ہو گئے تھے ۔

(۱۹) تحقیق مسئلہ فاتحہ خلف الامام ۔ مولانا عبد الرشید کشمیری مدرس جامعہ مدنیہ لاہور ۔

(۲۰) قراۃ خلف الامام پر تحریری مناظرہ ۔ مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی ۔

## (۳) مسئلہ رفع یدین پر کتب

(۱) کشف الرین عربی ۔ مولانا محمد ہاشم سندھی ۔ ترجمہ مولانا حافظ عزیز الرحمٰن ایم اے ایل ایل بی ۔

(۲) نیل الفرقدین عربی ۔ علامہ انور شاہ محدث کشمیری ۔

(۳) بسط الیدین عربی ۔ علامہ انور شاہ محدث کشمیری ۔

(۴) جلاء العین اردو۔ مولانا ظہیر احسن شوق نیموی۔
(۵) ضیاء العین اردو۔ مولانا ظہیر احسن شوق نیموی۔
(۶) رد الرد۔ مولانا ظہیر احسن شوق نیموی۔
(۷) نوار العینین اردو۔ مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی۔
(۸) ازالۃ الرین اردو۔ مولانا قاضی نور محمد قلعہ دیدار سنگھ۔
(۹) نور الصباح اردو۔ مولانا محمد حبیب اللہ ڈیروی۔
(۱۰) تحقیق مسئلہ رفع یدین۔ مناظر اسلام مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی۔
(۱۱) اسوہ سرور کونین فی ترک رفع یدین۔ مناظر اسلام مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی۔
(۱۲) غیر مقلدین اور مسئلہ رفع یدین۔ مناظر اسلام محمد امین صفدر اوکاڑوی۔
(۱۳) تحقیق حدیث فما زالت تلک صلوۃ لقی اللہ تعالیٰ۔ مناظر اسلام محمد امین صفدر اوکاڑوی

(۱۴) پیر بدیع الدین شاہ راشدی سے رفع یدین پر تحریری گفتگو۔ مناظر اسلام محمد امین صفدر اوکاڑوی۔
(۱۵) الرسائل فی تحقیق المسائل کا مختصر علمی جائزہ۔ مناظر اسلام محمد امین صفدر اوکاڑوی۔
(۱۶) مباحثہ رفع یدین۔ مناظر اسلام محمد امین صفدر اوکاڑوی۔
(۱۷) اصح القولین فی تحقیق رفع یدین۔ محمد اجمل خان۔
(۱۸) احادیث سید الکونین فی ترک رفع یدین۔ مولانا ابوطاہر غلام علی اعوان۔
(۱۹) سنت رسول الثقلین فی ترک رفع یدین۔ مولانا عبد الرشید کشمیری۔
(۲۰) مسئلہ رفع یدین پر انعام یافتہ تحریری مناظرہ۔ مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی۔
(۲۱) ترویح العینین فی مسئلہ رفع الیدین۔ مولانا محمد احسن محدث فیض پوری۔

## (۴) مسئلہ تراویح پر کتب

(۱) مصابیح التراویح۔ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی۔
(۲) الحق الصریح فی اثبات التراویح۔ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی۔
(۳) الرای النجیح فی عدد رکعات تراویح۔ امام الربانی حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی۔

(۴) الحق الصریح فی اثبات التراویح ۔ امام الربانی حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی ۔
(۵) رکعات تراویح ۔ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی ۔
(۶) رکعات تراویح جدید مذیل بردّ انوار المصابیح ۲ جلدیں ۔ مولانا عبد الباری قاسمی ۔
(۷) نتائج ترجمہ رسالہ تراویح ۔ مترجم مولانا محمد سرفراز خان صفدر ۔
(۸) تحقیق مسئلہ تراویح ۔ مولانا محمد امین صفدر ۔
(۹) بالتوضیح عن رکعات تراویح ۔ ابوالقاسم محمد رفیق دلاوری ۔
(۱۰) فتح الرحمٰن فی عدد قیام رمضان ۔ مولانا محمد حسین نیلوی ۔
(۱۱) ترویحات خمسہ ۔ مولانا میر محمد ربانی ۔
(۱۲) خیر البیان فی عدد قیام رمضان ۔ مولانا بشیر احمد ۔
(۱۳) خیر المصابیح فی عدد رکعات تراویح ۔ مولانا خیر محمد جالندھری ۔
(۱۴) تنبیہہ الحیران علی مغالطات صاحب البرھان ۔ مولانا نور احمد چشتی ۔
(۱۵) مسنون نماز تراویح ۔ مولانا امین صفدر ۔
(۱۶) القول الفصیح فی عدد رکعات تراویح ۔ مولانا قاضی شمس الدین ۔
(۱۷) القول الصحیح فی عدد رکعات تراویح ۔ مولانا قاضی شمس الدین ۔
(۱۸) بیس رکعات تراویح کا احادیث سے ثبوت ۔ پیرجی سید مشتاق علی شاہ ابدالی ۔
(۱۹) بیس تراویح ۔ مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی ۔

## (۵) مسئلہ طلاق ثلاثہ پر کتب

(۱) عمدۃ الابحاث ۔ مولانا فقیر محمد جہلمی ۔
(۲) الاعلام المرفوعۃ فی حکم الطلقات المجموعۃ ۔ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی ۔
(۳) ازھار المرفوعہ ۔ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی ۔
(۴) عمدۃ الاثاث ۔ مولانا محمد سرفراز خان صفدر ۔
(۵) اکھٹی تین طلاق کا شرعی حکم ۔ مولانا محمد فقیر اللہ ماموں کانجن ۔
(۶) تین طلاق قرآن وسنت کی روشنی میں ۔ مفتی عبد الستار خیر المدارس ملتان ۔
(۷) تین طلاقوں کا ثبوت ۔ مولانا شہاب الدین ندوی ۔

## ٦) مسئلہ وضع الیدین تحت السرۃ

۱) الدرۃ الغرۃ فی وضع الیدین تحت السرہ۔ مولانا محمد ظہیر احسن شوق نیموی۔
(۲) نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا۔ مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی۔
(۳) نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ثبوت۔ مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی۔

## (۷) مسئلہ آمین

(۱) حبل المتین فی الاخفاء التامین۔ مولانا محمد ظہیر احسن شوق نیموی۔
(۲) بلاغ المبین فی الاخفاء التامین۔ مولانا محمد شاہ پنجابی۔
(۳) اظہار التحسین فی الخفاء التامین۔ مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی۔
(۴) تحقیق مسئلہ آمین۔ مولانا محمد امین صفدر۔
(۵) فوز المبین بالاخفاء بالتامین۔ مولانا محمد حسن فیض پوری۔

# فتاویٰ عالمگیری

## پر

# اعتراضات کے جوابات

اس رسالہ میں مفتی محمد عبید اللہ خان عفیف صاحب غیر مقلد کے رسالہ ''فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر'' کا جواب دیا گیا ہے


مرتب

## پیر جی سید مشتاق علی شاہ



پیر جی کتب خانہ

محلہ گوبند گڑھ گلی نمبر 8 مکان نمبر C/36 کالج روڈ گوجرانوالہ

جملہ حقوق بحق ناشر و مرتب محفوظ ہیں

نام کتاب ـــــــــ فتاویٰ عالمگیری پر اعتراضات کے جوابات

مرتب ـــــــــ سید مشتاق علی شاہ

کمپوزنگ و ڈیزائننگ ـــــــــ ایمان گرافکس 0300 5757044

صفحات ـــــــــ 120

تعداد ـــــــــ 500/-

تاریخ طبع اول ـــــــــ اپریل 2011ء

ملنے کے پتے

① ......... پیر جی کتب خانہ، ۸ گوبند گڑھ گوجرانوالہ

② ......... مکتبہ الفرقان، اردو بازار گوجرانوالہ

③ والی کتاب گھر، اردو بازار گوجرانوالہ

④ مکتبہ قاسمیہ، اردو بازار لاہور

⑤ کتب خانہ مجیدیہ، ملتان

⑥ مکتبہ رشیدیہ، نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی

⑦ کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی

⑧ مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ

# فہرست مضامین


| عنوان | صفحہ | عنوان | صفحہ |
|---|---|---|---|
| عرض مرتب | 8 | اعتراض نمبر ۸ | 21 |
| اعتراض نمبر ا | 10 | شبہ کی وجہ سے حد کا ساقط ہونا | 21 |
| سر کے مسح کا انکار | 10 | اعتراض نمبر ۹ تا ۳۲ | 23 |
| اعتراض نمبر ۲ | 13 | دباغت دینے سے کھال پاک ہو جاتی ہے | 23 |
| کھجور کے شیرہ سے وضو جائز ہے | 13 | اعتراض نمبر ۳۳ | 32 |
| اعتراض نمبر ۳ | 14 | ذبح کرنے سے بھی کھال پاک ہو جاتی ہے | 32 |
| نشہ آور شراب کے ساتھ وضو جائز | 14 | اعتراض نمبر ۳۴ | 35 |
| اعتراض نمبر ۴ | 15 | کتا نجس عین نہیں | 35 |
| جانور کے ساتھ بدفعلی کرنے سے جب تک انزال نہ ہو غسل نہیں | 15 | اعتراض نمبر ۳۵ | 37 |
| اعتراض نمبر ۵ | 18 | صاف چکنے پتھر پر تیمم جائز ہے | 37 |
| مردہ عورت کے ساتھ بدفعلی کرنے سے بھی بغیر انزال غسل نہیں | 18 | اعتراض نمبر ۳۶ | 39 |
| اعتراض نمبر ۶ | 18 | ایک مثقال نجاست کی چھوٹ | 39 |
| نابالغ لڑکی سے جماع کرنے سے بھی بغیر انزال غسل نہیں | 18 | اعتراض نمبر ۳۷ | 43 |
| اعتراض نمبر ۷ | 20 | پلید انگلی چاٹنے سے پاک | 43 |
| عضو پر کپڑا لپیٹ کر دخول پر غسل نہیں | 20 | اعتراض نمبر ۳۸ | 43 |
| | | پلید چھری چاٹنے سے پاک | 43 |

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| اعتراض نمبر ۳۹ | 44 |
| پلید کپڑا چاٹنے سے پاک | 44 |
| اعتراض نمبر ۴۰ | 45 |
| کتے کے بالوں کا ازار بند | |
| استعمال کریں | 45 |
| اعتراض نمبر ۴۱ | 47 |
| تکبیر کہتے وقت اللہ اکبر کی جگہ کوئی | |
| اور لفظ استعمال کرنا جائز ہے | 47 |
| اعتراض نمبر ۴۲ | 48 |
| اگر نماز کو سبحان اللہ سے شروع | |
| کیا تو صحیح ہے | 48 |
| اعتراض نمبر ۴۳ | 48 |
| اللہ کے ناموں سے جو نام تعظیم | |
| کے واسطے ہیں ان سے نماز | |
| شروع کرنا جائز ہے | 48 |
| اعتراض نمبر ۴۴ | 49 |
| الحمد للہ سے نماز شروع کرنا | |
| جائز ہے | 49 |
| اعتراض نمبر ۴۵ | 49 |
| اللہ اکبر کی جگہ اللہ اجل کہنا | 49 |
| اعتراض نمبر ۴۶ | 49 |
| اللہ اکبر کی جگہ اللھم کہنا | 49 |

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| اعتراض نمبر ۴۷ | 50 |
| اللہ اکبر کی جگہ اللہ اگبر کہنا | 50 |
| اعتراض نمبر ۴۸ | 50 |
| اللہ اکبر کی جگہ خدا بزرگ تر کہنا | 50 |
| اعتراض نمبر ۴۹ | 50 |
| جب عربی میں کہہ سکتا ہو تو فارسی | |
| میں کہنی مکروہ ہے | 50 |
| اعتراض نمبر ۵۰ | 51 |
| فارسی زبان میں صرف تکبیر ہی | |
| نہیں بلکہ اور کچھ بھی | 51 |
| اعتراض نمبر ۵۱ | 51 |
| صرف فارسی ہی میں نہیں | 51 |
| اعتراض نمبر ۵۲ | 54 |
| عورت کی شرمگاہ دیکھنے سے | |
| نماز نہیں ٹوٹتی | 54 |
| اعتراض نمبر ۵۳ | 55 |
| فقہ حنفی میں امام کی شرائط | 55 |
| اعتراض نمبر ۵۴ | 57 |
| وطی سے حرمت مصاہرہ ثابت | |
| نہیں ہوتی | 57 |
| اعتراض نمبر ۵۵ | 57 |
| شراب مہر میں | 57 |

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| **اعتراض نمبر ۵۶** | **57** |
| خنزیر مہر میں | 57 |
| **اعتراض نمبر ۵۷** | **59** |
| زانی کے انکار سے دونوں پر حد واجب نہیں | 59 |
| **اعتراض نمبر ۵۸** | **60** |
| بے حسی کا شاہکار | 60 |
| **اعتراض نمبر ۵۹** | **61** |
| شہادت کے بعد اور اقرار کے بعد انکار پر حد کی چھوٹ | 61 |
| **اعتراض نمبر ۶۰** | **62** |
| پاگل جوان سے زنا کرنے والی کو حد کی چھوٹ | 62 |
| **اعتراض نمبر ۶۱** | **63** |
| بچے کے ساتھ زنا کرنے والی کو حد کی چھوٹ | 63 |
| **اعتراض نمبر ۶۲** | **64** |
| حد کی چھوٹ کی ایک معصوم صورت | 64 |
| **اعتراض نمبر ۶۳** | **71** |
| عورت کہتی ہے زنا کیا، مرد کہتا ہے نکاح کیا تو دونوں پر حد نہیں | 71 |
| **اعتراض نمبر ۶۴** | **72** |
| آزاد عورت سے زنا پر حد کی چھوٹ | 72 |
| **اعتراض نمبر ۶۵** | **73** |
| محرمات ابدیہ سے نکاح کے بعد حد کی چھوٹ | 73 |
| **اعتراض نمبر ۶۶** | **74** |
| شبہ در محل میں حد نہیں | 74 |
| **اعتراض نمبر ۶۷** | **75** |
| کرائے کی عورت سے زنا پر حد نہیں | 75 |
| **اعتراض نمبر ۶۸** | **76** |
| متعہ کی حرمت مشتبہ ہے | 76 |
| **اعتراض نمبر ۶۹** | **77** |
| زنا کی خرچی دینے سے حد کی چھوٹ | 77 |
| **اعتراض نمبر ۷۰** | **78** |
| دار الحرب میں زنا پر حد کی چھوٹ | 78 |
| **اعتراض نمبر ۷۱** | **78** |
| بچے سے زنا پر حد نہیں | 78 |
| **اعتراض نمبر ۷۲** | **78** |
| پاگل سے زنا پر حد نہیں | 78 |

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| اعتراض نمبر۷۳ | 79 |
| بچی کے ساتھ منہ کالا کرنے پر حد کی چھوٹ | 79 |
| اعتراض نمبر۷۴ | 80 |
| سوئے ہوئے مرد سے عورت زنا کرے تو حد کی چھوٹ | 80 |
| اعتراض نمبر۷۵ | 81 |
| مردہ عورت سے زنا پر حد کی چھوٹ | 81 |
| اعتراض نمبر۷۶ | 81 |
| عورت اور بچے سے غیر وضع فطری عمل | 81 |
| اعتراض نمبر۷۷ | 82 |
| آزاد عورت کو خریدے پھر اس سے زنا کرے تو حد نہیں | 82 |
| اعتراض نمبر۷۸ | 83 |
| چھینی ہوئی لونڈی سے زنا پر حد نہیں | 83 |
| اعتراض نمبر۷۹ | 84 |
| مالک کہے میں نے لونڈی نہیں بیچی تب بھی حد نہیں | 84 |
| اعتراض نمبر۸۰ | 84 |
| بادشاہ زنا کرلے تو اس پر حد نہیں | 84 |
| اعتراض نمبر۸۱ | 85 |
| فقہ حنفی میں زنا کی چھوٹ | 85 |
| اعتراض نمبر۸۲ | 87 |
| فقہ حنفی میں زنا کی حد معاف | 87 |
| اعتراض نمبر۸۳ | 87 |
| عورت کی رضامندی سے زنا کی حد معاف | 87 |
| اعتراض نمبر۸۴ | 88 |
| شراب کی بدبو چلی جانے سے حد کی چھوٹ | 88 |
| اعتراض نمبر۸۵ | 89 |
| شرعی گواہی کے باوجود حد کی چھوٹ | 89 |
| اعتراض نمبر۸۶ | 90 |
| شراب کا سرکہ بنانا جائز | 90 |
| اعتراض نمبر۸۷ | 92 |
| شراب کھانے پر حد کی چھوٹ | 92 |
| اعتراض نمبر۸۸ | 92 |
| شراب کے نو پیالوں پر حد نہیں | 92 |
| اعتراض نمبر۸۹ | 95 |
| چوری کے اقرار سے منحرف کرنا مستحب ہے | 95 |

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| **اعتراض نمبر ۹۰** | **96** |
| حاکم منحرف ہونے کا مشورہ دے | 96 |
| **اعتراض نمبر ۹۱** | **97** |
| اقرار کے بعد بھاگ جائے تو تعاقب ختم | 97 |
| **اعتراض نمبر ۹۲** | **98** |
| دس درہم سے کم کی چوری پر ہاتھ کاٹنا | 98 |
| **اعتراض نمبر ۹۳** | **103** |
| جھوٹی گواہی پر قاضی کے فیصلہ کا حکم | 103 |
| **اعتراض نمبر ۹۴** | **104** |
| جھوٹی شہادت پر طلاق | 104 |
| **اعتراض نمبر ۹۵** | **106** |
| سور کے بال قابل استعمال ہیں | 106 |
| **اعتراض نمبر ۹۶** | **114** |
| خون کے ساتھ قرآن مجید لکھنا جائز ہے | 114 |
| **اعتراض نمبر ۹۷** | **117** |
| مردار کی کھال پر قرآن لکھنا جائز ہے | 117 |
| **اعتراض نمبر ۹۸** | **117** |
| مسلمان کو کافر کے قصاص میں قتل کرنا جائز نہیں | 117 |
| **اعتراض نمبر ۹۹** | **118** |
| عدالت سے بھاگنے والے چور پر حد نہیں | 118 |
| **اعتراض نمبر ۱۰۰** | **120** |
| پیشاب کے ساتھ بھی قرآن لکھنا جائز ہے | 120 |

# عرض مرتب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْد

ناظرین کرام! غیر مقلدین کی طرف سے آئے دن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور فقہ حنفی کے خلاف کتابیں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ آج کل سارا زور علمائے دیوبند (جو کہ پکے اہل سنت و جماعت حنفی ہیں) کے خلاف لگ رہا ہے۔ اور علمائے دیوبند کی کھلے لفظوں تکفیر کی جارہی ہے۔ دیکھیے مولانا زبیر علی زئی مدظلہ اور پروفیسر سید طالب الرحمٰن شاہ صاحب مدظلہ کی کتابیں۔ پروفیسر صاحب نے تو ابھی حال ہی میں ایک نئی کتاب شائع کی ہے ''کیا فقہ حنفی قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے؟'' ان کے علاوہ اور بہت سی کتابیں مارکیٹ میں دستیاب ہیں جو فقہ حنفی کے خلاف لکھی گئیں ہیں۔ فقہ حنفی کی بعض مشہور کتابوں مثلاً ہدایہ، درمختار، فتاویٰ عالمگیری کے خلاف تو مستقل رسالے شائع کیے ہیں۔ ہمارے علم کے مطابق صرف فتاویٰ عالمگیری کے خلاف مستقل لکھی جانے والی کتابیں یہ ہیں:

(۱) کیا فتاویٰ عالمگیری قابل عمل ضابطہ ہے

اس کے مرتب پروفیسر رفیع اللہ شہاب ہیں' اس کا جواب مولانا احسان الحق صاحب نے دیا ہے۔

(۲) فتاویٰ عالمگیر اور فتاویٰ حدیث

اس کے مرتب قاری سیف اللہ عادل، سابق خطیب جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ ہیں اور جمعیت رفقائے اہل حدیث پاکستان نے اسے شائع کیا تھا۔ اس کا جواب بھی مولانا احسان الحق صاحب فیصل آبادی نے ہی لکھا تھا۔

(۳) فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر

اس کے مصنف خواجہ محمد قاسم صاحب ہیں۔ اس کا کوئی جواب احقر کی نظر سے نہیں گزرا۔

## (۴) فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر

اس کے مصنف غیر مقلدین کی جماعت کے مفتی اور چینیانوالی مسجد لاہور کے خطیب حضرت مولانا مفتی محمد عبید اللہ خان عفیف مدظلہ ہیں اور ناشر مکتبہ عزیزیہ جامع مسجد قدس رحمان گلی ۵ چوک دالگراں لاہور ہے۔ کتاب ۲۳×۳۶/۱۶ سائز کے ۱۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہمارے علم کے مطابق ہمارے جواب سے پہلے اس کا کوئی جواب شائع نہیں ہوا۔

مفتی صاحب کا یہ رسالہ ہمارے ایک دوست خالد صاحب نے لا کر دیا اور کہا کہ مجھے ایک غیر مقلد دوست نے پڑھنے کے لیے دیا ہے۔ آپ اسے پڑھیں اور پھر اس کا جواب لکھ دیں۔ احقر نے رسالہ کو پڑھا اور پڑھنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ خواجہ محمد قاسم صاحب، قاری سیف اللہ صاحب اور رفیع اللہ شہاب ﷾ وغیرہ کے مسائل ملتے جلتے ہیں۔ مگر مفتی صاحب کی کتاب بڑی ہے اور مسائل بھی اس میں زیادہ ہیں۔ اور غیر مقلدین یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کا آج تک کوئی جواب نہیں آیا۔ اس لیے احقر نے اس کے بعض مسائل کا جواب لکھ دیا ہے۔ جن مسائل کا ہم نے جواب دیا ہے وہ وہ مسائل ہیں جو اکثر غیر مقلدین کی دیگر کتابوں میں شائع ہوئے ہیں۔ ناظرین ان مسائل کا جواب پڑھ کر باقی مسائل کو ان پر قیاس بھی کر لیں۔ مفتی صاحب نے ظفر المبین اور خاص کر حقیقۃ الفقہ کو اپنا ماخذ بنایا ہے۔ تقابل کر کے دیکھ لیں۔

اگر رسالہ میں کوئی غلطی ہو تو ضرور آگاہ کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں صحیح کر دی جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب مسلمانوں کو قرآن وسنت کا عامل بنائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین

سید مشتاق علی

22-4-2011

بروز جمعۃ المبارک

اعتراض نمبر ۱:

## سر کے مسح کا انکار

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ (المائدہ:۶)

''مسلمانوں جب نماز کو آمادہ ہو تو منہ اور ہاتھ کہنیوں تک اور پاؤں ٹخنوں تک دھولو اور سروں پر ہاتھ پھیر لیا کرو۔''

اور حدیث میں ہے:

عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى أَتَسْتَطِيعُ أَنْ تُرِيَنِي كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ نَعَمْ فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَ يَدَهُ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ الخ.

(صحيح بخاری، بَاب مَسْحِ الرَّأْسِ كُلِّهِ، ج۱ ص۳۱)

''ایک شخص نے عبداللہ بن زید سے پوچھا کیا تم مجھ کو بتلا سکتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ کیونکر وضو کیا کرتے تھے۔ عبداللہ نے کہا ہاں پھر انہوں نے پانی منگوایا پھر اپنے ہاتھ پر ڈالا اور دو بار دھویا پھر تین بار کلی کی اور ناک جھاڑی۔ پھر اپنا منہ تین بار دھویا پھر اپنے ہاتھوں کو دو دو بار دونوں کہنیوں تک دھویا پھر دونوں سے اپنے سر پر مسح کیا۔ مگر فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

واذا غسل الراس مع الوجه اجزأه عن المسح

(ص۶ ج۱، مکتبہ ماجدیہ طوغی روڈ کوئٹہ)

''اور اگر سر منہ کے ساتھ دھولیا تو مسح قائم مقام ہو جائے گا۔''
(فتاویٰ ہندیہ اردو ترجمہ فتاویٰ عالمگیریہ ص ۷، طبع شیخ الاسلام غلام علی اینڈ سنز، لاہور)
(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۰۱)

جواب:

مفتی صاحب نے اپنے خیال میں فتاویٰ عالمگیری کے مسئلے کو قرآن اور حدیث کے خلاف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ اس طرح کہ قرآن اور حدیث میں سر پر مسح کرنے کا حکم الگ سے موجود ہے۔ جب کہ فتاویٰ عالمگیری میں سر کا الگ مسح کرنے کی بجائے منہ کے ساتھ ہی سر دھونے کا حکم ہے۔ مفتی صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حنفیوں کے مذہب میں الگ سے سر کا مسح کرنے کا حکم موجود نہیں ہے۔

ناظرین کرام! مفتی صاحب نے یہاں پر عوام کو دھوکہ دیا ہے۔ ہم پہلے حنفی مسلک میں سر کے مسح کا حکم بیان کریں گے پھر عالمگیری کی عبارت کا صحیح مفہوم عرض کریں گے۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب حنفی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ مائدہ کی اسی آیت (جو مفتی صاحب نے تعارض ثابت کرنے کے لیے نقل کی ہے) کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

اے ایمان والو جب تم نماز کو اٹھنے لگو (یعنی نماز پڑھنے کا ارادہ کرو اور تم کو اس وقت وضو نہ ہو) تو (وضو کر لو یعنی) اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت (دھوؤ) اور اپنے سروں پر (بھیگا) ہاتھ پھیرو اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت دھوؤ۔

(تفسیر معارف القرآن ج ۳ ص ۶۵، نماز مسنون ص ۷۲)

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی حنفی وضو کے فرائض کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وضو کے فرائض چار ہیں۔ تین اعضاء کا دھونا اور ایک عضو کا مسح کرنا۔ یعنی (۱) منہ کا دھونا (۲) دونوں ہاتھ بمع کہنیوں کے دھونے (۳) دونوں پاؤں بمع ٹخنوں کے دھونے

(۴) سر کا مسح کرنا۔ (نماز مسنون کلاں ص ۷۱)

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

سوال: وضو میں فرض کتنے ہیں؟

جواب: وضو میں چار فرض ہیں۔

① پیشانی کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان سے دوسرے کان تک منہ دھونا ② دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا ③ چوتھائی سر کا مسح کرنا ④ دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا۔ (تعلیم الاسلام حصہ دوم ص ۲۵ تاج کمپنی وضو کا بیان)

مفتی محمد عبیداللہ خان عفیف غیر مقلد نے جو حدیث تعارض ثابت کرنے کے لیے نقل کی ہے۔ اس پر احناف کا عمل ہے نہ کہ وہ احناف کے خلاف ہے۔ دیکھیے ہمارے حنفی عالم نے اس کو اپنی نماز کی کتاب (نماز مسنون کلاں ص ۸۰) پر نقل کیا ہے۔

حدیث نقل کرنے میں مفتی صاحب کی خیانت:

مفتی صاحب نے مسح رَأسَهُ بِيَدَيْهِ سے آگے کے الفاظ نقل نہیں کیے کیوں کہ وہ مفتی صاحب کے خلاف تھے اس میں گردن پر مسح کا ذکر تھا۔ وہ الفاظ یہ ہیں:

((فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ بَدَاَ بِمُقَدَّمِ رَاْسِهٖ حَتّٰى ذَهَبَ بِهِمَا اِلٰى قَفَاهُ الخ))

''سر کے اگلے حصہ سے مسح شروع کیا، پھر دونوں ہاتھ گدی تک لے جا کر وہیں واپس لائے جہاں سے مسح شروع کیا تھا۔''

ناظرین یہ فریق مخالف کے مفتیوں کا حال ہے جس مسئلہ کو حنفی فرض کہیں اور اپنی ہر نماز کی کتاب میں ذکر کریں۔ اس کو قرآن اور حدیث کے خلاف ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت فرمائیں۔ اور فتاویٰ عالمگیری میں بھی سر کے مسح کو فرض کہا گیا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری اردو جلد نمبر ا کتاب الطہارۃ باب اول وضو کے بیان میں ص ۲ میں پہلے وہی آیت سورہ مائدہ کی نقل کی ہے جو مفتی صاحب نے تعارض ثابت کرنے کے لیے نقل فرمائی ہے۔ پھر لکھا ہے وضو میں چار فرض ہیں۔ پھر ہر فرض کی

سرخی قائم کی ہے۔ پہلا فرض صفحہ ۲ پر، دوسری فرض کی سرخی ص ۳ پر، تیسرا فرض وضو کا صفحہ ۴ پر، چوتھا فرض وضو کا سر کا مسح کرنا ہے ص ۵، سطر ۲۵ پر نقل کیا ہے۔

عالمگیری کی یہ عبارت مفتی صاحب کو نظر نہ آئی۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ سب کچھ جان بوجھ کر رہے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

مفتی صاحب نے جو عبارت عالمگیری کی نقل کی ہے وہ بھی مکمل نقل نہیں کی۔ اس کے آگے لکھا ہے لیکن مکروہ ہے۔

فتاویٰ عالمگیری ص ۶ مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور میں مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

اور اگر سر کو منہ کے ساتھ دھولیا تو مسح کے قائم مقام ہو جائے گا لیکن مکروہ ہے جس بات کو خود حنفی مکروہ کہیں مفتی صاحب اس کو حنفیوں کا مذہب بتائیں کیسی غلط بات ہے۔

**اعتراض نمبر ۲:**

## کھجور کے شیرہ سے وضو جائز ہے؟

قرآن مجید میں ہے کہ اگر وضو کے لیے پانی نہ ملے تو تیمّم کر لینا چاہیے چنانچہ ارشاد ہے۔

﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا﴾ (سورۃ النساء:۴۳)

''پھر تم کو پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمّم کر لیا کرو، منہ اور ہاتھوں کو مٹی مل لیا کرو۔ بے شک خدا بڑا معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔''

اور اسی طرح کسی صحیح حدیث میں بھی یہ کہیں نہیں آتا کہ پانی نہ ملنے پر نبیذ سے وضو کرنا جائز ہوتا ہے۔ تاہم مگر فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ نبیذ تمر سے وضو جائز ہے۔

اصل الفاظ ملاحظہ فرمایئے:

**قال ابو حنيفة رحمه الله يتوضأ بنبيذ التمر ولا يتيمم**

(فتاویٰ عالمگیری ص ۲۱ ج ۱)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے کہ نبیذ تمر یعنی اس پانی سے جس میں چھوہارے بھگوئے

گئے ہوں وضو کرے اور اس کے ہوتے ہوئے تیمم نہ کرے۔ (فتاویٰ ہندیہ ج ا ص ۳۷)
(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲)

اعتراض نمبر ۳:

## نشہ آور شراب کے ساتھ بھی وضو جائز ہے؟

نبیذ تمر گو خالص پانی نہ سہی تاہم ہے تو پاک مگر فتاویٰ عالمگیری میں شراب کے ساتھ بھی وضو جائز قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ اسی فتاویٰ عالمگیری ص ۴۱۰ ج ۵ میں شراب کو پیشاب اور خون کی طرح نجاست مغلظہ (سخت پلید) کہا ہے اصل الفاظ یہ ہیں

ھی نجاسة غليظة كالبول والدم (ص ۴۱۰ ج ۵)

''شراب کو پیشاب کی طرح پلید کہنے کے باوجود یہاں یہ تلقین کی جارہی ہے کہ نشہ آور شراب کے ساتھ بھی وضو جائز ہے۔ اصل الفاظ یہ ہیں:

وان طبخ ادنٰى طبخة يجوز الوضوء به حلوا كان او مرًّا او مسكرًا وهو الاصح كذا فى العينى. (ص ۲۲ ج ۱)

''(نبیذ) اگر تھوڑا سا کا پکایا جاوے تو اس سے وضو جائز ہے خواہ میٹھا ہو خواہ تلخ ہو، خواہ نشہ لانے والا ہو اور یہی اصح ہے یہ عینی میں ہے۔'' (فتاویٰ ہندیہ ص ۳۸)

گزارش: پیشاب سے وضو جائز تو کیا ہوگا اس کا تصور بھی عام مسلمان کے لیے تکلیف دہ ہے اور فتاویٰ عالمگیری شراب کو پیشاب کی طرح پلید بھی کہہ رہا ہے اور ساتھ ہی اس سے وضو بھی جائز قرار دے رہا ہے اس کھلے تضاد کا ہمارے کرم فرماؤں کے پاس اگر کوئی حل ہو تو ہم ایسے ہیچ میرز اور کم علموں کو ضرور مستفید فرمادیں۔
(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۳)

جواب:

دونوں اعتراضوں کا اکٹھا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

امام اعظم کی یہ روایت مفتی بہ نہیں خود فقہاء رحمہم اللہ نے تصریح کی ہے امام اعظم رحمہ اللہ کی

صحیح اور مفتیٰ بہ روایت یہ ہے کہ نہ اس کا پینا جائز ہے اور نہ ہی اس سے وضو درست ہے۔

خود صاحب ہدایہ نے ص ۳۰ میں اس کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:

**قال ابو یوسف تیمم ولا یتوضأ به وهو روایة عن ابی حنیفة. (ہدایہ)**

''امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ نبیذ تمر سے وضو نہ کرے تیمم کرے اور یہ روایت ابو حنیفہ سے ہے۔''

بلکہ امام اعظم کا یہی آخری قول ہے۔

چنانچہ علامہ عینی شرح ہدایہ جلد اول ص ۲۸۶ میں فرماتے ہیں:

**رویٰ عنه نوح ابن ابی مریم واسد بن عمر والحسن انه تیمم ولا یتوضأ به. قال قاضی خان وهو الصحیح وهو قوله الاخیر وقد رجع إلیه.**

''نوح بن ابی مریم۔ اسد بن عمر اور حسن نے امام اعظم سے روایت کیا ہے کہ نبیذ تمر سے وضو نہ کرے، تیمم کرے، قاضی خان نے لکھا ہے کہ یہ صحیح ہے اور امام صاحب کا یہ آخری قول ہے۔ امام اعظم نے اس کی طرف رجوع فرمایا۔''

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری، پارہ اول ص ۱۷۶ میں لکھتے ہیں:

**ذکر قاضی خان ان ابا حنیفة رجع إلی هذا القول**

''قاضی خان نے ذکر کیا ہے کہ امام صاحب نے نبیذ تمر سے وضو نا جائز ہونے کی طرف رجوع کیا۔''

پس وہ مسئلہ جس سے امام صاحب نے رجوع فرمایا۔ فقہاء نے جس کو مفتی بہ قرار نہیں دیا اس کو ذکر کر کے احناف پر اعتراض کرنا محض عوام کالانعام کو مغالطہ میں ڈالنا ہے۔

اعتراض نمبر ۴، ۵، ۶:

## غسل جنابت کی چھوٹ

**عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا**

جَلَسَ بَیْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ (بخاری ج ۱ ص ۴۳)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد عورت کے چاروں کونوں کے بیچ بیٹھے پھر اس پر زور لگائے تو غسل واجب ہو گیا۔''

اس صحیح حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوا کہ جب آدمی عورت کے چاروں کونوں کے درمیان بیٹھ کر زور لگاتا ہے تو انزال ہو یا نہ ہو غسل بہر حال واجب ہو جاتا ہے۔ مگر فتاویٰ عالمگیری میں اس صحیح حدیث کے انکار میں یوں فتویٰ ہے:

**والایلاج فی البهیمة والمیتة والصغیرة التی لا یجامع مثلها لا یوجب الغسل بدون الانزال هکذا فی المحیط. (ص ۱۵ ج ۱)**

''اگر چوپائے جانور کے دخول (آلہ تناسل اس کی شرم گاہ میں داخل) کرے یا مردے کے یا ایسی چھوٹی لڑکی کے جس کے مثل کی لڑکیوں کے ساتھ مجامعت (جماع) نہیں کیا کرتے تو بغیر انزال کے غسل واجب نہیں ہوگا۔ یہ محیط میں لکھا ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵)

جواب:

اس عبارت میں تین مسائل ذکر ہوئے ہیں ہم یہاں پر تینوں کو الگ الگ کر کے بیان کرتے ہیں تاکہ عوام کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

اعتراض نمبر ۴ کا جزء یہ ہے' جانور کے ساتھ بدفعلی کرنے سے جب تک انزال نہ ہو غسل لازم نہیں ہوگا۔

جواب' اعتراض نمبر ۴:

مفتی صاحب نے جو حدیث نقل کی ہے اس میں تو ان تینوں مسائل کا ذکر تک نہیں۔ مفتی صاحب نے اس مسئلہ کو اگر کسی آیت یا حدیث کے خلاف سمجھا ہے تو وہ آیت یا حدیث لکھے۔ جس میں یہ صراحت ہو کہ جانور کے ساتھ بدفعلی کرنے سے بغیر انزال بھی غسل فرض

ہوتا ہے۔ جب حضور ﷺ نے چوپایہ کے ساتھ شہوت رانی کرنے والے کو بلا انزال غسل کا حکم نہیں دیا تو فقہاء پر طنز کرنے سے شرم کرنا چاہیے۔ فقہاء نے کیا برا کہا؟ کہ بوجہ فقدانِ دلیل وجوبِ غسل کا حکم نہیں دیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو عورت کے ساتھ جماع کرنے والے پر بھی بلا انزال غسل لازم نہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی صحیح میں اندریں صورت غسل کو "احوط" فرمایا ہے تو وطی بہیمہ سے بلا انزال کس دلیل سے غسل لازم سمجھا جاتا ہے؟

مسلم شریف میں حدیث ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ پانی، پانی سے ہے یعنی غسل منی کے نکلنے سے لازم ہوتا ہے۔ اس حدیث کو نسخ نہ کہا جائے کیوں کہ اس کے نسخ پر اجماع نہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کو نسخ نہیں مانتے۔ اس حدیث کے ہوتے ہوئے غیر مقلدین کس منہ سے اس مسئلہ پر اعتراض کرتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انزال منی موجب غسل ہے جیسا کہ حدیث مسلم سے ظاہر ہے لیکن خروج منی کبھی تو حقیقتاً ہوتا ہے اور کبھی حکماً۔ حقیقتاً تو ظاہر ہے۔ حکماً اس وقت پایا جاتا ہے جب کہ سبب کامل ہو اور سبب کامل غیوبت حشفہ ہے ایسے محل میں جو عادةً مشتہی ہو جب کہ عروج بہائم ایسا نہیں۔ اس صورت میں سببیت ناقص ہوئی۔ خروجِ منی نہ حقیقتاً پایا گیا اور نہ حکماً۔ تو غسل لازم ہونے کی کوئی وجہ نہ ہوئی۔ کیوں کہ مرغوب بالطبع کے جماع سے یا انزال سے لذت کاملہ ہوتی ہے جب محل ہی مرغوب طبع نہ ہوا تو بدونِ انزال کمال لذت نہیں۔ اس لیے غسل بھی لازم نہیں۔

ناظرین انصاف کریں کہ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ حضرت فقہاء نے ان مسائل کو واضح کر دیا اگر کسی سے ایسا فعل صادر ہو تو غسل کا مسئلہ کیا ہوگا؟ چاہیے تو یہ تھا کہ ہم فقہاء کے شکر گزار ہوتے کہ انہوں نے متوقع حالات کو سمجھ کر مسائل واضح کر دیئے۔ ہم ان پر الٹا طعن کریں تو کیا یہ ناشکری نہیں؟

**ایک شبہ:**

کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ فقہاء کے نزدیک چوپایہ سے بدفعلی کرنا جائز ہے اور اس کی کوئی سزا نہیں۔ معاذ اللہ۔ فقہاء رحمہم اللہ نے اس کی سزا کتاب الحدود میں بیان فرمائی ہے۔ وہاں پر ملاحظہ فرمائیں۔

**جزء دوم، اعتراض ۵:**

اسی طرح مردہ عورت کے ساتھ بدفعلی کرنے سے بھی بغیر انزال کے غسل لازم نہیں آتا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵)

**جواب:**

اس مسئلہ کے برخلاف اگر مفتی صاحب کے پاس کوئی آیت یا حدیث ہو تو پیش کریں۔

یہاں بھی خروج منی نہ حقیقتاً پایا گیا نہ حکماً کہ محل مشتہی نہیں۔ اس لیے بدون انزال غسل واجب نہیں۔

**جزء سوم، اعتراض ۶:**

اسی طرح نابالغ لڑکی سے جماع کرنے سے بھی بغیر انزال کے غسل لازم نہیں آتا۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵)

**جواب:**

اسی عبارت کے آگے فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ جس لڑکی کے محل جماع میں دخول اس طرح ممکن ہو کہ اس کے اندر کا پردہ پھٹ کر دونوں راہیں ایک نہ ہو جاویں تو وہ مجامعت کے قابل ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری مترجم ج ا ص ۲۲، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی، لاہور)

جب مجامعت کے قابل ہوگی تو غسل بھی واجب ہوگا۔ مفتی صاحب نے یہ آگے کی عبارت نقل نہیں کی جس سے مسئلہ کی وضاحت ہو رہی تھی۔

اس مسئلہ میں حضرات فقہاء رحمہم اللہ نے تصریح فرمائی ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اگر ایلاج ممکن ہو تو غسل واجب ہے۔

چنانچہ شامی جلد اول ص ۱۲۲ میں علامہ شامی فرماتے ہیں:

**والصحيح انه إذا امكن الايلاج فى محل الجماع من الصغيرة ولم يفضها فهى ممن تجامع فيجب الغسل.**

بحر الرائق ج ۱ ص ۶۰ میں ہے:

**وقد حكى عن السراج الوهاج خلافا لو وطى الصغيرة التى لا تشتهى فمنهم من قال يجب مطلقًا ومن عم من قال لا يجب مطلقًا والصحيح انه إذا امكن الايلاج فى محل الجماع من الصغيرة ولم يفضها فهى ممن تجامع فيجب الغسل.**

مراقی الفلاح حاشیہ نور الایضاح میں ہے:

**ويلزم بوطى صغيرة لا تشتهى ولم يفضها لانها صارت ممن تجامع فى الصحيح.**

علامہ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح ص ۵۷ میں لکھتے ہیں:

**هذا وهو الصحيح**

یعنی صغیرہ غیر مشتہاہ کے ساتھ وطی کرنے سے جب کہ درمیان کا پردہ پھٹ کر دونوں راہیں ایک نہ ہوں اور محل جمع میں ایلاج ممکن ہو تو غسل واجب ہو جاتا ہے اور یہی صحیح ہے۔

ناظرین جس مسئلہ کو فقہا صحیح فرمائیں اس کا ذکر مفتی صاحب نے نہیں کیا، کیا یہ ہی انصاف ہے۔

اعتراض نمبر ۷:

## عضو پر کپڑا لپیٹ کر دخول پر غسل نہیں

**ولو لف علی ذکرہ خرقۃ واولج ولم ینزل وقال بعضھم لا یجب.** (ص۱۵ا ج۱)

''اگر اپنے عضو پر کپڑا لپیٹ کر دخول کرے اور انزال نہ ہو تو......تو بعضوں نے کہا (ہے) کہ (غسل واجب) نہیں ہوگا۔''

عرض' کیا یہ فتویٰ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح کے خلاف نہیں بینوا توجروا
(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۶)

جواب:

مفتی صاحب نے فتاویٰ عالمگیری کی عبارت نقل کرنے میں بد دیانتی کی ہے ہم پہلے پوری عبارت کا ترجمہ نقل کرتے ہیں پھر اصل مسئلہ کی وضاحت کریں گے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

''اگر اپنے عضو پر کپڑا لپیٹ کر دخول کرے اور انزال نہ ہو تو بعضوں نے کہا کہ غسل واجب ہوگا۔ اور بعضوں کا قول اور وہی اصح بھی ہے کہ اگر کپڑا ایسا پتلا ہو کہ فرج کی حرارت اور لذت محسوس ہو تو غسل واجب ہوگا۔ اور ایسا نہ ہو تو واجب نہ ہوگا۔ اور زیادہ احتیاط کا حکم یہی ہے کہ دونوں صورتوں میں غسل واجب ہوگا۔'' (فتاویٰ عالمگیری اردو ج۱ ص۲۲)

ناظرین فتاویٰ عالمگیری میں تو یہ لکھا ہے کہ غسل واجب ہوگا۔ اور حنفیوں کا مذہب بھی یہی ہے۔

درمختار میں ہے:(اولج حشفۃ) او قدرھا (ملفوفۃ بخرقۃ ان وجد لذۃ الجماع (وجب) الغسل (والا لا) علی الاصح والا حوط الوجوب.

(درمختار ص۱۱۱ ج۱ عربی)

یعنی حشفہ اور اس کی مقدار کپڑا لپیٹ کر داخل کیا اگر جماع کی لذت پائی تو غسل فرض ہوگیا۔( کیوں کہ حدیث پاک میں ہے اذا التقی الختانان و غابت الحشفة وجب الغسل (رد المحتار)

یعنی جب دونوں ختنے کے مقام چھو جائیں اور حشفہ غائب ہو جائے تو غسل واجب ہو گیا۔اس صورت میں حشفہ بھی غائب ہوگیا اور لذت کے احساس کی وجہ سے شرم گاہیں بھی چھو گئیں تو غسل فرض ہوگیا)

اور اگر حشفہ تو غائب ہو مگر کپڑے کی موٹائی کی وجہ سے لذت محسوس نہ ہوئی تو شرم گاہوں کا مس نہ پایا گیا، اس لیے کہ حدیث کی دونوں شرطوں میں سے ایک شرط نہ پائی جانے سے علی الاصح یعنی صحیح مذہب پر غسل واجب نہیں ہونا چاہیے مگر احتیاط اسی میں ہے کہ ایک شرط کی وجہ سے واجب ہی کہا جائے پس غسل واجب ہوگا۔

فقہ حنفی کا صحیح مسئلہ یہ ہوا کہ ایسی حالت میں غسل واجب ہوگا۔

## غیر مقلدین کا مذہب:

علامہ وحید الزماں تحریر فرماتے ہیں:

ولو لف الحشفة بخرقة ثم اولجها فان وجد لذة الجماع اغتسل والا لا. (نزل الابرار ص۲۴ ج۱)

”اگر حشفہ پر کپڑا لپیٹا پھر داخل کیا اگر جماع کی لذت پائی تو غسل کرے ورنہ نہیں۔“

اعتراض نمبر ۸:

## شبہ کی وجہ سے حد کا ساقط ہونا

قال محمد رحمه الله تعالٰی فی الاصل اربعة شهدوا علی رجل بالزنا فشهدا اثنان انه استكرهها وشهدا اثنان انها طاوعته قال ابو حنيفة رحمه الله

تعالٰی ادرأ عهنم الحدود جمیعًا یعنی الرجل والمرأة والشهود

(ص ۱۵۳ ج ۲)

”اگر دو شاہد کسی ملزم کے بارے میں یہ شہادت دیں کہ اس نے فلاں عورت پر مجرمانہ حملہ کیا مگر دوسرے یہ کہیں کہ اس نے اس جرم کا ارتکاب عورت کی رضا مرضی سے کیا ہے تو کسی پر حد کی سزا جاری نہ ہوگی۔“ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۶ مسئلہ نمبر ۱۶۵)

جواب:

مفتی صاحب نے عبارت کا ترجمہ درست نہیں کیا۔ سید امیر علی غیر مقلد نے جو فتاویٰ عالمگیری کا ترجمہ کیا ہے اس میں اس عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”چار مردوں نے ایک شخص پر زنا کی گواہی دی جن میں سے دو گواہوں نے کہا کہ اس مرد نے اس عورت کو باکراہ مجبور کر کے زنا کیا ہے اور دوسرے دو گواہوں نے کہا کہ اس عورت نے خود اس کو مطاوعت کی ہے تو امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ حد ان سب سے دور کر دی جائے گی۔ یعنی مرد و عورت و گواہوں سب سے رفع کی جائے گی۔“ (ج ۳ ص ۳۴۴)

قارئین اس ترجمہ میں اور مفتی صاحب کے ترجمہ میں کتنا فرق ہے۔

مفتی صاحب نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ عورت کی رضامندی کی صورت میں اگر زنا واقع ہو تو فتاویٰ عالمگیری کے مطابق حد زنا کی سزا قائم نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ یہ مطلب غلط ہے اور یہ تاثر گمراہ کن ہے۔ بلکہ صحیح مطلب عبارت مذکورہ کا یہ ہے کہ چونکہ ثبوت زنا کے لیے چار عادل گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۴۳)

اس جگہ سب گواہ عادل نہیں ہیں۔ ان میں سے دو یقیناً جھوٹے ہیں۔ کیوں کہ اگر عورت رضامند نہ تھی اور مرد نے اس پر زبردستی کی تو رضامندی و مطاوعت کے گواہ جھوٹے ہیں اور اگر رضامند تھی تو اکراہ و زبردستی کے گواہ جھوٹے ہیں۔ جب اس کیس میں چار عادل گواہ پیش نہیں کیے گئے تو زنا ثابت نہ ہوا۔ لہٰذا حد زنا کسی پر قائم نہیں کی جا سکتی۔

اعتراض نمبر ۹۔۳۲:

## دباغت دینے سے کھال پاک ہوجاتی ہے'

**کل اھاب دبغ دباغة...... حکمیة بالترتیب والتمشمیس والا لقاء فی الریح فقد طھر وجازت الصلوٰة فیه والوضوء منه الا جلد الاٰدمی والخنزیر ھٰکذا فی الزاھدی.** (ص۲۵ج۱)

''جس چمڑے کی حکمی دباغت کی جائے یعنی مٹی لگا کر یا دھوپ میں سوکھا کر یا ہوا میں ڈال کر تو پاک ہو جاوے تو اس پر نماز اور وضو اس کے ڈول سے جائز ہوگا مگر آدمی اور سور کے چمڑے کا یہ حکم نہیں یہ زاہدی میں لکھا ہے۔''

اس عبارت سے درج ذیل مسائل نکلتے ہیں۔

۲۰۔مثلاً کتے کی کھال رنگنے کی بجائے مٹی میں رگیدنے سے پاک ہو جاتی ہے اس پر نماز پڑھنی جائز ہے اور اس کے لوٹے میں وضو کرنا بھی جائز ہے۔

۲۱۔مٹی میں رگیدنے کے بجائے اگر دھوپ میں خشک کر لی جائے تو بھی پاک ہو جاتی ہے اور اس کے لوٹے اور مصلے بنانا جائز ہو جاتے ہیں۔

۲۲۔مٹی میں رگیدنے اور دھوپ میں خشک کرنے کے بجائے صرف ہوا میں خشک کر لی جائے تو بھی پاک ہو جاتی ہے اور لوٹے اور مصلے بھی بنائے جا سکتے ہیں۔

۲۳۔اس طرح اگر ریچھ کی کھال مٹی میں رگید لی جائے تو پاک ہو جاتی ہے اس کا لوٹا اور مصلے بنانا بھی جائز ہے۔

۲۴۔اگر مٹی میں رگیدنے کے بجائے دھوپ میں خشک کر لی جائے تو بھی پاک ہو جاتی ہے تو بھی پاک قرار پاتی ہے بلکہ اس کھال کے لوٹے مصلے بنانا بھی جائز ہے۔

۲۶۔بھیڑیے کی کھال بھی مٹی میں رگیدنے سے نہ صرف پاک ہو جاتی ہے بلکہ اس سے لوٹے مصلے بھی بنانے جائز ہو جاتے ہیں۔

۲۷۔رگیدنے کی جگہ اگر دھوپ میں خشک کر لی جائے تو بھی پاک ہو جاتی ہے۔

۲۸۔ رگیدنے اور دھوپ میں سوکھانے کے بجائے اگر صرف ہوا میں خشک کر لی جائے تو بھی پاک ہوجاتی ہے۔لوٹے مصلے بنانا بھی جائز ہے۔

۲۹۔ چیتے کی کھال کو بھی اگر مٹی میں رگید لیا جائے تو پاک ہو جاتی ہے اور لوٹوں اور مصلوں کے قابل ہوجاتی ہے۔

۳۰۔اور رگیدنے کے علاوہ دھوپ میں خشک کر لینے سے بھی پاک ہوجاتی ہے۔

۳۱۔اور اسی طرح رگیدنے اور دھوپ میں خشک کرنے کے بجائے ہوا میں بھی خشک کر کے پاک کی جاسکتی ہے۔لوٹے مصلے کے قابل!!

۳۲۔شیر کی کھال بھی مٹی میں رگیدنے سے پاک ہو جاتی ہے اور منقش دھاری دار پکے رنگوں والے لوٹے اور مصلے بھی بنانے جائز ہیں۔

۳۳۔شیر کی کھال دھوپ میں خشک کرنے سے پاک ہوجاتی ہے۔

۳۴۔اسی طرح صرف ہوا میں خشک کرنے سے پاک ہوجاتی ہے۔

۳۵۔اسی طرح لومڑ کی کھال بھی مٹی میں لتھیڑنے سے پاک ہو جاتی ہے اور لوٹے مصلے کے قابل قرار پاتی ہے۔

۳۶۔اسی طرح دھوپ میں سوکھانے سے بھی پاک ہوجاتی ہے۔

۳۷۔اسی طرح ہوا میں خشک کرنے سے بھی پاک ہوجاتی ہے۔

۳۸۔اسی طرح بندر کی کھال بھی مٹی میں رگید لینے سے نہ صرف پاک ہو جاتی ہے بلکہ جائے نماز اور وضو کے برتن بنانے بھی اس کھال سے جائز ہو جاتے ہیں۔

۳۹۔اسی طرح دھوپ میں خشک کر لینے سے بھی پاک قرار پاتی ہے۔

۴۰۔بندر کی کھال ہوا میں خشک کر لینے سے بھی پاک ہوجاتی ہے۔

۴۱۔اسی طرح بلی کی کھال بھی مٹی میں رگیدنے سے پاک ہوجاتی ہے۔

۴۲۔اسی طرح دھوپ میں خشک کرنے سے بھی پاک ہوجائے گی۔

۳۴۔اسی طرح ہوا میں خشک کرنے سے بھی پاک ہو جائے گی۔اور اس سے مصلے اور لوٹے بنانے جائز ٹھہریں گے اور اسی طرح گیدڑ کی کھال بھی تینوں طریقوں سے پاک ہو جاتی ہے۔

**نتیجہ:**

جب کتے اور دوسرے حرام جانوروں کی کھالیں تینوں طریقوں سے پاک ہو جاتی ہیں اور نماز اور وضو کے لیے ان کھالوں کا استعمال جائز ہے تو لامحالہ ان کی خرید وفروخت بھی جائز ہوتی ہے۔لہٰذا نتیجہ بالکل صاف ہے کہ اس فتاویٰ کو بطور اسلامی قانون کے پاکستان میں نافذ کرنے سے اسلامی معاشرہ کی تشکیل ہو یا نہ ہو اور اسلامی نظام کے مطلوبہ ثمرات حاصل ہوں یا نہ ہوں ہماری بلا سے تاہم معاشی مسائل بہت حد تک بڑی خوش اسلوبی سے بہر حال حل ہو جائیں گے۔(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۹ تا ۱۱)

**جواب:**

ان ۲۴ اعتراضوں کا اکٹھا جواب ملاحظہ فرمائیں:

امام مسلم نے مسلم شریف (کتاب الحیض) میں ایک باب قائم کیا ہے۔

((بَابُ طَهَارَةِ جُلُوْدِ الْمَيْتَةِ بِالدِّبَاغِ))

''باب مردہ جانور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔''

اس باب میں امام مسلم نے آٹھ احادیث نقل کی ہیں۔جن سے ثابت ہوتا ہے کہ دباغت سے کھال پاک ہو جاتی ہے۔

**حدیث نمبر ا:**

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی کو کسی نے ایک بکری صدقہ میں دی وہ مر گئی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پڑا ہوا دیکھا تو فرمایا تم نے اس کی کھال کیوں نہ لی دباغت کر کے کام میں لاتے۔لوگوں نے کہا یا رسول اللہ وہ مردار تھی۔

آپ ﷺ نے فرمایا مردار کا کھانا حرام ہے۔

**حدیث نمبر۲:**

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بیان کیا رسول اللہ ﷺ کی ایک بی بی رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک جانور پالا تھا وہ مر گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کی کھال کیوں نہ لی اس کو کام میں لاتے۔

**حدیث نمبر۳:**

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے۔ جب کھال پر دباغت ہوگئی تو وہ پاک ہے۔

**حدیث نمبر۴:**

ابو الخیر سے روایت ہے میں نے ابن وعلہ کو ایک پوستین (چمڑے کی قمیص یا کوٹ) پہنے دیکھا میں نے اس کو چھوا۔ انہوں نے کہا کیوں چھوتے ہو (کیا اس کو نجس جانتے ہو؟) میں نے عبداللہ سے کہا کہ ہم مغرب کے ملک میں رہتے ہیں وہاں بربر کے کافر اور آتش پرست بہت ہیں وہ بکری لاتے ہیں ذبح کر کے ہم تو ان کا ذبح کیا ہوا جانور نہیں کھاتے اور مشکیں لاتے ہیں اُن میں چربی ڈال کر۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس کو پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا دباغت سے پاک ہو جاتی ہے (یعنی چمڑے پر جب دباغت ہوگئی تو وہ پاک ہے اگرچہ کافر نے دباغت کی ہو)۔

**حدیث نمبر۵.**

ابن وعلہ سبئی سے روایت ہے میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا ہم مغرب کے ملک میں رہتے ہیں۔ وہاں مجوسی (آتش پرست) مشکیں لے کر آتے ہیں پانی کی ان میں چربی پڑی ہوتی ہے تو انہوں نے کہا کھا پی لو۔ میں نے کہا کیا تم اپنی رائے سے کہتے ہو؟ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ دباغت سے

کھال پاک ہو جاتی ہے۔

ناظرین ہم نے صرف مسلم شریف ہی کی پانچ روایات نقل کی ہیں۔اس مسئلہ پر بے شمار احادیث کتب احادیث میں موجود ہیں۔جن سے ثابت ہوتا ہے کہ دباغت سے کھال پاک ہو جاتی ہے۔

حدیث نمبر ۶:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردار کا صرف گوشت ( کھانا ) حرام فرمایا ہے اور باقی کھال اور بال اور اون ان ( کے استعمال ) کا کچھ حرج نہیں ہے۔( دارقطنی باب الدباغ )

حدیث نمبر ۷:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو مولیٰ ( غلام آزاد ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کہیں سفر کا ارادہ فرماتے تو گھر کے سب آدمیوں میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی آخری بات چیت ہوتی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے تشریف لاتے تو ( سب سے ) پہلے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنگ سے واپس تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے دروازہ پر پردہ یا ٹاٹ لٹکایا تھا اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما دونوں کو چاندی کے دو کنگن پہنائے تھے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تشریف لا کر دیکھا تو گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ آئے ( یعنی جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی ) تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے گمان کیا کہ آپ کو گھر میں تشریف لانے سے ان چیزوں نے روکا، دریافت کیا تو یہی معلوم ہوا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دروازہ سے پردہ نکالا پھر دونوں صاحبزادوں سے اس زیور کو بھی اتار لیا اور کاٹ کر ان کے سامنے ڈال دیا۔دونوں کے دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روتے ہوئے چلے گئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے وہ کٹے ہوئے ٹکڑے لے کر فرمایا اے ثوبان یہ جا کر فلاں گھر والوں کو دے آؤ کوئی تھے مدینے میں پھر فرمایا یہ لوگ میرے اہل

بیت ہیں (یعنی فاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم) میں برا جانتا ہوں کہ یہ اپنے مزے دنیا ہی میں لوٹ لیں، اے ثوبان فاطمہ کے لیے ایک ہار پٹھوں کا خرید لے اور دو کنگن ہاتھی دانت کے۔(ابو داؤد، باب فی الانتفاع بالعاج، کتاب الترجل)

علامہ وحید الزمان غیر مقلد اس کے فائدہ میں لکھتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہاتھی دانت پاک ہے اور اس کا استعمال درست ہے۔ بخاری میں ہے کہ علمائے سلف اس سے کنگھی کرتے تھے اور اس میں تیل رکھتے تھے۔

(ابوداؤد مترجم جلد سوم ص ۲۹۸ مطبوعہ اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مردار کی ہڈی پاک ہے۔

## حدیث نمبر۸:

سیدہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہماری ایک بکری مرگئی۔ تو ہم نے اس کی کھال کو رنگا پھر ہم اس میں ہمیشہ نبیذ بناتے۔ حتی کہ وہ پرانی ہوگئی۔

(نسائی باب جلود المیتة)

## حدیث نمبر۹:

سلمہ بن محبق سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں ایک عورت سے پانی منگوایا۔ اس عورت نے عرض کیا کہ میرے پاس پانی تو مردہ جانور کی مشک میں بھرا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا تو نے اس کی دباغت کی تھی؟ اس عورت نے عرض کیا ہاں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو یہ دباغت سے پاک ہوگئی۔ (نسائی باب جلود المیتة)

یہ نو احادیث ہم نے نقل کی ہیں جن میں واضح طور پر یہ حکم موجود ہے کہ ہر قسم کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔

## ایک مسئلہ کی وضاحت:

اب مسئلہ یہ رہ جاتا ہے کہ دباغت کس کس چیز کے ساتھ دی جاسکتی ہے اور اس کا

طریقہ کیا ہے۔

اس کا عام فہم اور آسان جواب یہ ہے کہ جس چیز سے بھی دباغت حاصل ہو جائے اس سے دباغت دینا درست ہے اور جس طرح آسانی ہو وہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ اصل چیز دباغت دینا ہے۔

احادیث میں بعض اشیاء کا ذکر بھی ملتا ہے۔ جیسا کہ امام نسائی نے ایک باب باندھا ہے (مَا يُدْبَغُ بِهِ جُلُوْدُ الْمَيْتَةِ) مردار کی کھال کو کس چیز سے پاک کیا جائے۔ پھر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نقل کی ہے۔

**حدیث نمبر ۱۰:**

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قریش کے بعض لوگ نکلے اور وہ ایک بکری کو گدھے کی طرح گھسیٹ رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اس کی کھال اتار لیتے تو اچھا ہوتا۔ انہوں نے عرض کیا یہ مردار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے پانی اور قرظ پاک وصاف کر دیتا ہے۔

نوٹ: قرظ ایک گھاس یا چھال ہے جس سے چمڑا کو دباغت دیتے ہیں۔

**(نسائی باب ما یدبغ به جلود المیتة)**

**حدیث نمبر ۱۱:**

امام بخاری نقل کرتے ہیں:

**وَقَالَ حَمَّادٌ لَا بَأْسَ بِرِيْشِ الْمَيْتَةِ**

اور حماد نے کہا مردار پرندے کے پر میں کوئی حرج نہیں۔

**(بخاری، باب ما یقع من النجاسات فی السمن والماء، کتاب الوضوء الطهارة)**

**حدیث نمبر ۱۲:**

جائے گا اور مردار کے پر سے کوئی حرج نہیں۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۲۰۶)

## حدیث نمبر ۱۳:

امام بخاری نقل کرتے ہیں:

**وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِيْ عِظَامِ الْمَوْتٰى نَحْوَ الْفِيْلِ وَغَيْرِهٖ اَدْرَكْتُ نَاسًا مِنْ سَلَفِ الْعُلَمَاءِ يَمْشِطُوْنَ بِهَا وَيَدَّهِنُوْنَ فِيْهَا لَا يَرَوْنَ بِهٖ بَاْسًا**

اور زہری نے مردار مثلاً ہاتھی وغیرہ کی ہڈیوں کے متعلق کہا میں نے متقدمین علماء کو پایا وہ اس سے کنگھی کرتے تھے اور اس میں تیل رکھتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (بخاری، کتاب الوضوء الطهارة، باب ما يقع من النجاسات)

## حدیث نمبر ۱۴:

امام بخاری نقل کرتے ہیں:

**وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ وَاِبْرَاهِيْمُ وَلَا بَاْسَ بِتِجَارَةِ الْعَاجِ**

اور ابن سیرین اور ابراہیم نے کہا: ہاتھی کے دانت کی تجارت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (بخاری، باب ما يقع من النجاسات، مصنف عبدالرزاق ص ۲۱۱)

## حدیث نمبر ۱۵:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزہ سے وضو کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ یہ مردار جانور کا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو دباغت دینے سے اس کی گندگی، نجاست اور پلیدی دور ہو جاتی ہے۔

(صحيح ابن خزيمة ج ۱ ص ۶۰ رقم ۱۱۴، باب الرخصة فى الوضوء من الماء يكون فى جلود الميتة اذا دبغت. والمستدرك على الصحيحين ج ۱ ص ۲۶۵ حدیث نمبر ۵۷۴۔ والسنن الكبرىٰ للبيهقى ج ۱/ ۱۷، حدیث نمبر ۵۱ وجلد نمبر ۱ ص ۱۱۰، حدیث نمبر ۵۳۴۔ ومسند احمد ج ۱ ص ۲۳۷ حدیث نمبر ۲۱۱۷)

تعجب ہے مفتی صاحب کو یہ خیال نہیں آیا کہ میں یہ اعتراض عالمگیری پر کر رہا ہوں یا رسول کریم ﷺ پر۔ فتاویٰ عالمگیری نے وہی کہا ہے جو حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے پھر اگر یہ گندا مسئلہ ہے تو شرم کرو کہ اس کی نوبت کہاں تک پہنچی ہے؟

تمہارا مولوی وحید الزماں بڑا پکا غیر مقلد، تقلید کو برا کہنے والا، صحاحِ ستہ کا ترجمہ کرنے، قرآن مجید کی تفسیر لکھنے والا اور فقہ محمدی لکھنے والا، کتے، درندے، بھیڑیئے تو ایک طرف خنزیر کے چمڑے کو بھی دباغت سے پاک لکھتا ہے۔

فقہاء رحمہم اللہ نے تو خنزیر کو مستثنیٰ کیا ہے مگر یہ حضرت تو اس کو بھی مستثنیٰ نہیں کرتے۔ چنانچہ نزل الابرار کے ص۲۹ ج اول میں لکھتے ہیں:

**ایما اھاب دبغ فقد طھر ومثلہ المثانۃ والکرش واستثنیٰ بعض اصحابنا جلد الخنزیر والادمی الصحیح عدم الاستثناء.**

کہ جس چمڑے کو دباغت دی جائے پاک ہو جاتا ہے مثانہ اور اوجری میں بھی اسی طرح ہے۔ ہمارے بعض اصحاب نے خنزیر اور آدمی کو مستثنیٰ کیا ہے۔ حالانکہ صحیح یہ ہے کہ یہ بھی مستثنیٰ نہیں۔

جب آپ کے بڑے یہی مسئلہ لکھتے ہیں تو آپ حنفیہ کو کیوں آنکھیں دکھاتے ہیں۔ پہلے اپنے گھر کی خبر لیجیے۔ اپنے وحید الزمان پر اعتراض کیجیے۔ آپ یہی کہیں گے کہ ہم وحید الزمان کے مقلد نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ تم ان کے فتاویٰ پر بلا دلیل عمل کرتے ہو یا نہیں؟ اگر کہو کہ نہیں تو بالکل غلط ہے۔ مولانا ثناء اللہ ایڈیٹر اہل حدیث کے کئی ایسے فتاویٰ ہیں جن پر انہوں نے کوئی دلیل نہیں لکھی مگر پوچھنے والوں نے ان کو مان لیا۔

کیا مولوی وحید الزمان، نواب صدیق حسن وغیرہ غلطی نہیں کر سکتے؟ تو کیا وجہ ہے کہ ان مسائل پر تو بلا تحقیق عمل کیا جائے اور ائمہ احناف کے مسائل پر تنقید ہی تنقید روا رکھی جائے۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ آپ لوگ برائے نام غیر مقلد ہیں۔

اعتراض نمبر ۳۳:

## ذبح سے پاک ہونا

وما طهر جلدة بالدباغ طهر جلدة بالزكاة و كذالك جميع اجزائه تطهر بالزكاة الا الدم وهو الصحيح من المذاهب كذا في المحيط

(ص ۴۳ ج ۱)

"اور جس (جانور) کا چمڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے اس کا چمڑا ذبح سے بھی پاک ہو جاتا ہے اور اسی طرح خون کے سوا تمام اجزا پاک ہو جاتے ہیں۔"

وضاحت:

یعنی کتا پکڑا اسے ذبح کیا بس اس کے خون کے سوا کھال سمیت اس کے تمام اجزا پاک ہو جاتے ہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۱۱-۱۲)

جواب:

شریعت نے پاک ہونے کے لیے دو قاعدے بیان کیے ہیں ایک چمڑے کو دباغت کیا جائے تو پاک ہو جاتا ہے چنانچہ اوس کی بحث گزر چکی دوسرا قاعدہ پاک ہونے کے واسطے ذبح کرنا ہے۔ اگر بکری، اونٹ، گائے، بیل بھیڑ، دنبہ، ہرن وغیرہ کو شریعت کے قاعدہ کے مطابق ذبح کیا جائے تو پاک بھی ہو جاتا ہے اور حلال بھی ہوتا ہے۔ اس کے پاک ہونے کی وجہ یہی ہے کہ جو رطوبت نجسہ اور دم مسفوح (بہنے والا خون) ناپاک ہے، ذبح کرنے سے نکل جاتا ہے جو قرآن واحادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ الا ما ذکیتم تمہارے لیے وہ جانور حلال و پاک ہیں جن کو تم شرعی قاعدے سے ذبح کرو۔

چونکہ جانور دو قسم کے ہیں ایک حلال، دوسرے حرام۔ اسی طرح ایک حلت ہے اور ایک طہارت اور ایک حرمت اور ایک نجاست۔ اگر کسی حلال جانور کو شریعت کے قاعدے سے ذبح نہ کیا جائے تو وہ حرام اور ناپاک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی حرام جانور کو کسی

شرعی طریق سے ذبح کیا جائے تو گو اس میں حلت نہیں ہوتی مگر دوسرا وصف جو پاکی ہے، رطوبت نجسہ کے دور ہونے کی وجہ سے ثابت ہو جاتی ہے اس بنا پر جن جانوروں کا گوشت کھایا نہیں جاتا اون کے چمڑے ذبح کرنے سے پاک ہو جاتے ہیں اور ان پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ کیوں کہ ذبح کرنا اس کو میتہ کرنا نہیں ہے تا کہ اس پر نجس ہونے کا حکم لگایا جائے۔

آنحضرت ﷺ نے مردار کے چمڑے کو دباغت دینے کے بعد پاک فرمایا ہے اور اس کے واسطے طہارت کا حکم دیا ہے۔

حدیث:

**عن عائشة عن النبی صلی الله علیه و سلم قال طهور کل أدیم دباغه إسناد حسن کلهم ثقات** (دار قطنی ص ۱۸ ج ۱)

حدیث:

**عن عائشة عن النبی صلی الله علیه و سلم قال ذکاة المیتة دباغها** (دار قطنی ص ۱۷ ج ۱)

حدیث:

**وقال دباغها ذکاة له.** (دار قطنی ص ۱۷ ج ۱)

حدیث:

**الا دبغتموه فانه ذکاة له.** (دار قطنی ص ۱۷ ج ۱)

آنحضرت ﷺ نے ان روایات میں دباغت اور زکوٰۃ کو جس کو ذبح بھی کہتے ہیں اور طہارت بھی ایک فرمایا ہوا ہے جو فائدہ ذبح کرنے سے حاصل ہوتا ہے وہی دباغت سے حاصل ہوتا ہے۔

جس طرح دباغت کے ذریعہ سے اجزاء نجس اور رطوبات زائل ہو جاتے ہیں، اسی طرح ذبح کرنے سے نجس اجزاء زائل ہو جاتے ہیں۔ پس ایسے ذبیحہ کی طہارت میں جو نجس

العین نہ ہو بنا بر روایات مذکورہ کے کوئی شک نہیں کیوں کہ دونوں دباغت اور ذبح جب ازالہ رطوبات نجسہ میں شریک ہیں تو طہارت میں بھی شریک ہوں گے تفریق بغیر دلیل تحکم پر مبنی ہے۔

## غیر مقلدین سے سوال:

جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہے اگر اون کو بسم اللہ کہہ کر شرعی طریق سے کوئی ذبح کر دے تو مفتی صاحب فرمایئے کہ وہ ناپاک رہیں گے یا پاک ہو جائیں گے۔ اگر صورت اول ہے تو اس کے لیے کوئی صریح صحیح حدیث پیش کریں کہ وہ ناپاک ہی رہتے ہیں۔ اگر پاک ہو جاتے ہیں تو آپ اپنے مذہب کے صحیح ہونے کے واسطے حدیث صحیح پیش کریں اور پھر وہی ہماری دلیل ہوگی اور آپ کا شور وغل مچانا بے کار ہوگا۔ لیکن اس کا خیال رہے کہ عام لوگوں کو دھوکہ میں نہ ڈالیے گا کہ یہ لوگ پاک کہتے ہیں تو حلال بھی ہونا چاہیے۔ حلال ہونا اور چیز ہے اور پاک ہونا اور شے ہے۔ دونوں میں فرق ہے ایک چیز شرع سے پاک ہے لیکن حلال نہیں ہوتی۔

پھر حنفیہ مطلقاً ذبح کو طہارت نہیں کہتے بلکہ اس کے لیے صحیح قول کی بنا پر ذبح شرعی کی شرط لگائی ہوئی ہے کہ ذبح کرنے والا مسلمان یا اہل کتاب ہو بسم اللہ کہہ کر ذبح کرلے جو محل ذبح ہے اسی پر فعل ذبح واقع ہو اگر ان میں سے ایک امر بھی مفقود ہوگا تو طہارت کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

اسی طرح محققین حنفیہ نے تصریح کی ہے اس ذبح سے فقط چمڑا اس کا پاک ہوتا ہے باقی اور اجزا جن میں حیات حلول کیے ہے پاک نہیں ہوتے لیکن اول راجح ہے ساتھ ہی ساتھ اس کی بھی تصریح ہے کہ جو جانور نجس العین ہیں وہ ذبح سے پاک نہیں ہوتے اسی طرح یہ بھی مصرح ہے کہ جن کا چمڑا دباغت کو قبول نہیں کرتا وہ بھی ذبح کرنے سے پاک نہیں ہوتے۔

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

البحث عما لا یوجد فیہ نص علی قسمین احدھما ان یبحث عن دخولہ فی دلالۃ النص علی اختلاف وجوھا فھذا مطلوب لا مکروہ بل ربما کان فرضا علی من تعین علیہ من المجتھدین.

(نیل الاوطار ص ۳۲۴ ج ۸)

اعتراض نمبر ۳۴:

## کتا نجس عین نہیں

والصحیح ان الکلب لیس بنجس العین فلا یفسد لمآء ما لم یدخل فاہٗ ھکذا فی التبیین. (ص ۱۹)

اور صحیح یہ ہے کہ کتا نجس العین نہیں جب تک اس کا منہ (پانی میں) داخل نہ ہوا ہو پانی نجس نہیں ہوتا یہ تبیین میں لکھا ہے۔ (ص ۳۲ ج ۱)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۱۳)

جواب:

کتے کے نجس العین ہونے پر کوئی دلیل نہیں اگر ہے تو پیش کرو زمانہ نبوی میں کتے برابر مسجد نبوی میں آتے جاتے رہتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو کبھی کتوں کو مسجد سے روکا، اور نہ ان کی آمدورفت کی جگہ کبھی دھلوائی اور صاف کرائی۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

کانت الکلاب تقبل وتدبر فی المسجد فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یرشون شیئا من ذلک.

تنبیہ:

کتے کے نجس العین نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ زندہ کتا نجس نہیں ہے اور اس کی کھال

دباغت سے پاک ہو سکتی ہے۔ دیکھو شامی ج ۱ ص ۱۴۶، ہاں اس کا گوشت، خون، لعاب ناپاک ہیں۔ (شامی ص ۱۴۵ ج ۱)

مندرجہ بالا عبارت سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ کتا نجس نہیں، معترض اتنا بے خبر ہے کہ نجس اور نجس العین میں فرق نہیں جانتا، بعض فقہاء ﷭ نے کتے کو نجس العین بھی لکھا ہے اور نجس العین نہ ہونے کی بھی روایت ہے۔ کتا نجس العین نہ سہی، نجس تو ہے۔ اس کا گوشت اور خون بالاتفاق پلید ہے۔

لو ہم تمہارے پیشواؤں سے دکھا دیتے ہیں کہ وہ کتا کو پلید ہی نہیں سمجھتے۔ علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں:

**دم السمك طاهر و كذا الكلب وريقه عند المحققين من اصحابنا**

(نزل الابرار ج ۱ ص ۳۰)

"ہمارے محققین کے نزدیک مچھلی کا خون پاک ہے۔ اسی طرح کتا اور اس کا لعاب (بھی پاک ہے)۔

امام بخاری بھی ان محققین میں ہیں جو کتے کو پاک سمجھتے ہیں۔

عرف الجادی کے ص ۱۰ میں تصریح ہے کہ کتے کے ناپاک ہونے میں کوئی دلیل نہیں، نواب صدیق حسن بھی بدور الاہلہ میں کتے کو پاک لکھتا ہے۔ تو یہ مسئلہ بھی غیر مقلدین کے اپنے ہی گھر سے نکل آیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری جلد اول ص ۱۳۸ میں مالکیہ کا مذہب نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں

**لكون الكلب طاهر عندهم**

"کہ کتا مالکیہ کے نزدیک پاک ہے۔"

امام شعرانی میزان الکبریٰ میں لکھتے ہیں:

**ومن ذالك قول الامام الشافعي واحمد وابي حنيفة بنجاسة الكلب**

مع قول الامام مالك بطهارته

''دوسرا قول وہ ہے جس کے امام شافعی اور امام احمد اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ قائل ہیں اور وہ یہ ہے کہ کتا نجس ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کا قول اس کے پاک ہونے کا مخالف ہے۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری جلد ۱ ص ۱۴۰ میں نقل کرتے ہیں:

و انما نساق المصنف هذا الحديث هنا ليستدل به مذهبه في طهارة سؤر الكلب

''یعنی امام بخاری اس حدیث کو اس لیے لائے ہیں تاکہ کتے کے جوٹھے کے پاک ہونے پر اپنے مذہب کے لیے استدلال کریں۔''

کہیے جناب امام مالک اور امام بخاری کے متعلق کیا خیال ہے اور اپنے وحید الزمان اور نواب صدیق حسن خان اور نواب نور الحسن خان کے بارے میں کیا رائے ہے؟ لیکن افسوس کہ آپ کو تو صرف اور صرف امام اعظم سے ہی بغض وعناد ہے۔

اعتراض نمبر ۳۵:

## صاف چکنے پتھر پر تیمم جائز ہے اگر یہ دھلا ہوا بھی ہو

وبالحجر عليه غبارا ولم يكن بان كان مغسولا او املس مدقوقًا او غير مدقوق كذا في قاضي خان. (ص ۲۷ ج ۱)

''اور پتھر پر تیمم جائز ہے خواہ اس پر غبار ہو یا نہ ہو مثلاً دھلا ہوا ہو یا چکنا ہو خواہ پسا ہوا ہو یا بے پسا ہو۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۱۵)

جواب:

کیا تمہارے پاس کوئی حدیث ہے جس میں یہ حکم ہو کہ ان اشیاء پر تیمم درست نہیں۔ اگر ہے تو بیان کرو ورنہ اپنا اعتراض واپس لو۔

سنیے! ہدایہ شریف میں اس کی دلیل موجود ہے۔ یعنی

ان الصعید اسم لوجه الارض

''صعید مٹی ہی کو نہیں کہتے بلکہ صعید روئے زمین کا نام ہے۔

علامہ عینی شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں۔

لان الصعید لیس التراب انما هو وجه الارض ترابا کان او صخرا لاتراب علیه او غیره

''کیوں کہ صعید مٹی نہیں بلکہ روئے زمین ہے، مٹی ہو یا پتھر جس پر مٹی نہ ہو یا اس کا غیر ہو۔

اور حدیث بخاری و مسلم میں آیا ہے، رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

جعلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا

''کہ میرے لیے جنس زمین کو مسجد اور طہور بنایا گیا۔''

ایک حدیث میں آیا ہے ''التراب طهور المسلم''

علامہ عینی شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

هذا الذی ذکره فی الحقیقة استدلال لابی حنیفة ومحمد علی جواز التیمم بجمیع اجزاء الارض لان اللام فیها للجنس فلا یخرج شیء منها وکان الارض کلها جعلت مسجدا وما جعل مسجدا هو الذی جعل طهورا (عینی ج ا ص ۳۱۱)

''درحقیقت اس میں ابوحنیفہ ومحمد کی دلیل ہے کہ زمین کے جمیع اجزاء کے ساتھ تیمم جائز ہے۔ کیوں کہ اس میں ''لام'' جنس کے لیے ہے تو کوئی چیز اس لیے خارج نہ ہوگی اور سب زمین مسجد بنائی گئی ہے تو جو مسجد بنائی گئی وہی پاک کرنے والی بنائی گئی۔''

تو اس سے تیمم بھی درست ہوا۔ کیوں کہ ریت، چونہ، پتھر اور گچ یہ سب چیزیں مسجد ہیں اور ان پر نماز جائز ہے جن پر نماز پڑھنا جائز ہوا، ان پر تیمم کرنا بھی جائز ہے۔

نواب حسن صدیق بھوپالی روضۃ الندیہ کے ص ۳۹ میں لکھتے ہیں:

قال فی القاموس والصعید التراب او وجه الارض انتہی والثانی هو الظاهر من لفظ الصعید لانه ما صعد ای علا وارتفع علی وجه الارض وهذه الصفة لا تختص بالتراب ویوید ذالك حدیث جعلت لی الارض مسجدا وطهورا

''قاموس میں ہے کہ صعید تراب ہے یا روئے زمین، اور دوسرا معنی لفظ صعید سے ظاہر ہے۔ صعید وہ ہے جو بلند ہوا ور زمین کے اوپر ہو۔ اور یہ صفت یعنی روئے زمین پر ہونا مٹی کے ساتھ مختص نہیں (کہ تیمم اسی کے ساتھ مختص ہو) اور حدیث جعلت لی الارض مسجدا و طهورا بھی اس کی تائید کرتی ہے۔''

عرف الجادی میں ہے:

تخصیص صعید بتراب ممنوع است
صعید کی تخصیص مٹی سے کرنا صحیح نہیں

معلوم ہوا کہ قرآن حکیم نے تیمم کے لیے صعیدا طیبا فرمایا ہے۔ صعید روئے زمین کو کہتے ہیں اور روئے زمین میں ہر جگہ مٹی نہیں ہوتی۔ ریگستان میں ریت ہے، پتھریلی زمین میں پتھر ہے۔ لہٰذا ہر وہ چیز جو جنس زمین سے ہوگی اس پر تیمم جائز ہے۔

اس مسئلہ کو جس کا ماخذ قرآن وسنت ہے، خلاف عقل ونقل قرار دینا فرقہ غیر مقلدین کا خاصہ ہے۔

اعتراض نمبر ۳۶:

## ایک مثقال نجاست مغلظہ کی چھوٹ

وهی نوعان الاول المغلظة وعفی منه قدر الدرهم والصحیح ان یعتبر بالوزن فی النجاسة المتجسدة وهو ان یکون وزنه قدر الدرهم الکبیر المثقال. (ص۴۵ ج۱)

"نجس چیزیں دو قسم ہیں اول مغلظ وہ بقدر درہم کے عفو (معاف) ہے اور درہم کے اعتبار میں روایتیں مختلف ہیں صحیح یہ ہے کہ اگر جسم دار نجاست ہوتو وزن کا اعتبار کریں اور وہ یہ ہے کہ وزن اس کا درہم کبیر کے برابر ہو جو ایک مثقال ہوتا ہے۔ اور مثقال بیس قیراط ہوتا ہے۔" (ص ۸۳ ج ۱)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۱۵)

**جواب:**

بے شک فقہاء نے ایسا لکھا ہے لیکن یہ معافی بہ نسبت صحت نماز ہے نہ بہ نسبت گناہ کے۔ یعنی اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایسا کرنے والے کو گناہ بھی نہیں۔ خود فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ ایسا کرنا مکروہ تحریمہ ہے۔

در مختار میں ہے۔

**عفا الشارع عن قدر درهم وان كره تحريما فيجب غسله (درمختار)**

شارع نے قدر درہم معاف کیا ہے اگرچہ مکروہ تحریمہ ہے پس اس کا دھونا واجب ہے۔

معلوم ہوا کہ جس کپڑے کو بقدر درہم نجاست لگی ہوگی۔ اس میں نماز پڑھنا ہمارے نزدیک مکروہ تحریمہ ہے۔ اس کا دھونا واجب اور نماز کا اعادہ واجب ہے۔

**كما قال الشيخ عبدالحئ لكهنوى فى عمدة الرعاية (ص ۱۵۰ ج ۱)**

**اشار الى ان العفو عنه بالنسبة الى صعة الصلوة به فلا ينافى الاثم.**

"کہ یہ معافی بہ نسبت صحت نماز ہے نہ یہ کہ اس کو گناہ نہیں۔"

اور یہ اجازت ہی اس صورت میں ہے کہ دھونے کے لیے پانی یا دوسرا پاک کپڑا نہ ملے۔ اگر پانی میسر ہے اور وقت کی گنجائش بھی ہے تو اسے دھو لینا چاہیے۔

چنانچہ فتاویٰ غیاثیہ ص ۱۳ میں ہے۔

دخل فی الصلوٰۃ فری فی ثوبہ نجاسۃ اقل من قدر الدرھم و کان فی الوقت سعۃ فالافضل ان یقطع او یغسل الثوب ویستقبلھا فی جماعۃ اخری وان فاتتہ ھذہ لیکون مؤدیا فرضہ علی الجواز بیقین فان کان علمًا للماء او لم یکن فی الوقت سعۃ اولا یرجو جماعۃ اخری مضی علیھا وھو الصحیح.

''یعنی نماز شروع کی تو دیکھا کہ کپڑے میں قدر درہم سے کم نجاست ہے اور وقت میں فراخی ہے تو افضل یہ ہے کہ نماز قطع کرے کپڑا دھو ڈالے اور دوسری جماعت میں نئے سرے سے شروع کرے اگرچہ یہ جماعت اس کی فوت بھی کیوں نہ ہو جائے۔ تاکہ اس کے فرض یقینا ادا ہو جائیں اور اگر پانی نہیں یا وقت میں وسعت نہیں یا دوسری جماعت ملنے کی امید نہیں تو اسی کے ساتھ نماز پڑھ لے۔

امام طحطاوی فرماتے ہیں:

المراد عفا عن الفساد بہ والا فکراھۃ التحریم باقیۃ اجماعا ان بلغت الدرھم وتنزیھا ان لم تبلغ. (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۹۰)

''یعنی عفو سے مراد ہے کہ نماز فاسد نہیں ورنہ کراہت تحریمی اجماعاً باقی رہتی ہے اگر درہم کو نجاست پہنچے اگر درہم سے کم ہو تو کراہت تنزیہی رہتی ہے۔''

معلوم ہوا کہ اگر بقدر درہم نجاست کے ساتھ نماز پڑھے گا تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ جس کا اعادہ واجب اور کپڑے کا دھونا واجب ہے۔

پس دیانت کا تقاضا تو یہ تھا کہ معترض ان تمام باتوں کو بھی لکھتا پھر اعتراض کرتا تاکہ ناظرین کو اصل مذہب کا پتہ لگ جاتا۔ مگر یہاں تو عوام کو صرف مغالطہ میں ڈال کر مذہب حنفی سے بیگانہ کرنا مقصود تھا۔ دیانت سے کیا کام؟ جب اصل مسئلہ معلوم کر چکے تو اس معافی کا ماخذ بھی معلوم کر لینا چاہیے۔ یہ معافی فقہاء نے استنجاء بالاحجار سے اخذ کی ہے کیوں کہ ظاہر ہے پتھر ڈھیلے مزیل نجاست نہیں ہیں بلکہ مخفف اور منشف ہیں تو موضع غائط کا نجس

ہونا شریعت نے نماز کے لیے معاف کیا ہے اور وہ قدر درہم ہوتا ہے۔ اس لیے فقہاء نے نماز کے لیے بقدر درہم معاف لکھا ہے۔

امام نووی شرح صحیح مسلم میں حدیث اذا استیقظ احدکم من منامه کے بعض فوائد میں سے لکھتے ہیں:

منها ان موضع الاستنجاء لا يطهر بالاحجار بل يبقى نجسا معفوا عنه في حق الصلوة. (نووی ص ۱۳۶)

''یعنی بعض فوائد میں سے یہ ہے کہ استنجاء کی جگہ پتھروں سے پاک نہیں ہوتی بلکہ نجس رہتی ہے جو نماز کے حق میں معاف ہے۔''

اسی طرح حافظ ابن حجر فتح الباری پارہ نمبرا میں لکھتے ہیں ہدایہ شریف میں ہے:

قدرناه بقدر الدرهم اخذا عن موضع الاستنجاء (ص ۵۸)

''کہ وہ قلیل نجاست جو کہ عفو ہے ہم نے اس کا اندازہ بقدر درہم رکھا اور اس کا ماخذ استنجاء کی جگہ (کا معاف ہونا ہے)''

علامہ شامی فرماتے ہیں:

قال في شرح المنية ان القليل عفوًا جماعًا اذا الاستنجاء بالحجر كاف بالاجماع وهو لا يستامل النجاسة والتقدير بالدرهم مروى عن عمر و علي وابن مسعود وهو مما لا يعرف بالرائے فيحمل على السماع اه وفي الحلية القدير بالدرهم وقع على سبيل الكناية عن موضع خروج الحدث من الدبر كما افاده ابراهيم النخعي بقوله انهم استكرهوا ذكر المقاعد في مجالسهم فكنوا عنه بالدرهم ويعضده ما ذكره المشائخ عن عمر انه سئل عن القليل من النجاسة في الثوب فقال اذ كان مثل ظفرى هذا يمنع جواز الصلوة قالوا وظفره كان قريبا من كفنا اه. (شامی ص ۲۳۱ ج ۱)

''شرح منیة میں کہا ہے کہ نجاست قلیل اجماعاً معاف ہے کیوں کہ پتھروں سے

استنجاء کرنا بالاجماع کافی ہے اور وہ نجاست کو بالکل ختم نہیں کرتا۔ اور درہم کا اندازہ حضرت عمر و علی و ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے چونکہ اس میں رائے کا دخل نہیں اس لیے سماع پر محمول ہوگا۔ اور حلیۃ میں ہے کہ درہم کا اندازہ بطور کنایہ ہے دبر سے جیسے کہ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اپنے مجالس میں مقاعد کا ذکر برا سمجھا تو کنایۃً درہم سے تعبیر کیا۔ اور اسی کی تائید کرتا ہے جو مشائخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر سے جب قلیل نجاست کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا جب میرے ناخن کے مثل ہو تو نماز کے جواز کو منع نہیں کرتا۔ کہتے ہیں کہ آپ کا ناخن ہماری ہتھیلی (کے مقر) کے برابر تھا۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ قدر درہم بھی صحابہ سے مروی ہے۔ وللہ الحمد

اعتراض نمبر ۳۷:

## پلید انگلی چاٹنے سے پاک

**اذا اصابت النجاسة بعض اعضائه ولحسها بلسانه حتی ذهب اثرها يطهر.** (ص ۴۵ ج ۱)

''اگر کسی عضو پر نجاست لگ جاوے اور اس کو زبان سے چاٹ لے یہاں تک کہ اس نجاست کا اثر جاتا رہے تو پاک ہو جاوے گا۔'' (ص ۸۳ ج ۱)

سبحان اللہ غذا کی غذا، لذت کی لذت، پاکی کی پاکی، مزا مفت، مفت را چہ باید گفت۔

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۱۶)

اعتراض نمبر ۳۸:

## پلید چھری چاٹنے سے پاک

**وكذا السكين اذا تنجس فلحسه بلسانه او مسحه بريقه هكذا في فتاوى قاضي خان.** (ص ۴۵ ج ۱)

''اور اسی طرح اگر چھری نجس ہو جاوے اور اس کو زبان سے چاٹ لے یا اپنا تھوک

لگا کر اس کو پونچھ لے تو پاک ہو جاوے گی۔" (ص ۸۳ ج ۱)

سبحان اللہ، ناشتے کا ناشتہ اور چھری بھی پاک اور مزا مفت۔

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۱۶)

اعتراض نمبر ۳۹:

## پلید کپڑا چاٹنے سے پاک

ولو لحس الثوب بلسانہ حتی ذھب الاثر فقد طھر. (ص ۴۵ ج ۱)

"اگر کپڑے کو زبان سے چاٹے، یہاں تک کہ نجاست کا اثر جاتا رہے تو پاک ہو جاوے گا۔" (ص ۸۳ ج ۱)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۱۶)

جواب:

ان تینوں اعتراضوں کا اکٹھا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

غیر مقلدین نے اپنی ناقص الفھمی کی بنا پر فتاویٰ عالمگیری کی عالمی حیثیت نہیں سمجھی یہ فتاویٰ بفضلہ تعالیٰ عالمی فتاویٰ ہے۔ اس میں وہ تمام مسائل حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو عالم اسلام میں عموماً یا خصوصاً پیش آتے رہتے ہیں یا آ سکتے ہیں تا کہ مملکت اسلامیہ کے قاضی صاحبان ان سے استفادہ کر کے ان سے نادر سے نادر واقعات و مقدمات کا حل دریافت کر سکیں۔ دنیائے عالم میں جہاں عاقل بالغ آباد ہیں وہاں پاگل اور بچے بھی رہتے ہیں۔ ان کی وجہ سے بھی کئی مسئلے جنم لیتے رہتے ہیں۔ مندرجہ بالا مسئلہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے ہاتھ کی کسی انگلی پر اگر پیشاب یا شراب یا خون لگ جائے تو انگلی لو اس نجاست سے صاف کرنے کے لیے پانی ہی استعمال کیا جاتا ہے مگر بچوں اور پاگلوں سے یہ امید نہیں رکھی جا سکتی کہ وہ اس نجاست کو پانی سے ہی صاف کریں گے بلکہ یہاں ممکن ہے کہ بجائے انگلی دھونے کے اسے چاٹ لیں۔ (العیاذ باللہ) اور چاٹنے کے بعد وہی انگلی کسی شخص کے

پانی میں ڈبو دیں اور وہ شخص اسلامی عدالت میں اس نوعیت کا مقدمہ دائر کر دے کہ میں پچاس روپے کا پانی خرید کر مٹکے میں ڈالا تھا فلاں پاگل نے نجاست سے لبریز انگلی کو پہلے اچھی طرح چاٹا پھر اپنی انگلی میرے پانی میں ڈبو دی جس سے پانی پلید اور بیکار ہو گیا۔ لہٰذا مجھے پاگل کے مال سے پانی کی قیمت دلائی جائے تو جس قاضی نے فتاویٰ عالمگیری کا مندرجہ بالا مسئلہ پڑھا ہوگا وہ یہ کہہ کر مقدمہ خارج کر دے گا کہ جب مدعی خود تسلیم کرتا ہے کہ پاگل نے پہلے انگلی سے نجاست کو چاٹ کر زائل کر دیا تھا پھر پانی میں ڈبو دیا تھا تو پاگل کی انگلی کے سبب پانی پلید نہ ہوا کیوں کہ جب انگلی پر سے نجاست زائل کر دی گئی تو نہ انگلی پلید رہی نہ پانی پلید ہوا۔ فتاویٰ عالمگیری کی عبارت کا یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ نجاست کو چاٹنا جائز ہے۔ یا یہ کہ فقہ حنفی میں انگلی پاک کرنے کا یہی طریقہ ہے یہ نجس فہمی صرف مخالفین کی دماغی نجاست کا نتیجہ ہے بلکہ فتاویٰ عالمگیری میں تو یہاں تک نفاست پسندی فرمائی گئی ہے کہ جو حلال جانور نجاست کھاتا ہو اسے نہ کھائیں بلکہ کئی دن تک باندھ رکھیں کہ نجاست نہ کھانے پائے پھر جب اس کا گوشت نجاست کے اثر سے پاک ہو جائے تو ذبح کر کے کھائیں اونٹ چالیس دن تک باندھا جائے گا۔ گائے بیس دن تک، مرغی تین دن تک اور چڑیا ایک دن تک۔ (فتاویٰ عالمگیری ج۵ ص۲۹۸)

**اعتراض نمبر۴۰:**

## کتے کے بالوں کا ازار بند استعمال کریں

**اذا جعلت التكة من شعر الكلب لا بأس به**

اگر کتے کے بالوں سے ازار بند بنا دیں تو مضائقہ نہیں۔ (ص۴۸ ج۱)

**وضاحت:**

یعنی ریشم اور سلک نہ سہی تو کتے کے بال ہی سہی شاید نرم ہوتے ہوں گے؟ ملیں گے بھی مفت۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۱۷)

جواب۔

مفتی صاحب کو اپنے گھر کی خبر نہیں۔ نواب نور الحسن کی عرف الجادی کے ایک مسئلہ سے تو یہاں تک ثابت ہوتا ہے کہ سور کے بالوں سے ازار بند بنانا جائز ہے اور تکیہ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جب دباغت سے کھال پاک ہوگئی تو بال بھی تو کھال کے ساتھ ہی ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ مفتی صاحب کتے کے بالوں کو ناپاک یا حرام ثابت کرنے کی کوئی دلیل بیان کریں۔ جب حدیث میں آتا ہے ((اَیُّمَا اِھَابٌ دُبِغَ فَقَدْ طَھُرَ))

ترمذی ابواب اللباس اور مسلم باب طھارۃ جلود المیتۃ بالدباغ میں ہے ((إذَا دُبِغَ الْإھَابُ فَقَدْ طَھُرَ))

اور مسلم ہی میں ہے فَقَالَ هَلَّا اَخَذْتُمْ اِهَابَهَا فَدَبَغْتُمُوْهُ

اور بخاری کتاب الزکاۃ باب الصدقۃ علی موالی میں ہے۔

قَالُوْا اِنَّهَا مَيْتَةٌ قَالَ اِنَّمَا حَرُمَ اَكْلُهَا

ان تمام روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ دباغت سے چمڑا پاک ہو جاتا ہے اور بال چمڑے کے ساتھ ہی ہوتے ہیں کیوں کہ اہاب الجمعہ بالوں کے چمڑے کا نام ہے۔ جب وہ پاک ہو گیا تو بال بھی پاک ہو گئے ورنہ حضور علیہ السلام تصریح فرما دیتے کہ بال کاٹ لو پھر کھال سے نفع اٹھاؤ۔ یا یہ فرماتے کہ چمڑا تو پاک ہو جاتا ہے لیکن بال پاک نہیں ہوتے۔

جوہر النقی جلد اص ۱۲ میں ہے

فھو اسم للجلد بشعرہ فدل علی طھارۃ شعرہ ایضا لو لا ذالك لقال احلقوا شعرہ ثم انتفعوا به

(اہاب) نام ہے کھال مع بال کا پس یہ بالوں کے پاک ہونے کی بھی دلیل ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضور علیہ السلام فرما دیتے کہ بال اتار کر (کھال سے) نفع حاصل کرو۔

اعتراض نمبر ۴۱:

## تکبیر کہتے وقت اللہ اکبر کی جگہ کوئی اور لفظ استعمال کرنا

مسئلہ: رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کے ساتھ ہی اپنی نمازوں کا آغاز کیا کرتے تھے اور اس مسئلہ میں قولی اور فعلی دونوں قسم کی احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ بیش از بیش مروی ہیں۔ چند یہ ہیں۔

۱۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے (انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا الخ) (صحیح بخاری ص۱۰۱ ج۱)

''کہ امام اس لیے بنایا گیا ہے تاکہ تم اس کی اقتدا کرو پس جب وہ تکبیر یعنی اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو۔''

۲۔رفاع بن رافع سے مرفوع حدیث ہے: (فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم لا تتم صلوٰۃ لاحد من الناس حتی یتوضأ فیضع الوضوء یعنی مواضعه ثم یکبر ویحمد اللہ عز وجل.) (ابوداؤد مع عون المعبود ص۳۲۰ ج۱)

''پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی کی اس وقت تک نماز پوری ادا نہیں ہوتی جب تک وہ اچھی طرح وضو کر کے اللہ اکبر کے ساتھ اپنی نماز شروع نہ کرے اور بعد از اں اللہ عز وجل کی حمد نہ کرے اور طبرانی کے الفاظ ہیں ثم یقول اللہ اکبر

(فتح الباری ص۱۷۲ ج۲)

۳۔ابو حمید سے روایت ہے: (کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا قام الی الصلوٰۃ اعتدل قائما ورفع یدیه ثم قال اللہ اکبر اخرجه ابن ماجة وصححه ابن خزیمة وابن حبان فتح الباری) (فتح الباری ص۱۷۲ ج۲)

۴۔وروی البزار باسناد صحیح علی شرط مسلم عن علی ان النبی صلی اللہ علیه وسلم کان اذا قام الی الصلوٰۃ قال اللہ اکبر ولا حمد

والنسائی من طریق واسع بن حبان انه سأل ابن عمر عن صلوة رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال الله اکبر کلما وضع ورفع.
(فتح الباری، باب ایجا التکبیر، ص۲۷۱ج۲)
ان تمام احادیث صحیحہ قولیہ اور فعلیہ کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہمیشہ اللہ اکبر ہی کے لیے ساتھ نماز کا آغاز فرمایا کرتے تھے۔ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اللہ اکبر ہی کے ساتھ اپنی نماز شروع کیا کرتے تھے اور کسی صحابی سے یہ ثابت نہیں کہ اس نے کبھی سبحان اللہ یا لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ اپنی کسی نماز کی ابتدا کی ہو۔ مگر فتاویٰ عالمگیری ان حدیثوں کو نہیں مانتا۔

اعتراض نمبر۴۲:

## اللہ اکبر کی جگہ سبحان اللہ کہنا

لو شرع بالتسبیح او بالتهلیل صح. (ص۶۸ج۱)
''اگر نماز کو سبحان اللہ یا لا الٰہ الا اللہ سے شروع کیا تو صحیح ہے۔'' (ص۱۲۴ج۱)
(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۲۱)
نوٹ: اس عبارت کے آگے لکھا ہے۔ لیکن اولیٰ یہ ہے کہ تکبیر سے شروع کرے یہ تبیین میں لکھا ہے نماز بغیر تکبیر کے شروع کرنے میں مشائخ کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا ہے کہ مکروہ ہے اور یہی اصح ہے۔ یہ ذخیرہ اور محیط اور ظہیریہ میں لکھا ہے۔
(فتاویٰ عالمگیری اردو ج۱ ص۱۰۶)

اعتراض نمبر۴۳:

## اللہ اکبر کی جگہ اللہ کے ناموں سے کوئی نام لینا

ثم الاصل عند ابی حنیفة رحمه الله ان ما تجرد للتعظیم من اسماء الله تعالٰی جاز الافتتاح به نحو الله الٰـه وسبحان الله ولا اله الا الله کذا فی

التبیین. (ص ٦٨ ج ١)

''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اصل یہ ہے کہ اللہ کے ناموں میں سے جو نام صرف تعظیم کے واسطے ہیں ان سے نماز شروع کرنا جائز ہے جیسے اللہ الٰہ اور سبحان اللہ اور لا الٰہ الا اللہ'' (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۱)

اعتراض نمبر ۴۴:

## اللہ اکبر کی جگہ الحمد للہ

**وکذا الحمد للہ ولا الٰہ غیرہ وتبارك اللہ. (ص ٦٨ ج ١)**

''اور اسی طرح الحمد للہ اور لا الٰہ غیرہ اور تبارک اللہ کا حکم یہ محیط میں لکھا ہے۔''

(ص ۱۲۴ ج ۱)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۱)

اعتراض نمبر ۴۵:

## اللہ اکبر کی جگہ اللہ اجل

**وکذا اذا قال اللہ اجل او اعظم او الرحمٰن اکبر اجزأ عندھما.**

(ص ٦٨ ج ١)

''اسی طرح اگر (تکبیر اللہ اکبر کی جگہ) اللہ اجل یا اللہ اعظم یا الرحمٰن اکبر کہا تو امام محمد اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے۔'' (ص ۱۲۴ ج ۱)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۱)

اعتراض نمبر ۴۶:

## اللہ اکبر کی جگہ اللّٰھم

**ولو قال اللّٰھم یصیر شارعًا عند الفقھاء. (ص ٦٨ ج ١)**

اور اگر اللّٰھم کہا تو فقہاء (حنیفہ) کے نزدیک نماز شروع ہو جاوے گی (ص۱۲۴ ج۱)
(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۲۲)

اعتراض نمبر ۴۷:

## اللہ اکبر کی جگہ اللہ اگبر

ولو قال الله اكبر بالكاف الفارسية يصير شارعًا كذا في المحيط.
(ص۶۸ ج۱)

''اور اگر اللہ اگبر کاف فارسی (گ) سے کہا تو نماز شروع ہو جاوے گی۔''
(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۲۲)

اعتراض نمبر ۴۸:

## اللہ اکبر کی جگہ خدا بزرگ تر

لو كبر بالفارسية جاز هكذا في المتون كان يحسن العربية او لا.
(ص۶۹ ج۱)

''اگر فارسی میں تکبیر (خدا بزرگ تر) کہی تو نماز جائز ہو جاوے گی خواہ عربی میں کہہ سکتا ہو یا نہ کہہ سکتا ہو۔'' (ص۱۲۶ ج۱)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۲۲)

اعتراض نمبر ۴۹:

## جب عربی میں کہہ سکتا ہو تو فارسی میں کہنی مکروہ ہے

وإذا كان يحسنها يكره هكذا في المتون. (ص۶۹ ج۱)
اور جب عربی میں اچھی طرح کہہ سکتا ہو تو فارسی میں تکبیر کہنی مکروہ ہے۔
کھلا تضاد: اوپر کے فتویٰ میں حنفی متون کا حوالہ ہے مگر عربی میں تکبیر کہہ سکتا ہو تو پھر بھی

فارسی میں تکبیر کہنی جائز ہے اور اس فتویٰ میں حنفی متون کے حوالہ سے کہا کہ اگر عربی میں تکبیر کہہ سکتا ہے تو پھر اس کو فارسی میں تکبیر کہنی مکروہ ہے۔ آخر یہ کھلا تضاد کیوں۔

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۲)

اعتراض نمبر ۵۰:

## فارسی زبان میں صرف تکبیر ہی نہیں بلکہ اور کچھ بھی

**وعلى هذا الخلاف جميع اذكار الصلٰوة من التشهد والقنوت والدعاء وتسبيحات الركوع والسجود. (ص ٦٩ ج ١)**

''اور نماز کے سارے ذکروں میں جیسے تشہد اور قنوت اور دعا اور رکوع اور سجود کی تسبیح میں خلاف جاری ہے۔'' (ص ۱۲٦ ج ۱)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۲، ۲۳)

اعتراض نمبر ۵۱:

## صرف فارسی ہی میں نہیں

**وكذا كل ما ليس بعربية كالتركية والزنجية والحبشية والنطبية هكذا في فتاوىٰ قاضي خان. (ص ٦٩ ج ١)**

''اور جو حکم فارسی کا ہے وہی ان سب زبانوں کا ہے جو عربی نہیں جیسے ترکی اور زنجی اور حبشی اور نبطی'' (ص ۱۲٦ ج ۱)

نتیجہ:

ظاہر ہے کہ انگریزی، فرنچ، چینی، لاطینی، اردو، پنجابی، سرائیکی، بلوچی، سندھی، ہندی، پشتو، بلتی اور دوسری علاقائی زبانیں بھی اس فتویٰ کی وسعتوں میں ہیں۔ لہٰذا ان زبانوں میں بھی تکبیر تحریمہ اور اذکار لامحالہ جائز ہیں لہٰذا عربی زبان کا مصرف پھر ختم ہی رہا ناں۔

عرض:

جناب سلمان رضی اللہ عنہ کی زبان فارسی، جناب بلال رضی اللہ عنہ کی زبان حبشی اور جناب صہیب رضی اللہ عنہ کی زبان رومن تھی۔ کیا کوئی مثال ایسی موجود ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابہ کرام کو ان کی علاقائی اور مادری زبانوں میں تکبیر تحریمہ اور دیگر اذکار نماز کی اجازت دی ہو۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۲، ۲۳)

جواب:

ان دس اعتراضوں کا اکٹھا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

افسوس کہ معترض کو تعصب نے اندھا کر دیا کہ اس کو ہدایہ شریف میں یہ عبارت نظر نہ آئی۔

**یروی رجوعه فی اصل المسئلة الی قولهما وعلیه الاعتماد.**

(ہدایہ ص ۸۶ ج ۱)

''امام اعظم کا اس مسئلہ میں صاحبین کے قول کی جانب رجوع مروی ہے اور اسی پر اعتماد (فتویٰ) ہے۔''

درمختار میں اسی پر فتویٰ لکھا ہوا ہے اور توضیح تلویح ص ۹ ۷ میں بھی موجود ہے۔

پس جس مسئلہ میں امام صاحب کا رجوع ثابت ہے اور فقہاء نے تصریح بھی کی اور فقہاء کا اس پر فتویٰ بھی نہ ہو اس کو ذکر کر کے طعن کرنا، تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟ جب صاحب ہدایہ نے اور دیگر فقہاء علیہم الرحمۃ نے تصریح فرمادی کہ قرآن کے معنی ہی نماز میں پڑھنے سے نماز جائز نہیں۔ امام صاحب نے اپنے پہلے قول جواز سے رجوع فرمالیا ہے۔ تو اب قول مرجوع عنہ کو پیش کر کے طعن کرنا کوئی اچھی بات نہیں۔

اہل سنت والجماعت حنفی مسلک کی آج تک جتنی بھی کتابیں نماز کے مسائل پر لکھی گئی ہیں ان سب میں لکھا ہے کہ نماز کا آغاز تکبیر تحریمہ اللہ اکبر سے کرے۔ چند حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) مفتی کفایت اللہ حنفی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

نماز کی نیت کر کے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھ لو۔ (تعلیم الاسلام حصہ اول ص ۲۶، ۲۷ تاج کمپنی)

(۲) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مسئلہ نمبر ا: نماز کی نیت کر کے اللہ اکبر کہے۔

(بہشتی زیور حصہ دوم فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان ص ۱۱۶)

(۳) مولانا فیض احمد صاحب حنفی نے "نماز مدلل" ص ۶۸ پر نماز کا طریقہ کا عنوان قائم کر کے وہی حدیث ابو حمید والی جو مفتی صاحب نے اپنے رسالہ کے ص ۲۰ نمبر ۳ پر تعارض ثابت کرنے کے لیے نقل کی ہے، نقل فرمائی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارا اس حدیث پر عمل ہے اور مفتی صاحب دھوکہ دے رہے ہیں۔

(۴) مولانا مفتی جمیل احمد نذیری حنفی انڈیا "رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز" ص ۹۰ پر لکھتے ہیں:

تکبیر تحریمہ کا مطلب ہے اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھنا

(۵) الشیخ محمد الیاس فیصل مدینہ منورہ "نماز پیمبر ﷺ" کے ص ۱۰۰، ۱۰۱ پر لکھتے ہیں:

انگوٹھے کانوں کی لو کے بالمقابل ہوں، اس وقت اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھ لو۔

(۶) مفتی محمد ارشاد صاحب القاسمی "سنت کے مطابق نماز پڑھیے" کے ص ۱۹ پر لکھتے ہیں:

فائدہ: خواہ کوئی بھی نماز ہو شروع کرنے کے لیے تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کہنا شرط اور فرض ہے۔ علامہ حلبی نے شرح منیہ میں اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ (السعایہ ص ۱۰۶)

(۷) مولانا ارشاد احمد فاروقی کراچی "احکام و آداب طہارت وضو اور نماز" کے ص ۸۸ پر لکھتے ہیں:

(۲۱) اللہ اکبر کہنا واجب ہے اور اللہ اکبر کے علاوہ سے افتتاح کرنا مکروہ ہے۔ یہ اصح

ہے۔(شامی ص ۴۸۰ ج ۱۔ ہندیہ ص ۶۸ ج ۱۔ بحر ص ۳۰۶ ج ۱)

(۸) مولانا حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی ''الکتاب المقبول فی صلاۃ الرسول ﷺ'' کے ص ۲۴۵ میں لکھتے ہیں:

تکبیر تحریمہ کا مطلب ہے ''اللہ اکبر'' کہہ کر نیت باندھنا۔ قرآن حکیم میں ہے وربك فکبر اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر (مدثر:۳)

(۹) مولانا ابوضیاء عبداللہ ہزاروی کراچی ''صفة صلاة النبی ﷺ'' کے ص ۱۲۶ پر لکھتے ہیں:

یعنی اللہ اکبر کہہ کر نمازی نماز میں داخل ہو جاتا ہے اور آخر میں السلام علیکم کہہ کر نماز سے نکل کیا جاتا ہے۔

(۱۰) علامہ ظہیر احسن شوق نیموی حنفی ''آثار السنن، باب افتتاح الصلاة بالتکبیر'' میں حضرت ابی حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرتے ہیں۔ حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو قبلہ کی طرف منہ کرتے، ہاتھوں کو اٹھاتے اور فرماتے اللہ اکبر۔ یہ روایت ابن ماجہ باب افتتاح الصلوۃ میں موجود ہے۔

اور مفتی صاحب نے اس کو تعارض ثابت کرنے کے لیے فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر کے ص ۲۰، ۲۱ پر ہمارے خلاف نقل کیا ہے۔ (سبحان اللہ)

ناظرین ہم نے صرف دس حنفی علماء کے حوالے نقل کیے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بہت سے حوالے ہم پیش کر سکتے ہیں۔ مفتی صاحب کو یہ حوالے نظر نہ آئے۔ حنفیوں کا جو مذہب ہے وہ حنفیوں نے اپنی اردو کتابوں میں بھی عوام کے لیے نقل کیا ہوا ہے۔ (اللہ ہم سب کو ہدایت دے)

اعتراض نمبر ۵۲:

## عورت کی شرمگاہ دیکھنے سے نماز نہیں ٹوٹتی

ولو نظر الی فرج المطلقة طلاقا رجعیا عن شهوة فیصیر مراجعًا لا

تفسد صلواته فی روایة هو المختار کذا فی الخلاصة. (ص۱۰۴ ج۱)

''جس عورت کو طلاق رجعی دے چکا ہے اگر نماز کے اندر شہوت سے اس کی فرج کو دیکھا تو طلاق سے رجعت ہو جاوے گی اور ایک روایت کے بموجب اس کی نماز فاسد نہ ہو گی یہی مختار ہے۔'' (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۶)

جواب:

یہ مسئلہ کتاب الطلاق سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ عبارات بالذات بالاصالت رجعت کے ثبوت کے لیے تحریر کی گئی ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دی تو عدت میں اگر اس شخص کی نظر نماز کی حالت میں شہوت سے عورت کی شرمگاہ پر پڑ گئی تب بھی رجوع ثابت ہو جائے گا مگر نماز فاسد نہ ہو گی کیوں کہ فقط نظر تو کسی چیز پر بھی پڑ سکتی ہے۔ اس میں نمازی کا کیا قصور ہے؟ نمازی کے سامنے سے انسان، حیوان، مرد، عورت، چھوٹا، بڑا، عریاں، غیر عریاں سب ہی گزر سکتے ہیں۔ یہ یاد رہے کہ فقہ حنفی یہ نہیں کہتی کہ نمازی جان بوجھ کر ایسا کرے۔ بلکہ اگر ایسا ہو گیا تو رجوع ثابت ہو جائے گا۔

نوٹ: غیر مقلدین اس عبارت کے خلاف نہ تو کوئی قرآن کی آیت پیش کر سکتے ہیں اور نہ حدیث۔

## اعتراض نمبر ۵۳:

## فقہ حنفی میں امام کی شرائط

چونکہ حنفی امام جی کی بات چل نکلی ہے۔ اس لیے اب لگے ہاتھوں حنفی بھائی اپنے پیش امام میں مطلوبہ شرائط بھی ملاحظہ فرمالیں۔ تاکہ ان کی نمازیں ضائع نہ ہوں۔ ثم الاحسن زوجة ثم الاکثر مالا ثم الاکثر جاها ثم الانظف ثوبا ثم الاکبر رأسا والاصغر عضوا. (رد المحتار مطلب فی تکرار الجماعة ج۱ ص۵۵۸)

یعنی امام خوبصورت بیوی والا، صاحب مال، صاحب مرتبہ، خوش لباس، بڑے سر والا

اور چھوٹے آلہ تناسل والا ہونا چاہیے۔

میرے حنفی بزرگو! موخر الذکر وصف یعنی ہونے والے امام کا آلہ تناسل چھوٹا ہو اس کا پتہ کیسے چلے گا؟ بیوی کا وضاحتی بیان قبول کرو گے یا ڈاکٹری رپورٹ پر اعتماد کرو گے آج کل تو رشوت ستانی نے آپ کی مشکلات میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۷، ۲۸)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ اس عبارت میں حسنِ سیرت مراد ہے یعنی جس کی عورت بری نہ ہو نیک ہو۔ اس کے اوصاف اچھے ہوں۔ کیوں کہ بری بیوی سے مرد کو نفرت ہوتی ہے اور نیک سے محبت۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے:

**اجعلوا ائمتکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم.**

"اپنے امام برگزیدہ بنایا کرو کیوں کہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان ایلچی ہیں۔" (سنن الکبریٰ ج ۳ ص ۹۰۔ کنز العمال اردو جلد ۷ ص ۲۷۹)

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے:

**خیارکم خیارکم لنسائھم** (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۷۹)

"تم میں سے برگزیدہ وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھے ہیں۔"

اور ایک روایت میں ہے: "**خیرکم خیرکم لأھله**" (طبرانی)

"تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھا ہو۔"

ظاہر ہے کہ جس شخص کی بیوی نیک سیرت ہوگی اس کا مرد بھی اس کے ساتھ اچھا ہوگا الا ماشاء اللہ۔ اور جو اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرتا ہے۔ حضور ﷺ نے اسے برگزیدہ فرمایا ہے اور برگزیدہ کو امام بنانے کا حکم فرمایا تو معلوم ہوا کہ نیک اور خوش خصال بیوی کا شوہر امامت میں اولیت کا حق رکھتا ہے۔ دیکھیے مسئلہ تو بالکل صاف ہے۔ رہی یہ بات کہ کس شخص کی عورت اور اوصاف حمیدہ رکھتی ہے۔ اس میں یہ ضروری نہیں کہ دریافت کرتے

پھریں۔ یہ امر تو ہمسایہ اہل محلہ اور عام لوگوں کو معلوم ہوتا ہے کذا فی الشامی

اعتراض نمبر ۵۴:

## وطی سے حرمت مصاہرہ ثابت نہیں ہوتی

ولو وطیها فافضاها لا تحرم علیه امها لعدم تیقن کونه فی الفرج کذا فی البحر الرائق. (ص ۲۷۴ ج ۱)

''اگر کسی عورت سے وطی کی اور یہ صورت ہوئی کہ اس عورت کا پیشاب کا مقام اور پاخانہ کا مقام پھاڑ کر ایک کر دیا تو اس عورت کی ماں اس مرد پر حرام نہ ہوگی کیوں کہ اس امر کا یقین نہیں ہے کہ یہ وطی فرج میں واقع ہوئی۔'' (ص ۱۴۹، ۱۵۰ ج ۲)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۳۴)

جواب:

ہدایہ شریف میں اس مسئلہ کو مدلل بیان کیا گیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ واطی اور موطوہ کے درمیان وطی سبب جزئیہ ہے یعنی وہ دونوں مثل ایک شخص کے ہو جاتے ہیں۔ عورت کے والدین اور اولاد اس مرد کے والدین اور اولاد کی طرح ہو جاتے ہیں اور مرد کے والدین اور اولاد اس عورت کے والدین اور اولاد کی طرح ہو جاتے ہیں۔ چاہے وطی حلال ہو یا حرام۔ پس جس طرح حلال وطی سے عورت کی ماں بیٹی حرام ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح جس عورت کے ساتھ زنا کرے اس کی ماں بیٹی بھی اس پر حرام ہو جاتی ہیں۔ جب یہاں پر یہ یقین ہی نہیں کہ وطی کہاں پر ہوئی ہے تو حرمت کا حکم سے کیسے لگ سکتا ہے۔ معترض کے پاس اگر کوئی حرمت ثابت کرنے کی ایسے مسئلہ میں قرآن وحدیث کی دلیل ہو تو بیان کرے۔

اعتراض نمبر ۵۵، ۵۶:

## شراب اور خنزیر مہر میں

شراب اور خنزیر بنص قطعی حرام ہیں۔ اس مسئلہ کو یاد رکھ کر فتاویٰ عالمگیر یہ پڑھیے۔

فان تزوج ذمی علی خمرٍ او خنزیر ثم اسلما او اسلم احدھما فان کان الخمر او الخنزیر بعینہ ولم تقبض فلیس لھا الا المعین.

(ص۳۲۷ ج۱ فصل ۱۵)

اگر ذمی مرد نے کسی ذمیہ عورت سے شراب یا سور پر نکاح کیا پھر دونوں مسلمان ہو گئے یا ایک مسلمان ہو گیا پس اگر شراب یا سور معین ہو اور ہنوز اس پر قبضہ نہیں ہوا تو عورت کو سوائے اس معین کے کچھ نہ ملے گا۔ (ص۲۵۹ ج۲)

وضاحت:

اب تک سور کو نجس العین سنتے چلے آ رہے تھے آج وہ بھی مال قرار پایا۔

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۳۷، ۳۸)

جواب:

دونوں اعتراضوں کا اکٹھا جواب ملاحظہ فرمائیں۔ ہدایہ سے ان مسائل کی وضاحت کی جاتی ہے۔

ہدایہ میں یہ مسئلہ شراب اور سور معین کے بارے میں لکھا ہے اور شراب یا سور غیر معین کے بارے میں خمر میں قیمت اور سور مہر مثل ہے۔ چنانچہ فرمایا

ان کانا بغیر اعیانھما فلما فی الخمر القیمۃ وفی الخنزیر مھر المثل

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل جو ہدایہ میں ہے وہ یہ ہے کہ شراب یا سور معین کو اشارہ کر کے ذمی ذمیہ نے اپنا مہر مقرر کیا تو عقد کرتے ہی وہ عورت اس شراب یا سور معین کی مالک ہو گئی۔ وہ اس کو فروخت یا ہبہ وغیرہ تصرف کر سکتی ہے۔ رہا یہ کہ ابھی عورت نے وہ شراب یا سور قبض نہیں کیا تو دونوں یا ان میں سے ایک مسلمان ہو گیا۔ اب وہ عورت اسلام کی حالت میں بھی قبض کر سکتی کیوں کہ قبض میں زوج کی ضمانت سے عورت کی ضمان میں انتقال ہے اور یہ اسلام کے ساتھ منع نہیں۔ چنانچہ فرمایا:

لابی حنیفة ان الملك فی الصداق المعین یتم بنفس العقد ولهذا تملك التصرف فیه وبالقبض ینتقل من ضمان الزوج الی ضمانها وذالك لایمتنع بالاسلام کاسترداد الخمر المغضوب.

رہی یہ بات کہ وہ عورت اس سور یا شراب کو کیا کرے؟

درمختار میں ہے:

فتخلل الخمر و تسیب الخنزیر.

"شراب کو سرکہ بنائے اور خنزیر کو چھوڑ دے۔"

اور حاشیہ مدنی میں لکھا ہے:

بہتر یہ ہے کہ سور کو قتل کر دے۔

بتاؤ! یہ مسئلہ کس آیت یا حدیث کے خلاف ہے؟

اعتراض نمبر ۵۷:

## زانی کے انکار سے دونوں پر حد واجب نہیں

اوھی فکذبھا فلا حد علیھما عند الامام کذا فی النھر الفائق.

(ص ۱۴۳ ج ۲ آخری سطور)

یعنی اگر مرد نے زنا کا اقرار کیا اور عورت نے جس کے ساتھ اس فعل کا اقرار کرتا ہے۔ انکار کیا یا عورت نے اقرار کیا اور مرد نے انکار کیا تو امام رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں (عاشقوں) میں سے کسی پر حد واجب نہ ہوگی۔ یہ نہر الفائق میں ہے۔ (ص ۳۲۲ ج ۳)

عرض: تو بتایئے ایسی صورت حال سے کون ناجائز فائدہ نہ اٹھائے گا؟

نیز کیا حضرت عویمر عجلانی اور حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہما حد کھانے کے لیے اپنے زنا کے ثبوت میں اپنی اپنی مزنیہ کو بھی ساتھ لائے تھے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں پر زنا کی حد نافذ کرنے سے پہلے ان دونوں عورتوں سے اقرار زنا کروالیا تھا۔ اگر کوئی سند ہو تو ہمیں بھی آگاہ فرمادیں۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵۰)

جواب:

اس کی وجہ یہ ہے کہ جو ساتھی ارتکابِ زنا سے انکار کرتا ہے اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ ہم دونوں نے جو جرم کیا ہے وہ اتنا سنگین نہیں کہ اس کے لیے "زنا" کا لفظ استعمال کیا جائے اور بصورت عدم احصان سو سو کوڑے کھائے جائیں بلکہ وہ جرم چھوٹا (تقبیل غمزہ لمس وغیرہ) ہے۔ اس کی سزا سو کوڑے مقرر نہیں۔ میرا ساتھی بنا بر جہالت زنا اور غیر زنا میں فرق نہیں کر سکا۔ اس شبہ کی بنا پر "فتاویٰ عالمگیری" نے دونوں کو حدِ زنا کی سزا سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ کیوں کہ رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ادرؤا الحدود بالشبهات. شبہ پڑنے پر حد ختم کر دو۔ (الجامع الصغیر ص ۱۴)

اعتراض نمبر ۵۸:

## بے حسی کا شاہکار

**وكذا اذا وطى الا بن جارية ابيه علىٰ انها تحل له لشبهه الاشتباه هٰكذا في النهاية.** (ص ۱۴۳ ج ۲)

اسی طرح اگر بیٹے نے اپنے باپ کی باندی سے اس شبہ پر وطی کی کہ میرے واسطے حلال ہے تو زنا نہیں ہے کیوں کہ یہ شبہ اشتباہ ہے۔ (ص ۳۲۰ ج ۳)

**بلا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم ونعوذ بالله من وسواس الشيطٰن الرجيم.** (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵۱)

جواب:

یہ مثال شبہ محل کی ہے۔ شبہ محل سے بھی حدود ساقط ہو جاتی ہیں شبہ محل وہ ہے جس میں محل کی حلت کا شبہ بحکم شرع ثابت ہو، شبہ محل میں اسقاطِ حد کا مدار دلیل شرعی پر ہے نہ کہ زانی کے اعتقاد پر اس لیے کہ دلیل کے ثابت کے سبب نفس الامر میں شبہ قائم ہے۔ زانی اس کو جانے یا نہ جانے۔

ابن ماجہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ! میرا مال ہے اور میرا بیٹا ہے۔ میرا باپ مال مانگتا ہے حالانکہ وہ میرے مال کا محتاج نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **انت ومالك لابيك** "تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیٹے کا مال، والد کا ہے۔ لہٰذا بیٹے کی لونڈی سے وطی پر حلت کا شبہ ثابت ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حد ساقط ہوگی۔

ہدایہ شریف میں ہے:

**لان الشبهة حكمية لانها نشأت عن دليل وهو قولهٗ عليه السلام انت ومالك لابيك.**

"یہ شبہ حکمیہ ہے اس لیے کہ دلیل سے پیدا ہوا ہے۔ وہ دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔"

اس حدیث کو طبرانی اور بیہقی نے بھی روایت کیا۔ مفتی صاحب سے گزارش ہے کہ اگر ایسی صورت میں زنا کی حد سو کوڑے یا رجم کرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے تو دلیل پیش کریں۔

## اعتراض نمبر ۵۹:

## شہادت اور اقرار کے بعد انکار پر حد کی چھوٹ

**اربعة شهدوا على رجل بالزنا فاقر الرجل بعد شهادتهم ثم انكر ولم يقر اربع مراتٍ لا حد عليه كذا في فتاوىٰ قاضي خان.** (ص ۱۴۴ ج ۲)

چار گواہوں نے ایک شخص پر زنا کی گواہی دی۔ پھر اس شخص نے بعد ان کی گواہی کے اقرار کیا پھر انکار کر گیا اور چار مرتبہ اس نے اقرار نہیں کیا ہے تو اس پر حد واجب نہ ہو گی۔ (ص ۳۲۲ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵۲)

جواب:

پہلے جو چار گواہوں نے گواہی دی اس پر ابھی قاضی نے فیصلہ نہیں سنایا تھا اور نہ ہی وہ گواہی ابھی مکمل ہوئی نہ گواہوں کی شہادت کی پڑتال ہوئی۔ اس سے پہلے ہی اس نے خود اقرار کرلیا۔ اس کے اقرار کر لینے سے پہلی بات گواہوں والی ختم ہوگئی۔ اب اس کے خود اقرار کرنے والی بات کو ہی اصل سمجھا جائے گا۔ پھر اس مجرم نے خود ہی انکار کر دیا۔ جب انکار کر دیا تو حد کیسے واجب ہوگی۔ اس کی نظیر فتح القدیر شرح ہدایہ جلد۴/۱۲۴ اور الاقناع جلد۴ص ۲۵۶ طبع مصر میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس مسئلہ کی دلیل حضور ﷺ کا (حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے بارے میں جب کہ وہ رجم کے دوران بھاگ کھڑے ہوئے تھے اور حضرت عبداللہ بن انیس نے اونٹ کی ایک ہڈی سے ایسا مارا کہ وہ ہلاک ہوگئے) یہ فرمان ہے:

((ھلا ترکتموہ لعلہ ان یتوب فیتوب اللہ علیہ))

"تم لوگوں نے (جب کہ وہ بھاگ رہا تھا) اسے چھوڑ کیوں نہ دیا ہوسکتا تھا کہ وہ توبہ کر لیتا اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا۔ (ابوداؤد، کتاب الحدود)

اگر مفتی صاحب کے پاس بالکل ایسی صورت میں کوئی دلیل قرآن و حدیث میں موجود ہو تو ہمیں بتائیں ہم صریح مان لیں گے۔ فتاویٰ کی بات کو غلط کہہ دیں گے۔

اعتراض نمبر ۶۰:

## پاگل جوان سے زنا کرنے والی کو حد کی چھوٹ

ولو اقرت انھا زنت بمجنون. (ص۱۴۴ ج۲)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵۳)

## اعتراض نمبر ۶۱:

## بچے کے ساتھ زنا کرنے والی کو چھوٹ

او صبی فلا حد علیها. (ص۱۴۴ ج۲)

ان دونوں عبارتوں کا ترجمہ یہ ہے ''اگر عورت نے اقرار کیا کہ میں نے پاگل سے طفل سے زنا کیا ہے تو اس پر حد واجب نہ ہوگی۔'' (ص۲۲۴ ج۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۵۳)

**جواب:**

نابالغ اور دیوانے پر تو سقوط حد ظاہر ہے کہ دونوں مکلف نہیں۔ رہی بات عورت کی تو اس پر حد اس لیے نہ ہوگی کہ زنا فعل مرد کا ہے۔ عورت فعل کا محل ہے۔ اسی لیے مرد کو واطی زنی کہتے ہیں۔ اور عورت کو موطوہ مزنیہ، البتہ مجازاً عورت کو بھی زانیہ کہہ لیتے ہیں۔ زنا اس شخص کے فعل کو کہتے ہیں جو فعل سے بچنے کا مخاطب ہو اور کرنے سے عاصی۔ اور وہ عاقل بالغ ہوگا نہ کہ دیوانہ اور نابالغ۔ کیوں کہ یہ دونوں احکام شرعیہ کے مکلّف نہیں۔ عورت اگرچہ فعل زنا کا محل ہے لیکن اس کو حد اس وقت ہوگی جب وہ زنا کرنے پر ایسے مرد کو موقعہ دے جو اس سے بچنے کا مخاطب ہو اور کرنے پر آثم۔ صورتِ مذکورہ میں عورت نے جس لڑکے یا دیوانہ کو زنا کا موقعہ دیا ہے وہ نہ عاقل ہے نہ بالغ۔ اس لیے عورت پر بھی حد نہیں۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

**ولنا ان فعل الزنا یتحقق منه وانما هی محل الفعل ولهذا یسمیٰ هو واطأ وزانیا مجانا والمرأة موطوة ومزنیا بها الا انها سمیت زانیة مجازًا تسمیة المفعول باسم الفاعل کالراضیة فی معنی المرضیة او لکونها مسببة بالتمکین فیتعلق الحد فی حقها بالتمکین من قبیح الزنا وهو فعل من هو مخاطب بالکف عنه و موثم علی مباشرته وفعل الصبی لیس بهٰذه**

الصفة فلا یناط به الحد. انتهٰی

اعتراض نمبر۶۲:

## حد کی چھوٹ کی ایک معصوم صورت

قال محمد رحمه الله تعالٰی فی الجامع الصغیر رجل اقرار اربع مراتٍ انه زنا بفلانةٍ و فلانة تقول تزوجنی. (ص۱۴۵ ج۲)

"امام محمد رحمہ اللہ نے جامع صغیر میں فرمایا ہے کہ ایک مرد نے چار مرتبہ اقرار کیا کہ میں نے فلاں عورت سے زنا کیا اور فلانہ کہتی ہے کہ اس نے مجھ سے نکاح کیا ہے (تو دونوں پر حد واجب نہ ہوگی)" (ص۳۲۴ ج۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۵۴)

جواب:

مفتی صاحب اس عبارت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ فقہ حنفی میں زنا کی سزا ہی نہیں اور اپنے اس رسالہ میں کئی جگہ یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے۔ ہم پہلے یہ غلط فہمی دور کرنا چاہتے ہیں کہ فقہ حنفی میں زنا کی سزا ہے یا نہیں۔

### فقہ حنفی میں زنا کی سزا موجود ہے:

(۱) فقہ حنفی کی مشہور کتاب قدوری میں ہے:

جب وہ ان سب باتوں کو بیان کر دے گا تو اس پر حد واجب ہو جائے گی۔ پس اگر زانی محصن ہے تو اسے سنگسار کیا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے۔

(اشراق نوری ترجمہ اردو قدوری کتاب الحدود ص۲۹۸ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

صاحب قدوری آگے لکھتے ہیں:

اور اگر محصن نہیں ہے اور آزاد ہے تو اس کی حد سو کوڑے ہیں۔

(اشراق نوری ترجمہ اردو قدوری کتاب الحدود ص۲۹۹ مطبوعہ رحمانیہ لاہور)

(۲) کنزالدقائق میں ہے:

پس اگر زانی محصن ہے (یعنی اپنی نکاحتہ سے صحبت کر چکا ہے) تو اسے کھلے میدان میں سنگسار کرے یہاں تک کہ وہ مرجائے۔

(احسن المسائل اردو ترجمہ کنزالدقائق کتاب الحدود ص ۱۷۸ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

صاحب کنز آگے لکھتے ہیں:

اور اگر زانی محصن نہیں ہے تو اس کے سو کوڑے لگائے (یعنی اس کی حد سو کوڑے ہیں)۔

(۳) شرح وقایہ میں ہے:

ورنہ حد لگایا جاوے پھر اگر وہ زانی محصن ہو یعنی آزاد مکلف مسلمان اور وطی کر چکا ہو نکاح صحیح سے اور مرد و عورت دونوں صفتِ احصان پر ہوں وقت وطی کے تو اس کو ایک میدان میں سنگسار کرے یہاں تک کہ مرجاوے......................

اور اگر زانی محصن نہ ہو تو اس کی حد یہ ہے کہ آزاد ہو تو سو کوڑے اور مملوک ہو تو پچاس۔ (نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ جلد ثانی کتاب الحدود در مطبع مجیدی کانپور)

(۴) ہدایہ میں ہے:

اور جب حد واجب ہوگئی اور زانی محصن (شادی شدہ) ہے تو حاکم (یا قاضی) اسے پتھروں سے رجم (سنگسار) کرے حتی کہ موت واقع ہو جائے۔

(ہدایہ کتاب الحدود، فصل فی کیفیتہ الحد واقامتہ)

صاحب ہدایہ مزید آگے لکھتے ہیں:

اور اگر وہ (زانی) محصن نہ ہو اور آزاد ہو تو اس کی حد سو/۱۰۰ کوڑے ہے۔

(ہدایہ کتاب الحدود، فصل فی کیفیتہ الحد واقامتہ)

(۵) درمختار میں ہے:

اور زانی محصن کو پتھر مارے جائیں میدان میں یہاں تک کہ وہ مر جائے۔

(درمختار مترجم جلد دوم ص ۴۶۳ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی)

درمختار میں اس سے کچھ آگے لکھا ہے:

اور زانی غیر محصن کو سو کوڑے مارے جائیں اگر وہ آزاد ہو۔

(درمختار مترجم جلد دوم کتاب الحدود ص ۴۶۵)

(۶) الفقه الحنفی و ادلته اردو میں ہے:

زانی اگر محصن ہو تو اس کی سزا یہ ہے کہ اسے پتھروں سے رجم کیا جائے حتیٰ کہ وہ مر جائے۔ اس کی دلیل حدیث ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ ہے۔

(جلد دوم ص ۲۹۰، ۲۹۱ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور)

آگے مزید لکھا ہے:

اگر زانی غیر محصن ہو تو اس کی سزا سو کوڑے ہیں۔ (جلد دوم ص ۲۹۴)

(۷) فتاویٰ عالمگیری اردو جلد سوم ص ۲۵۸ کتاب الحدود فصل حدود ان کی اقامت کی کیفیت کے بیان میں ہے۔

جب حد واجب ہو گئی اور مرد زانی محصن ہے تو اس کو پتھروں سے رجم کیا جاوے یہاں تک کہ وہ مر جاوے۔

اور غیر محصن کے متعلق لکھا ہے:

اور اگر غیر محصن ہو تو اس کی حد سو کوڑے ہیں۔

(فتاویٰ ہندیہ ترجمہ فتاویٰ عالمگیریہ جلد سوم کتاب الحدود باب دوم باب زنا ص ۲۶۰ مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور)

(۸) ہمارے حنفی علماء نے تو مستقل حدود پر اور تعزیر پر خاص کر حد رجم کے متعلق کئی کتابیں لکھی ہیں۔ اور فقہ حنفی کی تقریباً سب ہی وہ کتابیں اور فتاویٰ جات جو تمام احکام پر

حاوی ہیں ان میں کتاب الحدود موجود ہے۔ مفتی صاحب صرف مولانا محمد متین ہاشمی کی اسلامی حدود، اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ، اسلام کا قانون شہادت جلد اول حصہ فوجداری وغیرہ دیکھ لیں۔ خوب تسلی ہو جائے گی۔

ہم نے صرف یہاں پر سات کتابوں کے حوالہ جات نقل کر دیئے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ فقہ حنفی میں زنا کی سزا موجود ہے اور وہی سزا ہے جو قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ رہا فتاویٰ عالمگیری کا یہ مسئلہ جو مفتی صاحب نے بطور اعتراض نقل کیا ہے۔ اس میں حد اس لیے واجب نہیں کہ اس میں شبہ ہے اور شبہات سے حد ساقط ہو جاتی ہے جیسا کہ حدیث میں موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

## شبہات سے حد کا ساقط ہونا

**حدیث نمبر ۱:**

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ کہا انہوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دفع کرو اور ٹالو حدودوں کو مسلمانوں سے جہاں تک کہ تم سے ہو سکے پھر اگر ہو سکے مجرم کی کوئی شکل رہائی کی تو چھوڑ دو اس کو، اس لیے امام خطا کار کو اگر بخش دے تو یہ بہتر ہے اس سے کہ خطا کار کو عذاب کرے۔ (ترمذی، ابواب الحدود، باب ما جاء فی درء الحدود رقم ۱۴۲۴)

امام ترمذی نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد یہ بات بھی ذکر کی ہے اور مروی ہے اسی کی مانند کئی صحابیوں رضی اللہ عنہم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ انہوں نے بھی اسی کی مانند کہا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اور اس باب میں ابو ہریرہ اور عبد اللہ بن عمرو (بن العاص) رضی اللہ عنہما سے بھی روایت ہے۔

(ترمذی مترجم جلد اول ص ۵۳۵ ترجمہ علامہ بدیع الزمان غیر مقلد)

**حدیث نمبر ۲:**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک تمہیں ہٹانے

کی کوئی صورت ملتی ہے حدود کو ہٹاؤ۔

(ابن ماجه ابواب الحدود باب الستر على المؤمن ودفع الحدود بالشبهات)

حدیث نمبر۳:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا جہاں تک ہو سکے حدود کو مسلمانوں سے دور کیا کرو اس لیے کہ امام کا معاف کرنے میں غلطی کرنا یہ اس سے بہتر ہے کہ سزا دینے میں غلطی کرے اور تم جب مسلمانوں کے لیے کوئی راستہ اور خلاصی کی سبیل پاؤ تو اس سے حد کو دور کر دیا کرو۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ ہمارا اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔
(کتاب الآثار امام محمد مترجم باب درء الحدود رقم ۶۲۱ ص ۴۶۱)

حدیث نمبر۴:

حضرت حرقوص سے مروی ہے کہ ایک عورت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور عرض کیا میرے شوہر نے میری باندی سے وطی کی ہے اس شوہر نے عرض کیا اس نے بالکل سچ کہا ہے یہ اور اس کا مال میرے لیے ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جاؤ آئندہ ایسا نہ کرنا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس سے حد دور کر دی جائے گی اس لیے کہ یہ شبہ ہے۔
(کتاب الآثار امام محمد باب من أتى فرجا بشبهة)

حدیث نمبر۵:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شبہات کی بناء پر حدود کو دفع کرو اور جہاں تک تم سے ہو سکے مسلمانوں سے قتل کو دفع کرو۔ (سنن الکبری بیہقی)

یہ روایت مصنف عبدالرزاق میں اس طرح مروی ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جہاں تک تم سے ہو سکے حدود کو دور کرو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نیل الاوطار میں نقل فرمایا ہے۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے نیل الاوطار میں باب قائم کیا ہے۔

کسی کے تہمت لگانے سے شرعی حد واجب نہیں ہوتی اور شک وشبہ کی وجہ سے حد کا نفاذ ساقط ہو جاتا ہے۔

آگے لکھتے ہیں:

اس حدیث (یعنی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ) کے الفاظ یہ ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو شبہات کی بنا پر شرعی حدود کے نفاذ کو دور کرو۔ اور جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کو قتل سے بچاؤ۔

(نیل الاوطار اردو جلد نمبر ۴ ص ۹۱ مطبوعہ دوست ایسوسی ایٹس اردو بازار لاہور)

**حدیث نمبر ۶:**

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شبہات (پڑ جانے) پر حدود کو ٹال دو۔

(مسند امام اعظم مترجم باب درء الحدود ص ۲۸۲ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

**حدیث نمبر ۷:**

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اِدْرَأُو الْحُدُوْدَ وَلاَ يَنْبَغِيْ لِلْاِمَامِ تَعْطِيْلُ الْحُدُوْدِ)) ''حدود کو جہاں تک ممکن ہو سکے دور کرو اور امام کے لیے یہ جائز نہیں کہ حدود کو بالکل معطل کر دے۔''

(سنن دار قطنی، سنن الکبریٰ بیہقی، جامع صغیر سیوطی، بحوالہ اعلاء السنن مترجم ج ۳ ص ۵۲۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے بلوغ المرام کتاب الحدود میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔

**ورواه البيهقي عن علي رضي الله تعالى عنه من قوله بلفظ اِدْرَءُ**

الْحُدُوْدَ بِالشُّبُهَاتِ

''اور بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان لفظوں سے روایت کیا ہے کہ اگر تھوڑا سا بھی شبہ ہو جائے تو حد نہ لگایا کرو۔''

حدیث نمبر ۸:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ((ادرأ الحدود بالشبهة)) شبہات کی وجہ سے حدود ساقط کردو۔

(کنز العمال حصہ پنجم کتاب الحدود)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی اس مرسل روایت کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ آپ نے اپنے دور حکومت میں یہ ہی حکم اپنے عمال وقضاۃ کو لکھا تھا۔

آپ کے سوانح نگار عبدالعزیز سید الاہل، خلیفۃ الزاہد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے صفحہ ۱۸۰ پر لکھتے ہیں:

جہاں تک ہو سکے حدوں کو شبہات سے ہٹا دو ہر شبہ میں یہی کیا کرو کیوں کہ حاکم کا معافی میں خطا کرنا سزا میں خطا کرنے سے بہتر ہے۔ آپ نے اس مسئلے میں اپنے نانا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا طریقہ اختیار کیا تھا۔

(خلیفۃ الزاہد ترجمہ مولانا راغب رحمانی غیر مقلد مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ:

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

زنا کی سزا شبہات پیدا ہونے یا افراد سے رجوع کر لینے اور عورت اور مرد کے جماع کے قابل نہ ہونے کی بنا پر ساقط ہو جائے گی۔

(اردو ترجمہ الدرر البہیہ ص ۱۴۱ اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور)

## نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد کا حوالہ:

نواب صدیق حسن صاحب پہلے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں:

**وروی نحوه عن عمر و ابن مسعود باسناد صحیح** کہ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے ثابت ہے اور اس باب کی احادیث ایک دوسرے کو قوت دیتی ہیں اور خود بخاری و مسلم کی حدیث ((**لو کنت راجمًا احدًا بغیر بینة لرجمتها**)) بھی اسی مسئلہ کی مؤید ہے۔

(الروضۃ الندیہ ج ۲ ص ۲۷۰ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

امام عبدالوہاب شعرانی المتوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں:

پہلے قول کی وجہ اس حدیث پر عمل کرنا ہے کہ **ادرؤ الحدود بالشبهات** "شبہات کی وجہ سے حدود کو ساقط کردو"

(مواہب رحمانی ترجمہ میزان شعرانی جلد دوم ص ۱۹۲۰ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور)

ناظرین ہم نے کئی احادیث سے ثابت کیا ہے کہ شبہات سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔

## اعتراض نمبر ۶۳:

## عورت کہتی ہے زنا کیا، مرد کہتا ہے نکاح کیا تو دونوں پر حد نہیں:

**او اقرت المرأة بالزنا بفلانٍ اربع مراتٍ وفلانٌ یقول تزوجتها فلا حد علی واحد منهما وعلیه المهر کذا فی المحیط.** (ص ۱۴۴ ج ۲)

"یا عورت نے چار مرتبہ اقرار کیا کہ میں نے فلاں مرد سے زنا کیا ہے اور فلاں کہتا ہے کہ میں نے اس سے نکاح کیا تو دونوں میں سے کسی پر حد واجب نہ ہوگی اور مرد پر اس کا مہر لازم آوے گا۔ یہ محیط میں ہے۔" (ص ۳۲۴ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵۴)

جواب:

دو گواہوں کی موجودگی میں باہمی ''ایجاب وقبول'' کا نام نکاح ہے تو اگر (مثلاً) عورت و مرد نے اپنے باپوں یا بالغ بیٹوں کی موجودگی میں باہم ایجاب وقبول کرلیا تو شرعاً نکاح منعقد ہو گیا۔لیکن یہ مسئلہ ایک کو معلوم ہے دوسرے کو نہیں پھر دونوں ہم بستر ہوئے تو جسے علم نہیں اس نے اس ہم بستری کو ''زنا'' کہا اور دوسرے نے نکاح۔ جب یہ کیس قاضی الاسلام کے سامنے پیش ہوگا کہ دونوں میں سے ایک زنا کا اعتراف کرتا ہے اور دوسرا نکاح کا مدعی ہے تو قاضی اسلام پر لازم ہوگا کہ وہ اس صورت ممکنہ کی بنا پر کسی پر حد زنا قائم نہ کرے دونوں کو معاف کردے۔ کیوں کہ حدیث شریف میں ہے (فَاِنَّ الْاِمَامَ اَنْ یُخْطِیَٔ فِی الْعَفْوِ خَیْرٌ مِنْ اَنْ یُخْطِیَٔ فِی الْعُقُوْبَۃِ) ''یعنی معافی دینے میں خطا کرنا بہتر ہے اس سے کہ سزا دینے میں خطا کی جائے'' (مشکوٰۃ ص ۳۱۱)

اعتراض نمبر ۶۴:

## آزاد عورت سے زنا پر حد کی چھوٹ

**واذا عتق امتہ وھو یطؤھا ثم نزع وعاد فی ذالك المجلس لا یحد کذا فی خزانۃ المفتین.** (ص ۱۴۸ ج ۲)

''اگر اپنی باندی کو جس سے وطی کررہا تھا اسی حالت میں آزاد کردیا پھر اس سے جدا ہو گیا پھر اسی مجلس میں اس سے وطی کرلی تو اس کو حد نہ ماری جائے گی۔'' (ص ۳۳۲ ج ۳)
(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ۵۴)

جواب:

چوں کہ اب وہ عورت آزاد ہے اس لیے ملک ثابت نہ ہوئی اور وطی حرام ہوئی مگر اس پر یہ عمل مشتبہ رہا۔

علامہ شامی فرماتے ہیں: **اشتبہ علیہ الأمر بظنہ الحل**

''اس کے حلال ظن کرنے سے اس پر یہ امر مشتبہ ہوا۔''
یہ شبہ فعل ہے اور شبہات کے وقت حدود ساقط ہو جاتی ہے۔

اعتراض نمبر ٦٥:

## محرمات ابدیہ سے نکاح کے بعد حد کی چھوٹ

**فان العقد اذا وجد حلالا كان او حرامًا متفقًا علٰى تحريمه او مختلفا فيه علم الواطى انه محرم اولم يعلم لايحد عند ابى حنيفة رحمه الله تعالٰى**

(ص ۱۴۷ ج ۲)

''کہ جب عقد پایا گیا خواہ حلال ہو یا حرام ہو خواہ ایسا حرام کہ اس کی تحریم پر اتفاق ہے یا اس میں اختلاف ہے خواہ وطی کنندہ حرام ہونے کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو بہر حال امام اعظم کے نزدیک اس کو حد نہ ماری جائے گی۔'' (ص ۳۳۲ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵۵)

جواب:

زانی کے لیے جو شرعاً حد مقرر ہے وہ رجم یا جلد ہے۔ کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ جو شخص محرمات ابدیہ سے نکاح کر کے وطی کرے اس کو رجم کیا جائے یا کوڑے مارے جائیں اسی لیے امام اعظم نے ایسے شخص کے لیے یہ حد (رجم یا جلد) نہیں فرمائی۔

امام اعظم کے اس مسئلہ کو معترض اگر حدیث کے خلاف سمجھتا ہے تو وہ حدیث نقل کرے جس میں صراحت کے ساتھ ایسے شخص کے لیے حد آئی ہو۔ البتہ قتل کا حکم آیا ہے جس سے امام اعظم کا ہی مذہب ثابت ہوتا ہے۔ کیوں کہ قتل کرنا یا مال ضبط کرنا حد زنا نہیں ہے۔ امام اعظم ہی فرماتے ہیں ایسے شخص کو جو بھی سزا دی جائے کم ہے لہٰذا حاکم اس کو سخت سے سخت سزا دے۔

فتح القدیر میں ہے:

**الا تریٰ ان اباحنیفة الزم عقوبة باشد ما یکون وانما لم یثبت عقوبه هی الحد فعرف انه زنا محض عنده الا ان فیه شبهة**

''کیا آپ نہیں دیکھتے کہ امام ابوحنیفہ اس کے لیے سخت سے سخت سزا تجویز کرتے ہیں (البتہ نکاح کے سبب) حد ثابت نہیں۔ پس وہ اس کو زنا ہی سمجھتے ہیں مگر نکاح کے سبب اس میں شبہ پیدا ہو گیا۔''

اس لیے حد مقرر رجم یا جلد اس سے ساقط ہو گئی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس پر کوئی سزا ہی نہیں جیسے عوام کو مغالطہ میں ڈالا جاتا ہے۔ فقہ حنفی میں ایسا کرنے والے پر سزا ضروری ہے۔ قاضی ایسے مجرم کو سخت سے سخت سزا دے یہاں تک کہ اس کو قتل بھی کروا سکتا ہے۔ اور بعض حنفی فقہاء نے اس کی سزا قتل ہی تجویز کی ہے۔

اعتراض نمبر ٦٦:

## شبہ در محل میں حد نہیں

**والشبهة فی المحل فی وطئ امة ولده وولد ولده کذا فی الکافی سواء کان ولدهٗ حیا او میتا هٰکذا فی العتابیة.** (ص۱۴۸ ج۲)

''شبہ در محل کی یہ صورتیں ہیں کہ اپنے بیٹے کی باندی یا پوتے کی باندی سے وطی کی خواہ اس کا بیٹا زندہ ہو یا مر گیا ہو۔'' (ص۳۳۲ ج۳)

(تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ) یعنی ان صورتوں میں حد نہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۵۷)

جواب:

ہدایہ شریف میں اس کی وجہ لکھی ہے کہ یہ شبہ اشتباہ ہے اس لیے کہ بیٹا ماں باپ کے مال سے نفع اٹھا سکتا ہے اسی طرح خاوند اپنی بیوی کے مال سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ اس کا ماں باپ یا بیوی کی لونڈی کو حلال ظن کر لینا محتمل ہے جب اس نے حلت کا ظن کیا تو

یہ شبہ اشتباہ ہے اور شبہات کے سبب حدود کا ٹال دینا احادیث میں آیا ہے۔ چنانچہ ادرؤا
**الحدود ما استطعتم** جو کہ ابو یعلیٰ کی مسند میں مرفوعاً مروی ہے۔
مسند امام اعظم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:
**(ادرؤا الحدود بالشبهات)** ''کہ شبہات کی بنا پر سزاؤں کو ٹالو''
ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے روایت کیا کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا
کہ اگر میں حدود کو شبہات کے سبب معطل رکھوں تو میرے نزدیک اس سے محبوب تر ہے کہ
شبہات پر اقامت حد کروں۔

معاذ، عبداللہ بن مسعود اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم سے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ یہ
حضرات فرماتے ہیں کہ جب تمہیں حد میں شبہ پڑ جائے تو حد کو ٹال دو۔

(غایۃ الاوطار ج ۲ ص ۴۱۰)

**القسال املاك بين الفروع والاصول** سے یہ گمان ہوتا ہے کہ بیٹے کو ماں
باپ کی لونڈی سے جماع میں ولایت ہے اسی طرح زوجہ کی لونڈی میں۔
کیا یہ اشتباہ نہیں؟ اور کیا شبہات سے سزا کا ٹال دینا احادیث میں نہیں؟ اگر ہے تو
فقہ حنفیہ پر اعتراض کیوں؟

## اعتراض نمبر ۶۷:

## کرائے کی عورت سے زنا پر حد نہیں

**استاجر امرأةً ليزني بها او ليطأبها او قال خذى هذه الدراهم الاطاك او قال مكينني بكذا ففعلت لم يحد.** (ص ۱۴۹ ج ۲)
''اگر ایک عورت کو اجارہ (کرایہ) پر لیا تا کہ اس سے زنا کرے یا یہ کہا کہ تو یہ دراہم
لے تا کہ میں تجھ سے وطی کروں یا کہا کہ مجھے اپنے اوپر اس قدر درہموں کے عوض قابو دے

پس عورت نے منظور کیا اور ایسا واقعہ ہوا تو اس کو حد نہ ماری جائے گی۔" (ص ۳۳۵ ج ۳)
(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵۷)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ تعصب ایسی بری بلا ہے جو اچھے خاصے آدمی کو اندھا کر دیتا ہے۔
درمختار میں لکھا ہے:
والحق وجوب الحد "حق یہ ہے کہ حد واجب ہے۔"
افسوس کہ معترض کو فقہ حنفی کی حق بات نظر نہ آئی۔

اعتراض نمبر ۶۸:

## متعہ کی حرمت مشتبہ ہے

بخلاف ما إذا قال خذی هٰذه الدراهم لاتمتع بك لان المتعة كانت سبب الاباحة فی الابتداء فبقيت الشبهة كذا فی التمرتاشی. (ص ۱۴۹ ج ۱)
"بخلاف اس کے اگر یوں کہا کہ تو یہ دراہم لے تاکہ میں تجھ سے تمتع حاصل کروں تو حکم (یعنی حد) نہیں اس واسطے کہ متعہ ابتدائے اسلام میں سبب اباحت تھا پس شبہ باقی رہا۔ یہ تمرتاشی میں ہے۔" (ص ۳۳۵ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۰ مسئلہ نمبر ۱۳۲)

جواب:

فقہ حنفی میں نکاح متعہ حرام ہے اس کے مرتکبین کی بابت "فتاویٰ عالمگیری" میں لکھا ہے کہ يُوْجَعَانِ عُقُوْبَةً وَيُحْبَسَانِ حَتّٰى يَتُوْبَا دونوں کو سخت سزا دی جائے گی اور جب تک سچی توبہ نہیں کرتے جیل میں قید کیے جائیں گے۔ (ج ۲ ص ۱۴۹)
لیکن اس کی حرمت زنا کی طرح ہمیشہ سے نہیں۔ پہلے مباح تھا خیبر کے دن حرام قرار

دیا گیا۔(بخاری ج ۲ص ۶۰۳)

پھر فتح مکہ کے دن مباح فرمایا گیا۔(مسلم ج ۱ص ۴۵۱)

پھر قیامت تک کے لیے حرام فرما دیا گیا۔ بنا بریں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابتداءً اس کی اباحت کے قائل تھے۔ انہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سمجھایا تو انہوں نے اس کی اباحت سے رجوع فرما لیا اور قیامت تک کی حرمت کے قائل ہو گئے۔(بخاری ج ۲ص ۱۰۲۹)

معلوم ہوا کہ متعہ کی حرمت ابدی ہونے کے باوجود ازلی نہیں اور قطعی ہونے کے باوجود زنا کی طرح شدید نہیں۔ لہٰذا جو سزا قرآن وحدیث نے زنا کی بیان فرمائی ہے وہ متعہ کے مرتکبین پر نافذ نہیں کی جا سکتی۔ کیوں کہ حد کا معاملہ بڑا نازک ہوتا ہے۔ اللہ کے مسلمان بندوں پر اللہ سے اجازت لیے بغیر حد نافذ نہیں کی جا سکتی۔ حدیث شریف میں ہے ادرؤا الحدود عن المسلمين ما استطعتم ''مسلمانوں سے حتی الوسع حدیں گراؤ۔''

(مشکوۃ ص ۳۱۱)

**اعتراض نمبر ۶۹:**

## زنا کی خرچی دینے سے حد کی چھوٹ

**لو قال امهرتك كذا لازني بك لم يجب الحد. كذا في الكافي.**

(ص ۱۴۹ ج ۲)

''اگر کہا کہ میں نے تجھے اس قدر مہر دیا تا کہ تجھ سے زنا کروں تو حد واجب نہ ہو گی۔''(ص ۳۳۵ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۰)

**جواب:**

فقہ حنفی میں حد موجود ہے۔

درمختار میں لکھا ہے: والحق وجوب الحد ''حق یہ ہے کہ حد واجب ہے۔''

اعتراض نمبر ۷۰:

## دارالحرب میں زنا پر حد کی چھوٹ

**من زنٰی فی دار الحرب او فی دار البغٰی ثم خرم الینا لا یقام علیه الحد. کذا فی الهدایة (ص۱۴۹ج۲)**

"جس نے دارالحرب میں یا دار البغٰی میں زنا کیا پھر وہ ہمارے یہاں آ گیا تو اس پر حد جاری نہ ہوگی۔ یہ ہدایہ میں ہے۔(ص۳۳۶ج۳)

جواب:

معترض اگر فتح القدیر شرح ہدایہ کا یہ مقام دیکھتا تو اسے حدیث مل جاتی اور شاید وہ اعتراض نہ کرتا وہ حدیث یہ ہے:

**روی محمد فی السیر الکبیر عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال من زنٰی او سرق فی دار الحرب واصاب بها حدا ثم هرب فخرج الینا فانه لا یقام علیه الحد.**

"الیسر الکبیر میں امام محمد نے نبی ﷺ سے روایت کیا، آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص دارالحرب میں زنا یا چوری کرے اور حد کو پہنچ جائے۔ پھر وہاں سے بھاگ کر اسلامی حکومت میں پہنچ جائے تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی۔

معترض چونکہ اعتراض کر چکا ہے۔ اس لیے امید نہیں کہ وہ اپنے قول کے خلاف حضور کے اس ارشاد کو دیکھ کر مان جائے۔ بلکہ اس پر کوئی نہ کوئی اعتراض ہی کرے گا۔

اعتراض نمبر ۷۱، ۷۲:

## بچے اور پاگل کی وجہ سے حد نہیں

**اذ زنٰی صبی او مجنون بامرأة عاقلةٍ وهی مطاوعة فلا حد علی الصبی والمجنون بلا خلافٍ وهل تحد المرأة فعلٰی قول علمائنا رحمهم الله**

**تعالیٰ لا تحد.** (ص۱۴۹، ۱۵۰ ج۲)

”اگر نابالغ یا مجنون نے عورت بالغہ عاقلہ سے زنا کیا اور عورت مذکورہ نے بخوشی قابو دیا تو بلا خلاف طفل و مجنون پر حد واجب نہ ہوگی اور رہی عورت سو ہمارے علماء کے قول پر اس کو حد کی سزا نہ دی جائے گی۔“ (ص۳۲۷ ج۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۶۰، ۶۱)

**جواب:**

غیر مکلّف بالاتفاق مرفوع القلم ہے اس پر حد کیوں کر جاری ہو عرف الجاوی کے صفحہ ۸۳ میں آپ کے مجتہد العصر نواب صدیق حسن کے خلف الرشید نواب نور الحسن لکھتے ہیں۔

وزوال عقل رافع قلم تکلیف است جب عاقل کی عقل زائل ہونے نے قلم تکلیف کو اٹھا دیا تو جس کو اب تک عقل آئی ہی نہیں تو وہ کیونکر قلم تکلیف کے نیچے آ کر حد مارا جاوے اور عورت اس لیے حد سے محفوظ ہے کہ زنا نام مرد کی وطی کا ہے غیر ملک میں۔ اور نابالغ مرد نہیں کہ اس کا زنا متصور ہو۔ پس عورت سے بھی وہ زنا نہیں ہوا جسے وہ حد ماری جاتی جب اصل پر حد نہ ہوئی تو تابع پر کیونکر ہو **کذا فی رد المحتار والنھر وغیرھما۔**

اور شبہوں سے حد کا دفع کرنا عمل بالحدیث ہے۔ اگر ہماری بات کا اعتبار نہیں تو دیکھو تمہارے مجتہد العصر کے فرزند نہج مقبول کے صفحہ ۸۴ میں لکھتے ہیں:

**و ساقط میشود حد بشبہات محتملہ** اور عرف الجادی کے صفحہ ۲۱۵ میں بھی اس امر کو کئی حدیثوں سے ثابت کیا ہے۔ اور یہ دونوں کتابیں آپ کی ہیں۔

**اعتراض نمبر ۲۷:**

## بچی کے ساتھ منہ کالا کرنے پر حد کی چھوٹ

**واذ زنیٰ بصبیة فلا حد علیھما وعلیه المھر.** (ص۱۵۰ ج۲)

"اور اگر صغیرہ نابالغہ سے زنا کیا تو دونوں پر حد نہ ہوگی اور زانی پر اس کا مہر واجب ہو گا۔" (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ٦١)

جواب:

اس عبارت سے پہلے فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

**ان زنٰی صحیح بمجنونة او صغیرة یجامع مثلها حد الرجل خاصةً**

"اگر کسی شخص نے مجنون عورت سے یا ایسی نابالغ لڑکی سے زنا کیا جس سے مجامعت ہوسکتی ہے تو مرد کو حد کی سزا دی جائے گی۔" (ج ٢ ص ١٤٩)

ہاں اگر کسی بدکار نے ایسی نوعمر لڑکی سے زنا کرنے کی کوشش کی جس سے مجامعت نہیں ہوسکتی تو چونکہ اس نے حقیقتاً زنا نہیں کیا لہٰذا اسے زنا کی سزا نہ دی جائے گی۔ بلکہ اگر لڑکی اس کے فعل بد سے مرگئی تو قتل کی سزا کا مستوجب ہوگا۔ ورنہ دوسری سزاؤں کا۔ جب صغر سنی کی وجہ سے زنا ہو ہی نہیں سکتا تو زنا کی سزا کیسی؟ اس عبارت **واذ زنٰی بصبیة فلا حد علیهما** کا یہی مطلب ہے جو عرض کیا گیا۔

اعتراض نمبر ٤٧:

## سوئے ہوئے مرد سے عورت زنا کرے تو حد کی چھوٹ

**لو مکنت نفسها من النائم لایجب علیهما الحد.** (ص ١٥٠ ج ٢)

"اگر سوئے ہوئے مرد سے عورت نے خود وطی کی اور اپنے نفس پر قابو دے دیا تو دونوں پر حد واجب نہ ہوگی۔ یہ محیط میں ہے۔" (ص ٣٢٧ ج ٣)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ٦١)

جواب:

اس عبارت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ مرد سویا ہوا ہے عورت نے اپنے آپ کو اس کے قابو میں دے دیا ہے کہ وہ جو چاہے اس سے کر لے۔ عبارت میں مرد کے جاگنے کا ذکر

نہیں شہوت میں آنے کا ذکر نہیں دخول کرنے کا ذکر نہیں اور ان سب چیزوں کے پائے جانے کے بغیر زنا متحقق نہیں ہوسکتا۔ کیوں کہ زنا مرد کا فعل ہے عورت کا نہیں۔ عورت فاعل نہیں ہوا کرتی مفعول بہا ہوا کرتی ہے۔ جب فاعل سویا ہوا ہے اور فعل ثابت ہی نہیں تو حد زنا کا مستوجب کون ہوگا؟ ہاں وہ عورت اپنی اس ناپاک حرکت اور غلیظ جسارت کی بنا پر "حد زنا" کے علاوہ تعزیر کی ضرور مستحق ہوگی۔

## اعتراض نمبر ۷۵

### مردہ عورت سے زنا پر حد کی چھوٹ

رجل زنا بامرأة میتة اختلفوا فیه قال اهل المدینة یحد وقال اهل البصرة یعزر ولا یحد وقال الفقیه ابو اللیث رحمه الله وبه ناخذ. (ص ۱۵۰ ج ۲)

"ایک مرد نے مردہ عورت سے زنا کیا تو اس میں اختلاف ہے۔ اہل مدینہ نے فرمایا کہ اس پر حد جاری کی جائے گی اور اہل بصرہ نے فرمایا کہ حد نہ ہوگی بلکہ تعزیر دی جائے گی اور فقیہ ابولیث نے فرمایا کہ ہم اسی (حد نہ ہونے) کو لیتے ہیں۔" (ص ۳۲۰ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۱)

جواب:

فرمائیے یہ مسئلہ کس آیت یا حدیث کے خلاف ہے۔ اگر کسی حدیث میں مردہ عورت سے صحبت کرنے پر حد زنا، رجم یا سو کوڑے آتے ہیں تو بیان کریں۔ ورنہ تعزیر کی سزا تو خود اس عبارت میں موجود ہے۔

## اعتراض نمبر ۷۶ (الف):

### عورت اور بچے سے غیر وضع فطری فعل

لو وطئ امرأةً فی دبرها او لاط بغلام لم یحد عند ابی حنیفة رحمه الله ویعزر. (ص ۱۵۰ ج ۲)

''اگر کسی عورت سے اس کے دبر میں وطی کی یا طفل سے لواطت کی تو امام اعظم کے نزدیک حد نہ ہوگی مگر اس کو تعزیر دی جائے گی۔'' (ص ۳۳۹ ج ۳)

اعتراض نمبر ۷۶ (ب):

لو فعل هٰذا بعبده او امته ابو بزوجته بنكاح صحيح او فاسد لا يحد اجماعًا. (ص ۱۵۰ ج ۲)

''اگر ایسا امر (لواطت) اپنے غلام یا باندی یا جورو کے ساتھ کیا خواہ جورو سے نکاح صحیح ہو یا فاسد ہو تو بالا جماع (اجماع حنفیہ) اس پر حد واجب نہ ہوگی یہ کافی میں ہے۔''
(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۲)

جواب:

''زنا کے لیے ایلاج فی القبل ضروری ہے ایلاج فی الدبر کا نام زنا نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا وہ مجرم جس نے زنا نہیں کیا اس پر حد زنا کی سزا کس طرح نافذ ہوسکتی ہے۔ غیر فطری حملہ کرنے والے کی جو سزا قرآن وحدیث نے مقرر نہیں فرمائی وہ سزا فتاویٰ عالمگیری مقرر نہیں کرسکتا۔ ہاں اس گھناؤنے جرم کی سزا کے متعلق فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے: لو اعتاد اللواطة قتله الامام ''اگر کوئی شخص غیر فطری حملہ کرنے کا عادی ہو تو اس کو امام قتل کر دے۔'' (ج ۲ ص ۱۵۰)

اعتراض نمبر ۷۷:

## آزاد عورت کو خریدے تو؟

اذا زنٰى بامرأة ثم قال اشتريتها لاحد عليه سواء كان حرة او امة.

''اگر ایک عورت سے زنا کیا پھر کہا کہ میں اس کو خرید کر چکا تھا تو اس پر حد واجب نہ ہوگی خواہ یہ عورت آزاد ہو یا باندی ہو'' (ص ۳۴۰ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۲)

جواب:

میں کہتا ہوں جب اس نے کہا کہ میں نے اسے خریدا ہے تو اس کے حلال ظن کرنے سے اشتباہ ہو گیا۔ کیوں کہ وہ ملک کا مدعی ہوا۔ اگر ملک ثابت ہو جاتی تو وطی حرام نہ ہوئی۔ چوں کہ وہ عورت آزاد ہے اس لیے ملک ثابت نہ ہوئی اور وطی حرام ہوئی مگر اس پر یہ عمل مشتبہ رہا۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

**اشتبه عليه الأمر بظنه الحل**

''اس کے حلال ظن کرنے سے اس پر یہ امر مشتبہ ہوا۔''

یہ شبہ فعل ہے اور شبہات کے وقت حدود ساقط ہو جاتی ہے۔

اعتراض نمبر ۷۸:

## چھینی ہوئی لونڈی سے زنا پر حد نہیں

**قال محمد فی الاصل اذا غصب جاریةً و زنٰی بها ثم ضمن قیمتها فلاحد علیه عندهم جمیعًا.** (ص ۱۵۱ ج ۴)

''امام محمد نے اصل میں فرمایا کہ اگر کسی نے باندی غصب کر کے اس سے زنا کیا پھر اس کی قیمت تاوان دے دی تو بالاتفاق اس پر حد نہ ہوگی۔'' (ص ۳۴۰ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۲)

جواب:

میں کہتا ہوں قیمت کا ضامن ہونا اس لونڈی کی ملک کا سبب ہے جب وہ قیمت کا ضامن ہو گیا تو لونڈی اس کی ملک ہو گئی۔ اقامت حد سے پہلے لونڈی کا مالک ہو جانا ملک منافع میں شبہ پیدا کرتا ہے۔ شبہ سے چونکہ حدود ساقط ہو جاتی ہے اس لیے اس پر حد ساقط ہو گئی۔ **من ادعٰی خلاف ذالك فعلیه البیان**

اعتراض نمبر۷۹:

## مالک کہے میں نے لونڈی نہیں بیچی تب بھی حد نہیں

**واذا زنٰی بامة ثم قال اشتریتها وصاحبها فیها بالخیار وقال مولاها کذب لم ابعها قال لا حد علیه. (ص۱۵۱ج۲)**

''اگر باندی سے زنا کیا پھر دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو خریدا بدیں شرط کہ اس کے مولیٰ کو خیار حاصل ہے اور اس کے مولیٰ نے کہا یہ جھوٹا ہے میں نے اس باندی کو فروخت نہیں کیا تو فرمایا کہ واطی پر حد واجب نہ ہوگی۔'' (ص۳۴۰ج۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۶۳)

جواب:

اس اعتراض کا وہی جواب ہے جو اعتراض نمبر۷۷ کے تحت گزرا ہے۔

اعتراض نمبر۸۰:

## بادشاہ زنا کرلے تو اس پر حد نہیں

**کل شیء صنعه الامام لیس فوقه امام مما یجب به الحد کالزنا والسرقة والشراب والقذف لا یواخذ به الا القصاص والمال کذا فی الکافی. (ص۱۵۱ج۲)**

''ایسے امام المسلمین نے جس کے اوپر امام نہیں (یعنی خلیفہ، بادشاہ، وزیراعظم، صدر، ڈکٹیٹر) ہے اگر ایسی بات کی جس سے حد واجب ہوتی ہے جیسے زنا، سرقہ (چوری) شراب خوری وقذف (بے گناہ پر زنا کا الزام) تو اس سے مواخذہ نہیں کیا جائے گا سوائے قصاص وجرم مال کے یہ کافی میں ہے۔'' (ص۳۴۱،۳۴۲ج۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۶۵)

جواب:

چونکہ قصاص حقوق العباد میں سے ہے اور اس کا مدعی صاحب حق ہے۔ اس لیے صاحب حق کے طلب کرنے پر قصاص لیا جائے گا۔ لیکن حدود حقوق اللہ میں سے ہے اور حدود کا اجراء واقامت بادشاہ سے متعلق ہے۔ جب بادشاہ ایسا ہو کہ اس کے اوپر کوئی بادشاہ نہ ہو تو وہ اپنے آپ پر اقامت حدود نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر اس پر بھی بادشاہ ہو تو وہ اپنے ماتحت بادشاہ پر حدود قائم کر سکتا ہے۔ اور یہ دلیل صاحب ہدایہ نے لکھی ہے۔

حنفی فقہائے کرام ایسے بدکردار بادشاہ کو اولاً تو سربراہ مملکت بننے نہیں دیتے۔ اگر بدقسمتی سے سربراہ مملکت بن ہی جائے تو اس کے معزول کرنے کے مناسب اقدامات فرماتے ہیں۔ کیوں کہ جب تک وہ ریاست کا سربراہ اعلیٰ ہے تب تک اس کے اوپر قوت نافذہ قائم نہیں ہو سکتی اور حدود خداوندی کا نفاذ قوۃ نافذہ کے بغیر ممکن نہیں پہلے ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ فتنہ نہ پھیلے۔ فتنہ کے بغیر اس بدکردار سربراہ کو معزول کیا جائے گا پھر اس پر مقدمہ چلایا جائے گا پھر حدود نافذ کی جائیں گی۔

(ملاحظہ فرمائیں فقہ حنفی کی مشہور کتاب تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ص ۱۸۷ ج ۳)

اعتراض نمبر ۸۱:

## فقہ حنفی میں زنا کی چھوٹ

**ولو شهد ثلاثة منهم على الزنا والرابع قال رأيتهما في لحاف واحدٍ فانه لايحد المشهود عليه ويحد الشهود الثلاثة حد القذف والشاهد الرابع لاحد عليه.** (ص ۱۵۲ ج ۳)

"پھر اگر زنا کے کیس میں تین گواہ یہ شہادت دیں کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے مجرم کو جرم کرتے دیکھا اور چوتھا یہ گواہی دے کہ اس نے ملزمین کو بستر میں ملفوف دیکھا ہے تو حد کی سزا نافذ نہ ہوگی بلکہ اس کی بجائے پہلے تین گواہوں پر قذف کی سزا جو اسی کوڑے

ہے جاری کی جائے گی۔" گویا الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۵، ۶۶)

جواب:

اگر ملزم اعتراف نہ کرے تو ثبوت زنا کے لیے چار گواہوں کی شرط اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور آیت نمبر ۱۳ میں صراحۃً ذکر فرمائی ہے۔ اور کسی پر زنا کی تہمت لگائی جائے اور چار گواہ نہ پیش کیے جائیں تو اسی آیت میں تہمت لگانے والے کو عند اللہ کاذب کہا گیا ہے۔ پھر اس سورت کی آیت نمبر ۴ میں ان تہمت لگانے والوں کو اسی (۸۰) کوڑوں کی سزا کا مستوجب قرار دیا گیا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری کا مسئلہ مذکورہ ان دو آیتوں کی روشنی میں مرتب فرمایا گیا ہے۔ کیوں کہ اس صورت میں گواہ صرف تین ہیں، چوتھا ملفوف ہونے کا گواہ ہے، زنا کا گواہ نہیں اور ملفوف ہونا دخول کو مستلزم نہیں اور دخول کے بغیر زنا نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ ممکن ہے عورت رتقاء ہو ممکن ہے مرد مجبوب ہو ممکن ہے دونوں پر یا کسی ایک پر یکدم خوف خدا طاری ہو گیا اور وہ سنگین جرم کے ارتکاب سے بچ گئے ہوں جیسا کہ حدیث شریف میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ عین برہنگی و تنہائی کی حالت میں عورت نے مرد کو "اتق اللہ" کہہ کر فعل بد سے بچا لیا۔ (مشکوٰۃ ص ۴۲۱)

جب ملفوف ہونے کا گواہ زنا کا گواہ نہیں تو حد زنا کس طرح لگائی جا سکتی ہے۔ مفتی صاحب کا اس مسئلہ پر اعتراض کرنا جو قرآن مجید سے صراحۃً ثابت ہو رہا ہے یقیناً علامات قیامت سے ہے۔

مفتی صاحب بیچارے علم حدیث میں کافی کمزور ہیں ورنہ انہیں معلوم ہوتا کہ یہ کیس تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ عدالت میں پیش ہونے والے کیس کے بالکل موافق ہے اور آپ نے وہی فیصلہ فرمایا تھا جو فتاویٰ عالمگیری میں مذکور ہے۔

(سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۳۴۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۵۷)

اعتراض نمبر ۸۲:

## فقہ حنفی میں زنا کی حد معاف

وان شهد وانه زنى بامرأة لا يعرفونها لم يحد كذا في الهداية

(ص۱۵۲ج۲)

”اگر شاہد اس عورت کو نہیں پہچانتے جس کے ساتھ جرم کا ارتکاب کیا گیا ہے تو کسی پر حد کی سزا جاری نہ ہوگی۔“ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۶)

جواب:

ہدایہ میں اس کی نہایت معقول وجہ لکھی ہے۔ لکھا ہے:

لاحتمال انها امرأته أو أمته بل هو الظاهر

ممکن ہے کہ وہ عورت اس کی بیوی یا لونڈی ہو۔ بلکہ ظاہر یہی ہے۔ کیوں کہ مسلمان کا ظاہر حال یہی ہے کہ وہ زنا کار نہیں۔ گواہوں کے لیے لازم تھا کہ وہ عورت کی پہچان رکھتے بعد میں گواہی دیتے۔ جب وہ عورت کو پہچانتے ہی نہیں تو ان کی گواہی غیر معتبر اور مجہول قرار دی جائے گی۔

اعتراض نمبر ۸۳:

## عورت کی رضامندی سے زنا کی حد معاف

قال محمد رحمه الله تعالىٰ في الاصل اربعة شهدوا على رجل بالزنا فشهدا اثنان انه استكرهها وشهدا اثنان انها طاوعته قال ابو حنيفة رحمه الله تعالىٰ ادراعنهم الحدود جميعًا يعنى الرجل والمرأة والشهود.

(ص۱۵۳ج۲)

”اگر دو شاہد کسی ملزم کے بارے میں یہ شہادت دیں کہ اس نے فلاں عورت پر

مجرمانہ حملہ کیا مگر دوسرے یہ کہیں کہ اس نے اس جرم کا ارتکاب عورت کی رضا مرضی سے کیا ہے تو کسی پر حد کی سزا جاری نہ ہوگی۔'' (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ٦٦)

**جواب:**

مفتی صاحب نے عبارت کا ترجمہ درست نہیں کیا۔ سید امیر علی غیر مقلد نے جو فتاویٰ عالمگیری کا ترجمہ کیا ہے اس میں وہ اس عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''چار مردوں نے ایک شخص پر زنا کی گواہی دی جن میں سے دو گواہوں نے کہا کہ اس مرد نے اس عورت کو باکراہ مجبور کر کے زنا کیا ہے اور دوسرے دو گواہوں نے کہا کہ اس عورت نے خود اس کی مطاوعت کی ہے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حد ان سب سے دور کر دی جائے گی یعنی مرد و عورت و گواہوں سب سے رفع کی جائے گی۔'' (ج ۳ ص ۳۴۴)

ناظرین اس ترجمہ میں اور مفتی صاحب کے ترجمہ میں کتنا فرق ہے؟

مفتی صاحب نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ عورت کی رضامندی کی صورت میں اگر زنا واقع ہو تو فتاویٰ عالمگیری کے مطابق حد زنا کی سزا قائم نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ یہ مطلب غلط ہے اور تاثر گمراہ کن ہے۔ بلکہ صحیح مطلب عبارت مذکور کا یہ ہے کہ چونکہ ثبوت زنا کے لیے چار عادل گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۴۳)

اس جگہ سب گواہ عادل نہیں ہیں ان میں سے دو یقیناً جھوٹے ہیں کیوں کہ اگر عورت رضامند نہ تھی اور مرد نے اس پر زبردستی کی تو رضامندی و مطاوعت کے گواہ جھوٹے ہیں اور اگر رضامندی تھی تو اکراہ و زبردستی کے گواہ جھوٹے ہیں۔ جب اس کیس میں چار عادل گواہ پیش نہیں کیے گئے تو زنا ثابت نہ ہوا۔ لہٰذا حد زنا کسی پر قائم نہیں کی جا سکتی۔

**اعتراض نمبر ۸۴:**

## شراب کی بدبو چلی جانے سے حد کی چھوٹ

**ان اقر بعد ذهاب ريحها لم يحد عند ابی حنيفة وابی يوسف**

رحمهما الله. (ص۱۵۹ ج ۲)

''اگر اس نے بدبو جاتی رہنے کے بعد اقرار کیا تو امام اعظم اور امام ابویوسف کے نزدیک اس کو حد نہ ماری جائے گی۔'' (ص ۳۶۰ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۷)

جواب:

ہدایہ میں امام محمد کا قول لکھا ہے وقال محمد يحد. شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں اس کو صحیح لکھا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں فقول محمد لمحو الصحيح ج۲ ص ۶۱۸ اور غایۃ البیان میں بھی امام محمد کے قول کو ہی ترجیح دی گئی ہے۔ بحر الرائق میں بھی امام محمد کے قول کو ارجح من جہت المعنی کہا گیا ہے۔ جب فقہائے احناف نے امام محمد کے قول کو ہی صحیح فرمایا ہے تو پھر فقہ حنفی پر اعتراض کیسا؟

اعتراض نمبر ۸۵:

## شرعی گواہی کے باوجود حد کی چھوٹ

وكذا اذا شهدوا عليه بعد ما ذهب ريحها والسكر لم يحد عندهما ايضًا. (ص ۱۵۹)

''اور اسی طرح بدبو جاتی جاتی رہنے کے بعد اور نشہ زائل ہونے کے بعد اس پر گواہوں نے گواہی دی تو بھی شیخین (امام اعظم اور امام ابویوسف) کے نزدیک اس کو حد نہ ماری جائے گی۔'' (ص ۳۶۰ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۷)

جواب:

اس مسئلہ میں بھی امام محمد کا قول ہدایہ میں مرقوم ہے کہ حد لگائی جائے گی۔ حاصل یہ ہے کہ تصادم قبول شہادت کا مانع ہے۔ یعنی گواہوں کا پہلے خاموش رہنا پھر دیر کے بعد

شہادت دینا اثبات کی تہمت پیدا کر دیتا ہے کہ شاید ان کو کسی عداوت نے ادائے شہادت پر اکسایا ہے۔ اور متہم کی شہادت معتبر نہیں اور اس دیر کی حد امام محمد کے نزدیک ایک مہینہ ہے۔ امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک بو کے زائل ہونے تک ہے یعنی بو کے زائل ہونے تک بلا عذر گواہوں کا ادائے شہادت سے خاموش رہنا تہمت پیدا کر دیتا ہے۔ اس لیے ان کی گواہی قبول نہ ہوگی۔ نہ حد لگے گی۔ ہدایہ میں اس مسئلہ کی دلیل میں قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ نقل کیا گیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وجدتم رائحة الخمر فاجلدوه

''اگر تم شراب کی بو پاؤ تو حد لگاؤ۔''

ہم نے فقہ حنفی کے دونوں قول واضح کر دیئے دونوں صحیح ہیں مگر فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے۔

**اعتراض نمبر ۸۶:**

## شراب کا سرکہ بنانا جائز ہے

ویباح تخلیھا کذا فی محیط السرخسی. (ص۴۱۰ ج۵)

''اور شراب (حرام) کو سرکہ کو ڈالنا مباح ہے۔'' (ص۲۰۰ ج۹)

یعنی بالاتفاق حلال ہو جائے گی۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۷۰)

**جواب:**

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح مسلم کی حدیث میں سرکہ کی تعریف آئی ہے کہ **نعم الادام الخل** رواہ مسلم۔ یعنی سرکہ عمدہ سالن ہے۔ اور یہ حنفیہ کا ہی مذہب نہیں ہے بلکہ امام اوزاعی اور لیث کا بھی یہی مذہب ہے۔ پس شراب بھی جب سرکہ بن جاوے یا بنائی جاوے تو اس کے استعمال میں کون سی قباحت ہے۔ بلکہ وہ سرکہ بھی عمدہ سالن ہے اور نیز یوں بھی حدیث

میں وارد ہے کہ شراب کا سرکہ اچھا ہوتا ہے۔ کہ خیر خلکم خل خمر کم
(سنن الکبریٰ بیہقی)

شرح مشکوٰۃ جلد ثالث صفحہ ۵۷ امطبوعہ مصطفائی دہلی اور بھی آیا ہے کہ مردار کی کھال کو دباغت پاک کر دیتی ہے۔ جس طرح شراب کا سرکہ حلال ہو جاتا ہے۔ کذا فی العینی۔ (دار قطنی ج ۴ ص ۲۶۶)

پس جو شخص ان حدیثوں کے مضمون کو برا سمجھتا ہے وہ اپنا نامہ اعمال سیاہ کرتا ہے اور حدیث کا منکر ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ خود غیر مقلدین کی فقہ الحدیث مقبولہ اور معمولہ کتاب کے رو سے شراب تو پاک اور طیبات سے ہے پھر وہ کیوں حنفیوں پر اعتراض کرتے ہیں اور ان کے مجتہد العصر نواب سید محمد صدیق حسن خاں صاحب روضۃ الندیہ کے صفحہ ۱۱، ۱۲ میں شراب کی پاکی کو بڑے مبالغے سے ثابت کر چکے ہیں اور ان کے امام الحدیث شیخ الاسلام سید نذیر حسین صاحب کے شاگرد مولوی عبدالغفور محمدی استفتاء میں سور کی چربی اور منی کے پاک ہونے سے کھانے اور چاٹنے کی اجازت دے رہے ہیں۔ بحکم آیت کلوا من الطیبات پس ان کے نزدیک تو خود شراب ماکولات اور مشروبات سے ہوگئی۔ پس ان کی فقہ الحدیث میں جو لکھا ہے اور حرام ہے سرکہ بنانا شراب کا سراسر خلاف ان کے اصول کے ہے کیوں کہ روضۃ الندیہ میں جواز و عدم جواز دونوں پر حدیثیں نقل کی ہیں۔ اور ان کے نزدیک اختلاف سے اصلی حکم میں کچھ خلل نہیں پڑتا ہے جیسا کہ روضۃ الندیہ کے صفحہ ۱۰ میں ثابت ہے۔ اور اصل میں ہر شے حلال ہے جب تک اس کی اتفاقی حرمت قرآن اور حدیث سے ثابت نہ ہو۔ چنانچہ روضۃ الندیہ کے صفحہ ۲۰۹ میں لکھا ہے۔ پس جب بعض اصحاب اور اہل بیت اطہار سے شراب کے سرکہ بنانے کا جواز ثابت ہوا جیسا کہ صفحہ ۲۲۲ میں ہے۔ تو ثابت ہوا کہ عدم جواز اس کا ابتدا اور اسلام میں تھا۔ چنانچہ ابتدا میں استعمال ظروف شراب سے ممانعت تھی۔ پھر جب مسلمان شراب سے بکلی ممتنع ہو گئے تو ممانعت رفع ہوگئی۔ پس شراب کو سرکہ بنانے اور کھانے کو حرام کہنا حلال کو حرام کہنا ہے۔

اعتراض نمبر ۸۷:

## شراب کھانے پر حد کی چھوٹ

اذا عجن الدقیق بالخمر وخبزہ لا یوکل ولو اکل لا یحد (ص۴۱۱ ج۵)

''اگر شراب سے آٹا گوندھا اور اس کی روٹی پکائی تو وہ نہ کھائی جائے گی اور اگر کسی نے کھائی تو اس کو حد نہ ماری جائے گی۔'' (ص۲۰۱ ج۹)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۷۰)

جواب:

اگر ایسی روٹی کھانے پر شراب کی حد قرآن وحدیث میں موجود ہے تو مفتی صاحب بتائیں ورنہ فقہاء پر اعتراض نہ کریں۔ ہمارے علامہ عبدالحیٔ لکھنوی نے ہدایہ کے حاشیہ میں لکھا ہے:

فھذا الخبز نجس کما لو عین بالبول

یہ روٹی ناپاک ہے جیسا کہ پیشاب ناپاک ہے

اعتراض نمبر ۸۸:

## شراب کے نو پیالوں پر حد نہیں

اذا شرب تسعة اقداح من نبیذ التمر فاوجر العاشر فسکر لم یحد لان السکر یضاف الی ما ھو اقرب الیه کذا فی السراجیه ص۴۱۲ ج۵ الباب الثانی.

''اگر ایک شخص نے نو پیالے نبیذ تمر کے پیے پھر دسواں پیالہ اس کے منہ میں ڈالا گیا پس نشہ ہو گیا تو اس کو حد نہ ماری جائے گی اس واسطے کہ سکر اس کے اقرب کی طرف مضاف

ہوتا ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ (ص۲۰۴ ج۹)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۷۲)

جواب:

وجہ اس کی یہ ہے کہ نبیذ تمر شراب بمعنی خمر کا نام نہیں بلکہ اس پانی کا نام ہے جس میں چند کھجوریں ڈال دی جائیں تاکہ پانی میٹھا ہو جائے جس طرح آج کل شکر ڈال کر پانی میٹھا کیا جاتا ہے۔ اسی طرح زمانہ رسالت مآب ﷺ میں کھجوریں ڈال کر پانی میٹھا کیا جاتا تھا۔ شرعاً اس مشروب کا پینا بلا کراہت درست ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے اسے بارہا نوش فرمایا۔ چند حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

حدیث نمبر۱:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اپنے اس پیالے میں رسول اکرم سید عالم ﷺ کو درج ذیل مشروبات پلانے کی سعادت حاصل کی (العسل والنبیذ والماء واللبن) شہد، نبیذ، پانی اور دودھ۔

حدیث نمبر۲:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کنا نبیذ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سقاء ہم رسول اللہ کے لیے مشک میں نبیذ تیار کیا کرتی تھیں۔

حدیث نمبر۳:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے لیے شروع رات پانی میں کھجوریں ڈال دی جاتیں پھر آپ ﷺ اس نبیذ تمر کو صبح سے لے کر تیسرے دن کی عصر تک جب چاہتے نوش فرماتے۔ فان بقی شیء سقاہ الخادم او امر بہ فصب پھر اگر کچھ بچ رہتا تو خادم کو پلا دیتے یا حکم فرماتے تو گرا دیا جاتا۔ (مشکوٰۃ ص۳۷۲)

تیسری حدیث کی تشریح میں محدثین کرام نے فرمایا کہ اگر بوجہ گرمی وغیرہ کے نبیذ میں

نشہ پیدا ہو جاتا (جس کی پہچان رنگ بدلنے جھاگ پیدا ہونے وغیرہ سے ہو جاتی ہے) تو حضور اقدس ﷺ اس کے گرانے کا حکم دے دیتے اور اگر نشہ پیدا نہ ہوتا تو خادم کو پلا دیتے۔ (مرقاۃ جدید ص ۲۲۷ ج ۸)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نبیذ تمر عمدہ و پسندیدہ مشروب ہے۔ البتہ اسے اگر زیادہ دیر تک رکھا جائے تو اس میں کبھی نشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ مشروب نشہ آور ہونے سے پہلے بلا کراہت حلال ہے اور نشہ آور ہونے کے بعد بلا شبہ حرام ہے۔

فتاویٰ عالمگیری کی مندرجہ عبارت ان احادیث کی روشنی میں مرتب فرمائی گئی ہے۔ یعنی اگر کسی شخص نے نبیذ تمر کے ایسے نو پیالے پیے جن میں نشہ نہ تھا اور دسواں پیالہ جس میں نشہ تھا اس نے خود نہ پیا بلکہ کسی نے اس کے منہ میں زبردستی ڈال دیا جس سے وہ نشہ میں ہو گیا تو اس کو حد نہ ماری جائے گی کیوں کہ جس نبیذ کو اس نے خود پیا اس میں نشہ نہ تھا اور جس میں نشہ تھا اسے اس نے خود نہ پیا جب نشہ آور چیز بغیر اکراہ کے خود نہ پی جائے تو حد نہیں لگائی جا سکتی۔ قرآن مجید میں ہے: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ﴾ یعنی جو شخص حرام چیز کے کھانے یا پینے پر مجبور ہوا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ (البقرہ: ۱۷۳)

## غیر مقلدین کا مذہب، پہلا مسئلہ:

اگر کتا کنویں میں گر پڑے اور پانی کا رنگ یا مزہ یا بو تبدیل نہ ہو تو وہ پاک ہے۔

(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۳۳۸)

## دوسرا مسئلہ:

زیادہ ترصحیح قول یہ ہے کہ کتے اور خنزیر کے سوا سب جانوروں کی منی پاک ہے۔

(فقہ محمدیہ کلاں ج ۱ ص ۴۱)

## تیسرا مسئلہ:

”جب تک پانی کا کوئی وصف نہ بدلے قلیل ہو یا کثیر نجاست گرنے سے وہ نجس نہیں

ہوتا۔" اہل حدیث نے اسی کو اختیار کیا ہے۔(لغات الحدیث ج۶ص ۳۲۰)

**چوتھا مسئلہ:**

"خون کی نجاست پر کوئی قوی دلیل نہیں ہے۔خصوصاً حلال جانور کے خون کی نجاست پر البتہ حیض کا خون نجس ہے اور اصل اشیاء طہارت ہے۔"

(لغات الحدیث ج۲ص ۶۸)

**پانچواں مسئلہ:**

جو روٹی شراب ملا کر پکائی جائے اس کا کھانا درست ہوگا،جن ادویہ میں شراب کی روح یعنی الکحل شریک ہوتی ہے اس کا بھی استعمال درست ہوگا ہمارے علماء اہل حدیث میں سے مفتی مصر نے ایسا ہی فتویٰ دیا ہے۔(لغات الحدیث ج۱ص ۶۰)

**چھٹا مسئلہ:**

"کپڑے یا جسم میں شراب لگ جائے تو دھونے کی ضرورت نہیں کیوں کہ شراب نجس نہیں ہے۔"(لغات الحدیث ج۶ص ۸)

**اعتراض نمبر۸۹:**

## چوری کے اقرار سے منحرف کرنا مستحب ہے

**ویستحب للامام ان یلقن حتی لا یقر بالسرقد کذا فی الظهیرة.**

(ص ۱۷۱ ج۲)

"اگر کوئی چور مجرم ہونے کا اقرار کرے تو مسلمان حاکم کے لیے مستحب ہے کہ وہ اسے ایسی ترغیب دے کہ وہ چوری کا اعتراف ہی نہ کرے۔

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۴۷ مسئلہ نمبر ۱۹۳)

اعتراض نمبر ۹۰:

## حاکم منحرف ہونے کا مشورہ دے

وینبغی ان یلقن لمقرّ الرجوع احتیالا للدرء

(فتاویٰ عالمگیری ص ۱۷۱ ج ۲)

''اگر کوئی چور چوری کا اقرار کرے تو مسلمان حاکم کا فرض ہوگا کہ وہ اسے اپنے اعتراف سے منحرف ہو جانے کی ترغیب دے تا کہ وہ حد کی سزا سے بچ جائے۔''

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۴۷ مسئلہ نمبر ۱۹۴)

جواب:

دونوں اعتراض کا اکٹھا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

مفتی صاحب نے ''فرض ہوگا'' کے الفاظ اپنی طرف سے کہے ہیں۔ کتاب میں ان کا ذکر نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری کی مکمل عبارت مع ترجمہ ملاحظہ ہو ینبغی ان یلقن لمقرّ الرجوع احتیالا للدرء واذا رجع عن الاقرار صح فی القَطعِ ولا یصح فی المال یعنی اگر کوئی شخص اقرار کرے کہ میں نے فلاں شخص کی چوری کی ہے تو مناسب ہوگا کہ مقر کو اقرار سے رجوع کرنے کی تلقین کی جائے تا کہ وہ رجوع کے سبب حد سرقہ سے بچ جائے۔ لیکن رجوع سے صرف اتنا فائدہ ہوگا کہ اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔ باقی رہا مال وہ ضروری طور پر حسب اعتراف اس سے برآمد کیا جائے گا۔ (ج ۲ ص ۱۷۱)

حدیث شریف:

یہ مسئلہ دل سے نہیں بنایا گیا بلکہ درج ذیل حدیث سے مستنبط ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے بارگاہِ اقدس سید عالم ﷺ میں حاضر ہو کر اعترافِ جرم کیا تو آپ نے اسے تلقین فرمائی کہ ارجع فاستغفر اللہ وتب الیه ''رجوع کر۔ اللہ سے معافی مانگ اور توبہ کر۔'' (مشکوٰۃ ص ۳۱۰)

مگر اس نے اعترافِ جرم سے رجوع نہ کیا تو آپ ﷺ نے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ جب اس پر سنگساری شروع کی گئی تو وہ بھاگ پڑا۔ سنگسار کنندگان میں سے بعض نے تعاقب کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پھر یہ واقعہ سید عالم ﷺ کے حضور عرض کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: هلّا تركتموه لعلّهٗ ان يتوب فيتوب الله عليه.

''تم نے اسے (چھوڑ دینا تھا) چھوڑا کیوں نہیں۔ (بھاگنے کے بعد کیوں قتل کیا) شاید کہ وہ اعترافِ جرم سے رجوع کر لیتا تو اللہ تعالیٰ اس کا رجوع قبول فرما لیتا۔''

(مشکوٰۃ ص ۳۱۱، ۳۱۲)

اعتراض نمبر ۹۱:

## اقرار کے بعد بھاگ جائے تعاقب ختم

واذا اقرّ بالسرقة ثم هرب لايتبع (ص ۱۷۳ ج ۲)

''اگر چور اعترافِ جرم کے بعد عدالت یا حد کی جگہ سے بھاگ جائے تو اس کا پیچھا نہیں کیا جائے گا۔'' (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۴۷ مسئلہ نمبر ۱۹۵)

جواب:

پچھلے اعتراض کے جواب میں غور کرنے سے اس اعتراض کا جواب بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ جو جرم شہادت کے بغیر محض اعترافِ جرم کی بنیاد پر ثابت ہو اس سے اگر مجرم رجوع کر لے تو حد ساقط ہو جاتی ہے۔ پھر چونکہ حدیثِ مذکور سے پتہ چلتا ہے کہ فرار بھی رجوع کی دلیل بن سکتا ہے لہٰذا جو شخص سزا کی جگہ سے فرار ہو جائے گا۔ اس کا تعاقب حد قائم کرنے کے لیے ہرگز نہیں کیا جائے گا۔ جس رقم کا اس نے اعتراف کیا ہے وہ ضرور وصول کی جائے گی۔

اعتراض نمبر۹۲:

## دس درہم سے کم کی چوری پر ہاتھ کاٹنا

**عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال قطع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ید السارق فی مجنۃ ثمنۃ ثلاثۃ دراھم**

(صحیح بخاری ص۱۰۰۴ ج۲)

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چور کا ہاتھ تین درہم کی ڈھال میں کاٹا تھا۔ مگر فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

**اقل النصاب فی السرقۃ عشرۃ دراھم. ص۱۷۰ ج۲**

سرقہ (چوری) کا کم سے کم نصاب دس درہم ہے۔ (ص۳۸۷ ج۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۴۷ مسئلہ نمبر۴۷)

جواب:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کی دلیل یہ ہے کہ نصاب سرقہ کے باب میں اصل کی حیثیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو حاصل ہے کہ چوری کرنے والے کا ہاتھ ایک ڈھال کی قیمت سے کم مال میں نہ کاٹا جائے۔ (نسائی ج۲ ص۲۲۳)

اور اس اصولی حکم پر ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں عمل ہوا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی چور کا ہاتھ ایک لاٹھی یا ڈھال کی قیمت سے کم میں نہیں کاٹا گیا۔

(صحیح بخاری کتاب الحدود پارہ ۲۷)

ان دو احادیث سے معلوم ہوا کہ ڈھال کی قیمت پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔

اب یہ معلوم کرنا ہے کہ ڈھال کی قیمت کیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ڈھال کی قیمت کے متعلق روایات مختلف آئی ہیں۔ وہ

ہم یہاں درج کرتے ہیں:

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت جس میں ربع دینار (یعنی تین درہم) کا ذکر آیا ہے۔

(۲) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کاٹا ایک ڈھال کے چرانے میں جس کی قیمت پانچ درہم تھی۔ (نسائی ج ۲ ص ۲۵۷)

(۳) حضرت قتادہ سے روایت ہے میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا کہتے تھے ایک شخص نے ڈھال چرائی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے۔ اس کی قیمت لگائی گئی پانچ درہم پھر اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ (نسائی ج ۲ ص ۲۵۷)

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا بہت عرصہ نہیں گزرا میں بھول گئی چوتھائی دینار میں ہاتھ کاٹا جاوے گا یا زیادہ میں۔ (نسائی ج ۲ ص ۲۵۷)

(۵) حضرت سلیمان بن یسار نے کہا نہ کاٹا جائے ہاتھ کا پنجہ مگر پنجے میں (یعنی پانچ درہم کی مالیت میں) (نسائی مترجم ج ۳ ص ۳۵۳ فرید بک سٹال لاہور)

(۶) حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے نہ کاٹا جاوے ہاتھ مگر ڈھال کی چوری میں اس کی قیمت کے برابر دوسری چیز میں۔ عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا ڈھال چار درہم کی ہوتی ہے۔

(نسائی مترجم ج ۳ ص ۳۵۳)

(۷) حضرت ایمن سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ نہیں کٹوایا چور کا مگر ڈھال کی قیمت میں اور ڈھال کی قیمت ان دنوں ایک دینار تھی۔

(نسائی ج ۲ ص ۲۲۵)

(۸) حضرت ایمن سے روایت ہے چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا ڈھال کی قیمت میں اور ڈھال کی قیمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک دینار تھی او عشـرة دراهـم (یا دس درہم) (نسائی ج ۲ ص ۲۲۵)

(۹) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے ڈھال کی قیمت ان دنوں دس درہم تھی۔
(سنن النسائی ج ۲ ص ۲۵۹)

(۱۰) حضرت عطاء نے کہا کم سے کم جس میں ہاتھ کاٹا جائے ڈھال کی قیمت ہے اور وہ ان دنوں میں دس درہم تھی۔

(نسائی مترجم ج ۳ ص ۳۵۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۷۴۔ مصنف عبد الرزاق ج ۱۰ ص ۲۳۳)

ان متعارض روایات میں تطبیق دینا ضروری ہے چنانچہ علمائے احناف نے ان میں یوں تطبیق دی ہے کہ ڈھال کی قیمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مختلف اوقات میں بدلتی رہی ہے۔ ابتدا میں ڈھال کی قیمت ربع دینار (تین درہم) تھی اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانے میں حکم دیا کہ ربع دینار کی چوری میں چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ پھر ڈھال کی قیمت بڑھ کر پانچ درہم ہوگئی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی دوسری روایت میں اسی کا ذکر ہے۔ پھر اس کے بعد ڈھال کی قیمت اور بڑھ کر دس درہم ہوگئی ابن عباس اور ایمن رضی اللہ عنہم کی روایات میں اسی زمانے کا ذکر ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے مثال کے طور پر پہلے اونٹوں کے سستا ہونے کی وجہ سے دیت چار سو درہم تھی بعد میں اونٹوں کے مہنگا ہو جانے کی وجہ سے یہ آٹھ سو درہم ہوگئی۔
(سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۷۹)

چونکہ سب سے آخر میں ڈھال کی قیمت دس درہم ہو گئی تھی۔ اس لیے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ یہ ہے کہ دس درہم سے کم مال میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جا سکتا۔ اس فتوے کے حق میں مزید روایات حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ فرماتے تھے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ڈھال کی قیمت دس درہم تھی۔ (نسائی مترجم ج ۳ ص ۳۵۴)

(۲) عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ڈھال کی قیمت دس درہم تھی۔ (نسائی)

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا چور کا ہاتھ دس درہم سے کم میں نہیں کاٹا جائے گا۔ (کتاب الآثار امام محمد ص ۱۰۹)

(۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ چور کا ہاتھ ڈھال سے کم قیمت کی چیز میں نہ کاٹا جائے۔ اور ڈھال کی قیمت دس درہم ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۷۴)

(۵) حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ڈھال کی قیمت دس درہم ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۹ ص ۴۷۴۔ مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۳۳)

(۶) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہاتھ نہ کاٹا جائے گا سوائے ایک دینار کے یا دس درہم کے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۷۴۔ مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۳۳)

(۷) حضرت ابو جعفر سے روایت ہے کہ ڈھال کی قیمت ایک دینار ہے۔ جس میں ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۷۴)

(۸) حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ ہاتھ نہیں کاٹا جاتا مگر ڈھال (کی قیمت) میں راوی نے کہا کہ میں نے ابراہیم سے کہا کہ اس کی کیا قیمت ہے (ابراہیم نے) کہا کہ ایک دینار۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۷۵۔ مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۳۴)

(۹) عمرو بن شعیب سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں سعید بن میسب کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا کہ آپ کے ساتھی عروہ بن زبیر، محمد بن مسلم زہری اور ابن یسار کہتے ہیں کہ ڈھال کی قیمت پانچ درہم ہے؟ (میرے اس سوال کے جواب میں سعید بن المسیب نے) کہا کہ رہی یہ بات (ڈھال کی قیمت والی) تو اس بارے میں سنت نبوی چلی آ رہی ہے کہ ڈھال کی قیمت دس درہم ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۷۶)

(۱۰) قاسم بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ ایک آدمی کو جس نے کپڑا چرایا تھا۔ حضرت عمر

بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو انہوں نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کپڑے کی قیمت دس درہم سے کم ہے۔ چنانچہ تحقیق کی گئی تو اس کپڑے کی قیمت آٹھ درہم نکلی۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۹ص۴۷۴۔ مصنف عبدالرزاق ج۱۰ص۲۳۳)

(۱۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (نصب الرایہ۳۳۲)

(۱۲) حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا (عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جاسکتا۔ (نصب الرایہ)

**(۱۳)عن ابن المسیب قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سرق السارق ما یبلغ ثمن المجن قطعت یدہ و کان ثمن المجن عشرة دراھم.**

(مصنف عبدالرزاق ج۱۰ص۲۳۳)

ابن المسیب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب چور کوئی ایسی چیز چوری کرے جس کی قیمت ڈھال کی قیمت تک پہنچتی ہو تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے اور ڈھال کی قیمت دس درہم تھی۔

**(۱۴)عن علی قال لا یقطع فی اقل من دینار او عشرة دراھم.**

(مصنف عبدالرزاق ج۱۰ص۲۳۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دینار یا دس درہم سے کم مال کی چوری پر ہاتھ نہ کاٹا جائے۔

(۱۵) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ دس درہم سے کم میں ہاتھ نہ کاٹا جائے۔

(۱۶) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں

کہ چور کا ہاتھ دس درہم سے کم مال میں نہ کاٹا جائے۔

ناظرین فتاویٰ عالمگیری کا مسئلہ حدیث کے مطابق ہے یا مخالف فیصلہ آپ خود کریں۔

اعتراض نمبر۹۳:

## جھوٹی گواہی پر قاضی کے فیصلہ کا حکم

جھوٹی گواہی پر قاضی کا فیصلہ باطن میں نافذ نہیں ہوتا چنانچہ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ہے۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ فَأَقْضِيَ لَهُ عَلَى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِشَيْءٍ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ فَلَا يَأْخُذْهُ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ (مشکوٰۃ ص۳۲۷)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میں ایک انسان ہوں اور تم جب اپنے جھگڑے میرے پاس لاتے ہو تو یہ ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی دوسرے کی بہ نسبت دلیل وحجت پیش کرنے میں چرب لسان ہو اور اس میں اس کی بات سن کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں یعنی دوسرے بھائی کے حق میں سے اس کے لیے کچھ دینے کا فیصلہ کر دوں تو وہ اپنے بھائی کے اس حق کو ہرگز قبول نہ کرے کیوں کہ میں ایسی صورت میں دراصل اس کے لیے دوزخ کا ایک ٹکڑا دے رہا ہوتا ہوں۔ مگر بقول فتاویٰ عالمگیری۔

### قاضی کا فیصلہ باطن میں نافذ ہے:

رجل ادعی علی امراۃ نکاحا وھی تجحد واقام علیھا شاھدی زورٍ وقضی القاضی بالنکاح بینھما حل للرجل وطؤھا وحل للمرأۃ التمکین منه عند ابی حنیفة وابی یوسف الاول. (ص۳۵۰،۳۵۱ج۳باب۱۷)

''ایک شخص نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور عورت انکار کرتی ہے اور اس شخص

نے دو جھوٹے گواہ پیش کیے اور قاضی (جج) نے فیصلہ کر دیا تو امام اعظم اور امام ابو یوسف کے پہلے قول کے موافق اس مرد کو اس (عورت) کے ساتھ وطی کرنا حلال اور عورت کو جائز ہے کہ اس کو اپنے اُوپر قابو دے دے۔" (ص ۱۶۸ ج ۵)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۸۰، ۸۱)

اعتراض نمبر ۹۴:

## جھوٹی شہادت پر طلاق

امرأة ادعت علٰی زوجها انه طلقها واقامت علٰی ذالك شهود زور وقضی القاضی بالفرقة بینهما وتزوجت بزوج اٰخر بعد انقضاء والعدة فعلی قول ابی حنیفة رحمه الله تعالٰی وقول ابی یوسف الاول لا یحل للزوج الاول وطؤها ظاهرا وباطنا ویحل للزوج الثانی وطؤها ظاهرا و باطنا علم بحقیقة الحال ان الزوج الاول لم یطلقها بان کان الزوج الثانی احد الشاهدین اولم یعلم بحقیقة الحال بان کان الزوج الثانی اجنبیا.

(ص ۳۲۱ ج ۳)

"ایک عورت نے اپنے شوہر پر تین طلاق کا دعویٰ کیا اور اس پر جھوٹے گواہ قائم کیے اور قاضی نے دونوں میں جدائی کا حکم دے دیا۔ پھر عدت گزارنے کے بعد اس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کیا تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور پہلے قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے موافق پہلے شوہر کو اس کے ساتھ وطی کرنا۔ ظاہراً و باطناً حلال نہیں اور دوسرے شوہر کو ظاہر باطن اس سے وطی کرنا حلال ہے خواہ اس کو یہ حال معلوم ہو کہ پہلے شوہر نے اس کو طلاق نہیں دی مثلاً دوسرا شوہر ان دونوں گواہوں میں سے ایک گواہ ہو یا اس کو یہ بات نہ معلوم ہو۔ مثلاً یہ شوہر دوسرا اجنبی محض ہو۔" (ص ۱۶۸ ج ۵)

## جواب:

دونوں اعتراضوں کا اکٹھا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

ان مسائل کا تعلق قاضی کی قضا کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے کے ساتھ ہے امام اعظم کے نزدیک قاضی کی قضا ظاہر و باطن میں نافذ ہو جاتی ہے۔ عورت نے عدالت میں دعویٰ کیا کہ فلاں شخص نے مجھے تین طلاقیں دی ہیں اور اس پر گواہ بھی پیش کر دیئے۔ اسی طرح کسی مرد نے دعویٰ کیا اور گواہ گزار دیئے۔ قاضی نے مطابق حکم شرعی شہادت لے کر نکاح کا فیصلہ کر دیا تو یہ فیصلہ جس طرح ظاہر میں نافذ ہو جاتا ہے اسی طرح باطن میں نافذ ہو جائے گا۔ یہی فیصلہ اس کا نکاح ہے قاضی جو کہ ولی ہے۔ موجوز ہے، اور گواہ بھی موجود ہے۔ قاضی کا فیصلہ مرد و عورت دونوں نے منظور کیا۔ ان کا یہ منظور کرنا ایجاب و قبول ہے۔ اس لیے نکاح ہو جائے گا۔ اگر یہ فیصلہ باطن میں نافذ نہ ہو تو بجائے اس کے قضاء قطع منازعہ کے لیے ہوتی ہے۔ منازعۃ کی تمہید کے لیے ہو جائے گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی یہی فیصلہ فرمایا تھا جیسا کہ امام محمد نے مبسوط میں لکھا ہے۔ تو عورت بولی کہ آپ میرا نکاح تو کر دیں آپ (حضرت علی) نے فرمایا کہ میرے نکاح کرنے کی کچھ حاجت نہیں۔ دو گواہوں نے تیرا نکاح کر دیا ہے۔

پھر یہ مسئلہ (قاضی کی قضا ظاہراً و باطناً والا) کسی حدیث صحیح کے خلاف نہیں۔ اگر معترض اس مسئلہ کو کسی حدیث صحیح کے مخالف سمجھتا ہے تو وہ صریح حدیث مع وجہ مخالفت و طریق استدلال لکھے۔

حدیث لعل بعضکم ان یکون الحن بحجة اس مسئلہ کے مخالف نہیں ہے۔ دیکھو لعان میں قاضی کی تفریق ظاہر باطن جاری ہو جاتی ہے حالانکہ ان دونوں میں سے ایک ضرور جھوٹا ہوا ہے۔

اسی طرح معترض کے نزدیک بھی مفقود کی عورت پر چار برس کے بعد قاضی تفریق کر

سکتا ہے پس کیا یہ تفریق باطن میں نہیں ہوتی ؟ کیا وہ عورت اللہ کے نزدیک مطلقہ نہیں ہو جاتی ؟ اگر ہو جاتی ہے تو ثابت ہوا کہ قاضی کی قضاء باطن میں بھی نافذ ہو جاتی ہے۔

علامہ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کے ص ۱۷۲ میں لکھتے ہیں:

وأبو حنيفة إمام مجتهد أدرك صحابة ومن التابعين خلقا كثيرا وقد تكلم في هذه المسألة بأصل وهو أن القضاء لقطع المنازعة بين الزوجين من كل وجه فلو لم ينفذ القضاء بشهادة الزور باطنا كان تمهيدا للمنازعة بينهما وقد عهدنا بنفوذ مثل ذلك في الشرع ألا ترى أن التفريق باللعان ينفذ باطنا وأحدهما كاذب بيقين

تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔ ادلہ کاملہ، ایضاء الادلہ، تالیفات حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن محدث دیوبند۔

اعتراض نمبر ۹۵:

## سور کے بال قابل استعمال ہیں

وقال أبو حنيفة رحمه الله تعالى ولا ينتفع من الخنزير بجلده ولا غيره الا الشعر للاساكفة...... وقول ابی حنيفة اظهر كذا في المحيط.

(ص ۳۵۴ ج ۵)

''اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ سور کی کھال وغیرہ کسی چیز سے انتفاع نہیں جائز ہے۔ لیکن سور کے بالوں سے موزہ دوز (موچی) کو انتفاع لینا جائز ہے۔'' (ص ۹۰ ج ۹)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۸۵)

جواب:

مفتی صاحب آپ کے مولانا محمد یوسف جے پوری صاحب نے ''حقیقت الفقہ'' مسئلہ نمبر ۲۶۴ میں درمختار ج ۱ ص ۱۰۲ کے حوالہ سے احناف کا مسلک تحریر کیا ہے کہ سور کی

کھال کے سوا ہر جانور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔

جب فقہ حنفی کا یہ مسئلہ درمختار میں لکھا تھا تو پھر اعتراض کیوں کیا۔ صرف عوام کو مغالطے میں ڈالنا ہے اور کچھ نہیں۔ جب سور کی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوتی تو بال کیسے پاک ہو گئے۔ کھال کے ساتھ ہی بال ہوتے ہیں۔

غیر مقلدین کے نزدیک سور کے گوشت کے علاوہ کوئی اور چیز ناپاک ہی نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

امام شوکانی اور ان کے معتقد نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد کے نزدیک بجز گوشت سور کے اور کوئی چیز اس کی ناپاک ہی نہیں۔ شوکانی نے نجاستوں میں صرف گوشت سور کو شمار کیا ہے چنانچہ دربہیہ میں فرماتے ہیں **ولحم الخنزیر** اور خنزیر کا گوشت۔

نواب صاحب اس کی شرح میں فرماتے ہیں: **الدلیل علٰی نجاسة ما قدمنا قریبا من الاٰیة الکریمة** (الروضۃ الندیہ ص ۱۲ مطبوعہ قدیمی ص ۱۸)

''کہ سور کے گوشت کے ناپاک ہونے کی دلیل ہم قریب ہی بیان کر چکے ہیں جو آیت شریفہ ہے۔''

اس سے قبل پانچویں سطر میں آیت کے مضمون کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

**والظاهر رجوعه الی الاقرب وهو لحم الخنزیر لافراد الضمیر ولهٰذا جزمنا هٰهنا بنجاسة لحم الخنزیر.** (الروضۃ الندیۃ ص ۱۲ قدیمی ص ۱۸)

''کہ چونکہ ضمیر مفرد ہے اس بنا پر ظاہر یہی ہے کہ اقرب کی طرف راجع ہے جو لحم خنزیر ہے اسی لیے ہم اس جگہ پر سور کے گوشت کے نجس و ناپاک ہونے کے قائل ہوئے باقی اور کوئی چیز اس کی ناپاک نہیں۔''

نواب نور الحسن خاں غیر مقلد لکھتے ہیں:

پس دعوائے نجس عین بودن سگ وخنزیر برد پلید بودن خمر و دم مسفوح وحیوان مردار ناتمام است آرے اکل لحم اینہا و آشامیدن خمر حرام است ونیست ملازمت میاں حرمت و

نجاست آرے ہر نجس حرام است نہ ہر حرام نجس۔ (عرف الجادی ص ۱۰)

نواب صاحب فرماتے ہیں:

''پس کتے اور سور کے اور شراب و خون مسفوح کے اور مرے ہوئے جانور کے ناپاک و نجس عین ہونے کا دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے۔ ہاں ان دونوں کا گوشت کھانا اور شراب پینا بے شک حرام ہے۔ لیکن حرمت و ناپاکی میں لزوم نہیں۔ جو چیز ناپاک ہے وہ حرام ضرور ہے مگر ہر ایک حرام چیز ناپاک نہیں ہوتی۔

یہ قول تو با آواز دہل کہہ رہا ہے کہ سور کا کوئی جز بھی ناپاک نہیں حتی کہ اس کا گوشت بھی ناپاک نہیں صرف حرام ہے اور حرام اور نجس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔''

مفتی صاحب کو خاص طور پر اس کی طرف توجہ کرنی چاہیے کہ ان کے اہل حدیث بھائی خنزیر و کتے دونوں کو ناپاک نہیں کہتے۔

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد فرماتے ہیں:

ہمچنیں استدلال بر نجاست خنزیر بلفظ رجس کما ینبغی نیست چہ مراد بر جس چنانکہ گذشت حرام است نہ نجس دور دو آیت در تحریم اکل ست نہ در نجاست و میان تحریم و نجاست تلازم نیست بسیار است کہ یک شیء حرام و طاہر می بود چنانکہ در حرمت علیکم امہاتکم و نحو ان بودہ است وہمین است حال استدلال بغسل آنیہ اہل کتاب کہ دوران خوک پرند کہ آن بنا پر تحریم اکل و شرب است نہ بنا بر نجاست و این حکم دیگر است مقصود شارع نیست۔

(بدور الاہلہ ص ۱۶)

''اسی طرح لفظ رجس سے سور کے ناپاک ہونے پر استدلال کرنا صحیح نہیں کیوں کہ رجس سے مراد حرام ہے نہ ناپاک چنانچہ ما سبق میں گزر چکا ہے اور آیت کھانے کے حرام

ہونے میں نازل ہوئی ہے ناپاک ہونے کے بارے میں نہیں۔ اور تحریم ونجاست میں لزوم نہیں ہے بسا اوقات ایک شے حرام کے ساتھ ساتھ پاک بھی ہوتی ہے چنانچہ آیت حرمت علیکم امہاتکم وغیرہ میں ہے۔ اور یہی حال اس حدیث سے استدلال کا ہے۔ جس میں آنحضرت نے اہل کتاب کے برتنوں کے دھونے کا حکم دیا ہے جن میں وہ سور پکایا کرتے تھے کہ وہ حکم اس کی نجاست کی بنا پر نہ تھا کیوں کہ یہ حکم دوسرا ہے جو شارع علیہ السلام کا مقصود نہیں بلکہ وہ حکم اکل وشرب کی تحریم کی بنا پر تھا۔"

## نواب صاحب کا ایک اور حوالہ:

اس کے بعد ایک جملہ اور بھی نواب صاحب نے تحریر فرمایا ہے اسے بھی نقل کیے دیتا ہوں۔

واگر تنزلا بتقدیر احتمال دویم محتمل از برائے احتجاج در محل نزاع منتہض نباشد (بدور الاہلہ ص ۱۶)۔

"اور اگر احتمال کے طریق پر چلیں (کہ ممکن ہے نجاست کی وجہ سے دھونے کا حکم فرمایا ہو) تو جو دلیل محتمل ہو محل نزاع میں وہ قابل استدلال نہیں ہے۔"

ناظرین ان عبارتوں کو دیکھ کر کیا کوئی عاقل انکار کر سکتا ہے کہ نواب صاحب وغیرہ سور کی طہارت کے قائل نہیں ہیں؟

اسی طرح نواب صاحب نے دلیل الطالب فی ارجح المطالب کے صفحہ ۴۰۴ میں بیان کیا ہے۔

علامہ وحید الزماں صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں:

کہ سور تو سور اس کا لعاب بھی پاک ہے اگر کسی برتن میں سور یا کتے نے منہ ڈال دیا تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔

والحق عدم النجاسة والامر بالغسل تعبدی او لما فیه من السمیة

(ہدیۃ المہدی ص ۴۷)

نجس نہ ہونا ہی حق ہے۔

## امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:

اسی پر بس نہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ علامہ وحید الزماں فرماتے ہیں:

**واختاره البخاری وغيره من اصحابنا.** (ہدیۃ المہدی ص ۴۷)

اب فرمائیے کہ فتاویٰ عالمگیری پر کیوں اعتراض ہے۔ آپ کے اہل حدیث کے یہاں تو سور اپنے تمام اجزا کے ساتھ پاک ہے سوائے گوشت کے۔

فقہ حنفی کا مفتیٰ بہ قول کہ سور نجس عین ہے:

اب وہ عبارتیں ملاحظہ فرمالیں جو آپ کو یہ بتلائیں گی کہ حنفیوں کے مذہب میں سور بجمیع اجزاۂ نجس و ناپاک ہے تاکہ کسی طرح کا وہم باقی نہ رہے۔

**ثم قال الكرخي الا جلد الانسان والخنزير جواب ظاهر قول اصحابنا (الى مانقلته اولا) والصحيح ان جلد الخنزير لا يطهر بالدباغ لان نجاسة ليست لما فيه من الدم والرطوبة بل هو نجس العين فكان وجود الدباغ فى حقه والعدم بمنزلة واحدة وقيل ان جلده لايحتمل الدباغ لان له جلودا مترادفة بعضها فوق بعض لما للآدمي.** (بدائع الصنائع ص ۸۶ ج ۱)

"ہمارے تینوں اماموں کا ظاہر قول یہی ہے کہ سور نجس العین ہے دباغت دینے سے اس کا چمڑا پاک نہیں ہوتا کیوں کہ اس کی ناپاکی اس وجہ سے نہیں ہے کہ اس میں خون اور رطوبات پائے جاتے ہیں بلکہ وہ تو سر سے لے کر پیر تک ناپاک ہی ناپاک ہے پس دباغت کا وجود عدم دونوں یکساں ہیں لہٰذا دباغت سے کچھ فائدہ نہیں اور وہ پاک نہیں ہوسکتا۔ بلکہ بعض نے اس کی علت یہ بھی بیان کردی کہ اس کے چمڑے میں تہ بر تہ ہونے کی وجہ سے دباغت اپنا اثر ہی نہیں کرتی۔ غرض کوئی بھی صورت ہو سور پاک نہیں ہوسکتا۔ اس سے قبل صاحب بدائع فرماتے ہیں:

**ومنها الدباغ للجلود النجسة فالدباغ تطهير للجلود كلها الا جلد الانسان والخنزير كذا اذكر الكرخي. (ص۸۵)**

''کہ دباغت تمام چمڑوں کو پاک کر دیتی ہے لیکن انسان اور سور کے چمڑے کو نہیں کرتی چنانچہ امام کرخی نے ذکر کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے مذہب سے کرخی طحاوی وغیرہ زیادہ واقف ہوتے ہیں۔ اور ہمیشہ مذہب ہی کو نقل کرتے ہیں۔

صاحب درمختار لکھتے ہیں:

**خلا جلد خنزير فلا يطهر** (درمختار)

علامہ شامی لکھتے ہیں:

**اى لانه نجس العين بمعنى ان ذاته بجميع اجزائه نجسة حيا و ميتا فليست نجاسة لما فيه من الدم كنجاسة غيره من الحيوانات فلذا لم يقبل التطهير في ظاهر الرواية عن اصحابنا.** (رد المحتار ج ۱ ص ۱۴۳)

''سور کا چمڑا پاک نہیں ہوتا کیوں کہ وہ نجس العین ہے یعنی اس کی ذات زندگی و موت کی حالت میں اپنی تمام اجزا کے اعتبار سے ناپاک ہے اس کی ناپاکی دوسرے جانوروں کی طرح خون کی وجہ سے نہیں ہے اسی بنا پر ہمارے ائمہ کے ظاہر مذہب میں وہ پاکی کو قبول نہیں کرتا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

**واما الخنزير فجميع اجزائه نجسة كذا في الاختيار شرح المختار.**

(فتاویٰ عالمگیری ص ۲۵ ج ۱)

''خنزیر کے تمام اجزاء ناپاک ہیں چنانچہ اختیار میں مصرح ہے۔''

**كل اهاب دبغ فقد طهر الا جلد الآدمي والخنزير كذا في الزاهدي.**

(عالمگیری ص ۲۵ ج ۱)

''تمام چمڑے دباغت سے پاک ہو جاتے ہیں مگر انسان اور خنزیر کا چمڑا پاک نہیں

ہوتا۔ چنانچہ زاہدی میں تصریح ہے۔“

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

**وشعر الخنزير اذا وقع فی الماء يفسده لانه نجس العين**

(فتاویٰ قاضی خان ج۱ص۱۰)

”سور چونکہ نجس العین ہے اس لیے اس کے بال اگر پانی میں گر پڑیں تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔“

ہدایہ میں ہے:

**وكل اهاب دبغ فقد طهر وجازت الصلوٰة فيه والوضوء منه الا جلد الخنزير لآدمی بخلاف الخنزير لانه نجس العين اذا لهاء فی قوله تعالٰى فانه رجس منصرف اليه لقربه.** (ہدایہ)

کفایہ شرح ہدایہ میں ہے:

**قلنا جلد الخنزير لايندبغ فلا يطهر لان شعره غليظ ينبت من لحمه ولانه نجس العين كالخمر.** (کفایہ ج۱ص۸۱)

عنایہ شرح ہدایہ میں ہے:

**بخلاف جلد الخنزير فانه لايطهر بالدباغ النجاسة عينه.**

(عنایہ ج۱ص۸۲)

کنز الدقائق میں ہے:

**الا جلد الخنزير والادمی.** (کنز)

شرح کنز میں ہے:

**لنجاسة عينه.** (بحر الرائق ج۱ص۱۰۰)

مفتی صاحب ان عبارتوں کو ملاحظہ فرمائیں۔ کنز الدقائق، بحر الرائق، بدائع، ہدایہ، عنایہ، کفایہ، قاضی خاں، عالمگیری، درمختار، ردالمحتار، شامی۔ دس کتابوں سے میں نے اقوال

نقل کیے ہیں سب کے سب اس پر متفق ہیں کہ حنفیوں کا مذہب ہے کہ خنزیر نجس العین ہے اس کے تمام اجزا ناپاک ہیں اس کا چمڑا دباغت سے پاک نہیں ہوتا۔ یہی مذہب امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد کا ہے۔ روایات فقیہہ اور بھی نقل کر سکتا ہوں۔ لیکن حق کی اتباع کے واسطے یہ کافی ہے۔

ایک بات اور سن لیجیے کہ گو حدیث تمام جلود کو شامل ہے جس میں جلد خنزیر بھی آ جاتی ہے لیکن حنفیوں نے خنزیر کے چمڑے کو اس سے علیحدہ کیا ہوا ہے وجہ یہ ہے کہ قرآن شریف کی آیت کے معارض ہے او لحم الخنزیر فانہ رجس کہ خنزیر کا گوشت بھی حرام ہے۔ کیوں کہ خنزیر ناپاک ہے۔ ظاہرا ضمیر اقرب کی طرف راجع ہے اور ضمیر کے قریب تر خنزیر ہے خنزیر کے اعتبار سے لحم بعید ہے اور اس کو نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد بھی تسلیم کر رہے ہیں کہ ضمیر اقرب کی طرف راجع ہے مگر انہوں نے لحم کو اقرب قرار دیا ہے اور ہم خنزیر کو اقرب قرار دیتے ہیں جس پر مشاہدہ شاہد ہے اور ظاہری بصارت گواہ ہے اور مضاف الیہ کی طرف ضمیر کا رجوع بغیر انکار شائع ہے کلام عرب بلکہ قرآن و حدیث میں اس کے نظائر موجود ہیں گو مضاف کی طرف بھی ضمیر راجع ہوتی ہے لیکن موضع احتیاط میں طریق احتیاط کو اختیار کیا جاتا ہے۔ اور وہ اسی صورت میں ہے جو حنفیوں نے اختیار کی ہوئی ہے بس حدیث مذکور چونکہ قرآن شریف کی آیت کے خنزیر کے بارے میں معارض ہے اور قرآن شریف کی آیت قطعی اور حدیث مذکور خبر واحد ظنی ہے۔ لہٰذا جلد خنزیر میں قرآن کی آیت کو مقدم رکھا جائے گا۔ اور خنزیر نے علاوہ حدیث دوسرے جلود پر محمول ہو گی۔ اس طرح قرآن و حدیث دونوں پر عمل ہو جائے گا اور آپ کے یہاں تو قرآن و حدیث دونوں کو چھوڑ دیا گیا۔ خنزیر بھی طاہر اور اس کے تمام اجزا طاہر اور لعاب بھی پاک ہے چنانچہ عبارتیں نقل کر چکا ہوں لہٰذا سچ سچ فرمائیے کہ قرآن و حدیث پر کون عامل ہے اس کو تحقیق کہتے ہیں اور اس کا نام اجتہاد صحیح ہے۔

ایک اور انداز سے:

ناظرین! صاحب درمختار بیان کرتے ہیں فلاں فلاں جانور سے شکار کرنا جائز ہے جس کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ جانور نجس العین نہ ہو اگر نجس العین ہوگا تو اس سے شکار جائز نہیں۔

فرماتے ہیں:

**فلا یجوز بخنزیر لنجاسة عینه** (درمختار کتاب الصید)

''لہٰذا خنزیر سے شکار کرانا جائز نہیں کیوں کہ وہ نجس العین ہے۔''

اعتراض نمبر ۹۶:

## خون کے ساتھ قرآن مجید لکھنا جائز ہے

**والذی رعف فلا یرقارمه فاراد ان یکتب بدمه علی جبهته شیئاً من القرآن قال ابو بکر الاسکاف یجوز.** (ص۳۵۶ ج۵)

اور جس شخص کی نکسیر پھوٹی اور اس کا خون بند نہیں ہوتا پس چاہا کہ اس کے خون سے اس کی پیشانی پر کوئی آیت قرآنی لکھے تو شیخ ابو بکر اسکاف نے فرمایا کہ جائز ہے۔

(ص۹۹ ج۹)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۸۷،۸۸)

جواب:

فقہ حنفی کی مشہور کتاب شامی میں تداوی بالحرام (یعنی حرام کے ساتھ علاج) کا عنوان ہے۔اس عنوان کو ذہن میں رکھیں اور اس عنوان کے تحت اس مسئلہ کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ مسئلہ دراصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے مرض میں مبتلا ہو جائے کہ جس کا علاج بالحلال (حلال اشیاء کے ساتھ علاج) ممکن نہیں اور سوائے علاج بالحرام کے کوئی چارہ نہیں تو اب کیا کیا جائے ایسے مریض کو مرنے اور ہلاک ہونے دیا جائے یا اس کی جان بچانے کے

لیے علاج بالحرام کا طریقہ اختیار کیا جائے۔ اصل صورت مسئلہ کی یہ ہے جو اوپر بیان ہوئی اس میں بھی ہمارے فقہاء کرام نے اختلاف کیا ہے اور بالخصوص سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے علاج بالحرام کو جائز نہیں کہا کیوں کہ حرام میں شفا نہیں اور یہاں تک کہہ دیا کہ اگر موت واقع ہونے اور جان جانے کا خطرہ بھی ہو تب بھی حرام سے علاج کی اجازت نہ دی جائے گی جیسا کہ شامی میں امام حادی قدسی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

**حتی یخشی علیه الموت وقد علم اله لو کتب فاتحة الکتاب او الاخلاص بذالك الدم علی جبهة ینقطع فلا یرخص فیه**

اگر نکسیر والے کو موت کا خطرہ بھی ہو اور اسے کسی ذریعہ سے اس بات کا یقین بھی ہو کہ اگر نکسیر کے خون سے اس کی پیشانی پر سورۃ فاتحہ یا اخلاص لکھی جائے تو نکسیر ختم ہو جائے گی اور جان بچ جائے گی پھر بھی خون کے ساتھ لکھنے کی اجازت نہیں۔

مفتی صاحب شامی کی یہ عبارت پڑھیں تاکہ آپ کے علم میں بھی اضافہ ہو جائے۔ مگر بعض فقہاء کرام نے علاج بالحرام کو حالت اضطراری میں کسی ماہر ڈاکٹر یا حاذق حکیم جو دیندار بھی ہو اور مستند بھی' کے تجویز کرنے کے بعد جائز کہا کیوں کہ حالت اضطراری و مجبوری میں حرام کی حرمت فی الوقت ساقط ہو جاتی ہے جیسا کہ خود قرآن مجید اس پر شاہد ہے ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ﴾ ''مگر جو شخص مجبور ہو گیا''

(سورہ بقرہ پارہ ۲ آیت نمبر ۱۷۳، سورہ انعام پارہ ۸ آیت نمبر ۱۴۵)

کے الفاظ شاہد و عادل ہیں صورت مذکورہ میں اضطرار اس حد تک ہے کہ جان جانے اور ہلاک ہونے کا خطرہ ہے مگر اس کے باوجود ہمارے فقہاء کرام سوچ بچار کے ساتھ قدم رکھتے ہیں۔ مگر فقہ حنفی کا عمل امام حادی قدسی والا ہے۔

غیر مقلدین حضرات کے نزدیک بھی یہ بات مسلم ہے کہ حالت اضطرار میں علاج بالحرام جائز ہے۔ جیسا کہ نزل الابرار من فقہ نبی المختار ص ۳۰۱ میں علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں کہ **اذا استعمل برائ الطبیب الحاذق** ''جب کسی ماہر حکیم کی رائے سے

استعمال کی جائے"

اور اسی کتاب کے ص ۳۱ پر ہے وقیل یرخص اذا علم فیه الشفاء ولم یوجد دواء افر حلال یوثر اثره کما رخص الخمر العطشان واکل المیتة للمضطر

"اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اجازت ہے اس بات کی کہ (علاج بالحرام) جائز ہے۔ جب کہ کوئی دوسری دوا حلال موثر نہ پائی ہے۔ جیسا کہ بوقت ضرورت پیاسے کے لیے شراب اور بھوکے کے لیے مردار جائز ہے۔"

امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: واختلف اهل العلم فی التداوی بالشی النجس فابهاح کثیر منهم التداوی به (المسوی ص ۴۱۱)

"نجس چیز کے ساتھ دوا کرنے میں اہل علم کا اختلاف ہے بہت سے لوگوں نے اس (نجس) کے ساتھ علاج کو مباح قرار دیا ہے۔

## غیر مقلدین کے نزدیک اونٹ کا پیشاب پینا جائز ہے:

مولانا ثناء اللہ امرتسری کے فتاویٰ سے ہم سوال و جواب نقل کرتے ہیں۔

سوال: اونٹ کا پیشاب پینا مریض کے لیے حدیث میں ہے۔ مگر بڑی مکروہ چیز ہے کیسے جائز ہوا؟ ہندو لوگ عورت کو نفاس کی حالت میں گائے کا پیشاب پلاتے ہیں کیا باعث اعتراض ہے۔ (مسائل مذکور)

جواب: حدیث میں بطور دوائی استعمال کرنا جائز آیا ہے۔ جس کو نفرت ہو نہ پئے لیکن حلت کا اعتقاد رکھے ایسا ہی گائے بکری کے بول کے متعلق بھی آیا ہے۔

لا بأس ببول ما یؤکل لحمه (ایضًا)

(فتاویٰ ثنائیہ جلد دوم ص ۶۷ باب ہفتم مسائل متفرقہ مطبوعہ مکتبہ اصحاب الحدیث مچھلی منڈی لاہور)

فقہ حنفی کا مذہب منع ہے لہٰذا ابوبکر سکاف کا یہ قول قابل عمل نہیں ہے۔

اعتراض نمبر ۹۷:

## مردار کی کھال پر قرآن لکھنا جائز ہے

وکذا لو کتب علی جلد میتة اذا کان فیه شفاء کذا فی خزانة المفتین. (ص۳۵۶ ج۵)

''اسی طرح اگر مردار کی کھال پر لکھے تو بھی یہی (جواز کا) حکم دیا ہے بشرطیکہ اس مین شفا ہو۔ (ص۹۹ ج۹)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۸۸)

جواب:

حنفی کیا سارے اہل سنت کے نزدیک قرآن مجید کا اس قدر ادب ہے کہ اس کو بے وضو ہاتھ میں لینا درست نہیں ہے کذا فی عامة الکتب۔

باقی رہا چمڑا مردار کا سو بحکم حدیث شریف اذا دبغ الاھاب فقد طھر یعنی چمڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے۔ پس پاک چیزوں پر قرآن شریف لکھنے کی کیا قباحت ہے۔ البتہ ان کی فقہ الحدیث کے رو سے چمڑا کیا مردار کا گوشت اور گوہ موت بھی پاک ہے۔ روضۃ الندیہ کے صفحہ ۸، ۹، ۱۰ کو دیکھیے۔

اعتراض نمبر ۹۸:

## مسلمان کو کافر کے قصاص میں قتل کرنا جائز نہیں

مسئلہ: مسلمان کو کافر کے قصاص میں قتل کرنا جائز نہیں۔ جیسا کہ حضرت علی سے مروی ہے:

الا یقتل مسلم بکافر صحیح بخاری باب لا یقتل المسلم بالکافر.

(ص۱۰۲۱ ج۲)

مگر فتاویٰ میں ہے: یقتل المسلم بالذمی. (ص۳ ج۶)

ذمی کے قصاص میں مسلمان قتل کیا جائے گا۔(ص ۳۴۳ ج ۹)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۸۸)

جواب:

حدیث نمبر ا:

ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کو ایک ذمی کے بدلے میں قتل کیا اور کہا جو شخص اپنا ذمہ پورا کرے میں اس کا (بدلہ لینے کا) زیادہ حق دار ہوں۔

(سنن الکبریٰ بیہقی ج ۸ ص ۳۰)

حدیث نمبر ۲:

عبدالرحمٰن بن بیلمانی سے روایت ہے کہ مسلمانوں کے ایک آدمی نے اہل کتاب کے ایک آدمی کو قتل کیا۔ مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی اپنا ذمہ پورا کرے۔ اس کا (بدلہ لینے کا) زیادہ حق رکھتا ہوں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ (سنن الکبریٰ بیہقی ج ۸ ص ۳۰)

ان دونوں احادیث سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تائید ہوتی ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کسی ذمی کافر کو قتل کیا تو اس کے بدلے میں مسلمان قتل کیا جائے گا جو روایت مفتی صاحب نے نقل کی ہے۔ اس سے کافر حربی مراد ہے، ذمی نہیں۔

اعتراض نمبر ۹۹:

## عدالت سے بھاگنے والے چور پر حد نہیں

اذا اقر بالسرقة ثم هرب لايتبع. (ص ۱۷۳ ج ۲)

اگر چور اعترافِ جرم کے بعد عدالت یا سزا کی جگہ سے فرار ہو جائے تو اس کا تعاقب نہیں کیا جائے گا۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۴۷، ۹۷)

**جواب:**

جو جرم شہادت کے بغیر محض اعتراف جرم کی بنیاد پر ثابت ہو اس سے اگر مجرم رجوع کرلے تو حد ساقط ہو جاتی ہے۔ پھر چونکہ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ فرار بھی رجوع کی دلیل بن سکتا ہے لہٰذا جو شخص سزا کی جگہ سے فرار ہو جائے گا۔ اس کا تعاقب حد قائم کرنے کے لیے ہرگز نہیں کیا جائے گا۔ جس رقم کا اس نے اعتراف کیا ہے وہ ضرور وصول کی جائے گی۔

**حدیث:**

نعیم بن ہزال سے روایت ہے کہ ماعز بن مالک یتیم تھے۔ میرے باپ کی گود میں انہوں نے محلے کی ایک لڑکی سے زنا کیا تو میرے باپ نے ان سے کہا تم رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے بیان کرو جو تم نے کیا ہے۔ شاید آپ ﷺ تمہارے واسطے استغفار کریں اس سے ان کی یہ غرض تھی کہ کوئی صورت ان کے واسطے نکلے تو ماعز رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے زنا کیا ہے، آپ مجھ پر اللہ کی کتاب کا حکم قائم فرمایئے تو آپ ﷺ نے اس کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیا تو اس نے پھر دوبارہ عرض کیا یا رسول اللہ میں نے زنا کیا ہے، آپ مجھ پر اللہ کی کتاب کا حکم فرمایئے۔ یہاں تک کہ اس طرح پر اس نے آپ ﷺ سے چار مرتبہ عرض کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا تو چار مرتبہ کہہ چکا کہ میں نے زنا کیا ہے۔ اب یہ کہہ کس کے ساتھ زنا کیا ہے؟ ماعز نے کہا فلاں عورت سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو اس کے سویا تھا؟ ماعز نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو اس سے چمٹا تھا؟ ماعز نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو نے اس سے جماع کیا تھا؟ ماعز نے کہا ہاں۔ جب آپ ﷺ نے حکم کیا اس کے سنگسار کرنے کا تو لوگ ان کو حرہ میں لے گئے (حرہ ایک زمین ہے کالے پتھروں کی مدینے کے قریب) جب ان کو پتھر مارنے لگے تو وہ پتھروں کی اذیت سے گھبرائے اور دوڑ کر بھاگے۔ عبداللہ

بن انیس نے ان کو پایا ان کے ساتھی تھک گئے تھے تو اونٹ کا کھر نکال کر مارا ان کو (یعنی ماعز کو) پھر مار ڈالا ان کو۔ آپ ﷺ کے پاس آن کر یہ قصہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ((هَلَّا تَرَكْتُمُوْهُ لَعَلَّهُ اَنْ يَّتُوْبَ اللهُ عَلَيْهِ)) ''تم لوگوں نے (جب کہ وہ بھاگ رہا تھا) اسے چھوڑ کیوں نہ دیا ہو سکتا تھا کہ وہ توبہ کر لیتا، اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا۔''
(ابوداؤد، کتاب الحدود، باب فی الرجم)

اعتراض نمبر ۱۰۰:

## پیشاب کے ساتھ بھی قرآن لکھنا جائز ہے

وبالبول ایضًا ان العلم فیه شفاء لاباس به (شامی ص ۱۴۷ ج ۱)

مصری طبع باب فی التداوی بالمحرم اور فتاویٰ قاضی خاں ص ۴۰۴ ج ۳ حاشیہ عالمگیری اور تیسری سطر۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۸۸)

جواب:

اس کا جواب اعتراض نمبر ۹۶ میں گزر چکا ہے، وہاں پر ملاحظہ فرمائیں اور تفصیل فقہ حنفی پر اعتراضات کے جوابات میں دیکھیں۔

# تاریخ غیر مقلدیّت

ناشر

# مولانا عبدالحق بنارسی

## بانی فرقہ غیر مقلدین

مولانا عبدالحق بنارسی فرقہ غیر مقلدین کے بانی مبانی ہیں۔ بنارس اور اس کے مضافات میں ترکِ تقلید کا شیوع آپ ہی کی بدولت ہُوا۔ آپ کے والد کا اسم گرامی مولانا فضل اللہ عثمانی تھا۔ یہ دراصل ہندوستان کے صوبہ یوپی کے ایک قصبے نیوتن کے باشندے تھے جو ضلع انّاؤ میں واقع ہے۔ وہاں کی سکونت ترک کر کے بنارس میں اقامت گزیں ہو گئے تھے۔ مولانا عبدالحق کی ولادت ۱۲۰۶ھ کو نیوتن میں ہُوئی۔ اپنے والد گرامی اور چند دیگر علمائے سے بعض درسی کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں عازمِ دہلی ہُوئے، وہاں حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوئیؒ، حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید اور مولانا عبدالحیؒ بڑھانوی سے حدیث و فقہ اور دیگر علوم کی تکمیل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد حج کے لیے مکّہ مکرّمہ کا قصد کیا اور وہاں کے علماء سے بعض فقہی مسائل میں مباحثوں اور مناظروں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس کی وجہ یہ ہُوئی کہ مولانا تقلید کا انکار کرتے تھے اور مکہ مکرمہ کے لوگ کسی نہ کسی امام کی تقلید کرتے تھے اور دیگر متعدد مسائل میں ان سے مختلف رائے رکھتے تھے اس اختلاف نے زیادہ شدّت اختیار کر لی تو وہاں کی حکومت نے انھیں گرفتار کر کے جیل میں بند کر دیا۔ پھر کچھ مدّت کے بعد رہا ہُوئے تو واپس ہندوستان آ گئے۔ دوسری مرتبہ سیّد احمد شہیدؒ اور مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے قافلہ کے ساتھ حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا۔ یہ قافلہ سات سو ترپن (۷۵۳) افراد پر مشتمل تھا جس میں بہت سے علماء اور زعما شامل تھے بعض خواتین بھی اس قافلے میں شریک تھیں۔ یہ قافلہ ۲۸ شعبان ۱۲۳۷ھ مئی ۱۸۲۲ء کو مکّہ معظمہ میں داخل ہوا۔ مولانا عبدالحق بنارسی حج کے بعد جب مدینہ منورہ پہنچے تو اپنی عادت کے

مطابق فقہی نوعیت کے بعض مختلف فیہ مسائل میں وہاں کے علمأ سے پھر بحثیں شروع ہوگئیں۔ اس زمانے میں مدینہ منورہ میں شیخ محمد سعید اسلمی مدراسی فروکش تھے۔ یہ مولانا کے ہم وطن تھے انھوں نے وہاں کے قاضی سے ان کی شکایت کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مولانا ممدوح مدینہ منورہ سے نکلے اور ایک مقام "جریدہ" جا پہنچے۔ وہاں سے ایک قافلے کے ساتھ "جدّہ" گئے اور جدّہ سے یمن کا عزم کیا۔ وہاں قاضی محمد بن علی شوکانی[1] سے ملاقات کی اور ان سے سند و اجازت حاصل کی۔ قاضی شوکانی کے علاوہ سبل السّلام شرح بلوغ المرام کے مصنّف کے پوتے شیخ عبداللہ یمانی غیر مقلد نے بھی اپنے حلقۂ درس میں بیٹھنے کی اجازت دی شیخ عبداللہ یمانی سے صحیح بخاری قرآن مجید کی تفسیر جامع البیان اور بعض دیگر اہم کتابوں کے تبرّکاً و تیمناً کچھ حصّے پڑھے اور سند عطا ہوئی۔ یہ ۱۲۳۸ھ کا واقعہ ہے بعد ازاں مخا آئے اور پھر ہندوستان پہنچے۔ (فقہائے پاک و ہند تیرھویں صدی ہجری جلد دوم خلاصہ ص۵۹ تا ۶۲ مؤلف اسحٰق بھٹی غیر مقلد)

## عقائد و نظریات

اسحٰق بھٹی صاحب غیر مقلد مولانا عبدالحق کے نظریات کے بارے میں لکھتے ہیں:

مولانا عبدالحق عثمانی بنارسی مسائلِ فقہ میں درجۂ اجتہاد پر فائز تھے۔ وہ کسی خاص امام کے مقلد نہ تھے بلکہ نصوصِ کتاب و سُنّت پر عامل تھے ان کے دَور میں برِّصغیر کے علمأ و عوام زیادہ تر تقلید کے حامی تھے اور مولانا ممدوح کا نقطۂ نظر متعدد مسائل میں ان سے مختلف تھا۔ اسی لیے اجتہاد و تقلید کے موضوع پر علمائے احناف اور انکے درمیان مباحثوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ اس ضمن میں انھوں نے کچھ کتابیں بھی تصنیف کیں جن میں "الدر الفرید فی المنع عن التقلید" زیادہ مشہور ہے۔ بنارس میں ان کا اپنا حلقۂ درس بھی قائم تھا۔ (فقہائے پاک و ہند تیرھویں صدی ہجری ص۶۲/ج۱)

---

[1] قاضی شوکانی زیدی شیعہ تھے اور ان کے عقائد و نظریات کا اثر مولانا عبدالحق پر ہوا۔

## ۲۔ میاں نذیر حسین دہلوی کے استاد اور خسر مولانا عبدالخالق دہلوی صاحب فرماتے ہیں:

سو بانی مبانی اس طریقہ نو احداث (غیر مقلدیت) کا عبدالحق ہے جو چند روز سے بنارس میں رہتا ہے اور حضرت امیر المومنین (سید احمد شہیدؒ) نے ایسے حرکات ناشائستہ کے باعث اپنی جماعت سے اس کو نکال دیا اور علماء حرمین شریفین نے اس کے قتل کا فتویٰ لکھا مگر کسی طرح بھاگ کر وہاں سے بچ نکلا پھر اس کے شاگرد خاص اور پیرو با اخلاص دوسرے شہروں میں مثل عظیم آباد کلکتہ وغیرہ کے کئی حاکم شرع اور علماء صاحب ورع کا کچھ خوف (کیا) تو یہاں اپنے تئیں خلیفہ امیر المومنین کے مشہور (ہو) کر لوگوں کو اپنے عقائد سے بتدریج مطلع کیا[1] اور جاہلوں کو گمراہ بنایا جب یہ معاملہ علماء دین اور حضرت کے سچے خلیفوں پر ظاہر ہوا اور اسکے سبب سے بڑا فتنہ و فساد مسلمانوں میں پڑ گیا۔ یہاں تک کہ باپ بیٹے کا اور بھائی بھائی کا اور خاوند جورو (بیوی) اور نوکر آقا کا مخالف بنا اور آپس میں ان کے ایسی پھوٹ ہوئی کہ وہ کام جو دین کا سب پر مقدم تھا اس میں بھی خلل آ گیا۔ لوگ متفرق ہوئے اور ایک ایک کا مخالف بن گیا۔ (تنبیہ الضالین[2] برحاشیہ نظام الاسلام ص۲۷)

## ۳۔ قاری عبدالرحمٰنؒ پانی پتی مرحوم شاگرد حضرت شاہ اسحٰق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

مولوی عبدالحق صاحب بنارسی نے ہزارہا آدمی کو عمل بالحدیث کے پردہ میں قید مذہب سے نکلا اور مولوی صاحب نے ہمارے سامنے کہا کہ عائشہؓ حضرت علیؓ سے لڑ کر مرتد ہوئی اگر بے توبہ مری تو کافر مری۔ (والعیاذ باللہ) اور صحابہؓ کو پانچ پانچ حدیثیں یاد تھیں ہم کو سب کی سب حدیثیں یاد ہیں صحابہؓ سے ہمارا علم بڑا ہے صحابہؓ کو علم کم تھا۔ بعد تھوڑے عرصہ کے مولوی عبدالحق صاحب مولوی گلشن علی صاحب کے پاس جو دیوان راجہ بنارس کے شیعہ مذہب تھے گئے اور یہ کہا کہ میں شیعہ ہوں اب ظاہر شیعہ ہوتا ہوں اور میں نے عمل بالحدیث کے پردہ میں وہ کام کیا کہ عبداللہ بن سبا سے نہ بنا تھا۔ ہزارہا اہل سنت کو قید مذہب سے نکال دیا۔ اب ان کا شیعہ ہونا بہت آسان ہے۔ چنانچہ

---

[1] یعنی سید احمد شہیدؒ کا مشن [2] یہ اصل میں مختلف فتووں کے مجموعہ کا نام ہے۔

مولوی گلشن علی صاحب نے تیس روپے ماہواری انکی نوکری کروادی۔ (کشف الحجاب[1] ص۲۱)

۴۔ نواب قطب الدین خاں محدث دہلوی صاحب مظاہر حق شرح مشکوٰۃ شاگرد شاہ اسحٰق محدث دہلویؒ

لکھتے ہیں:

عرصہ تخمیناً چالیس بیالیس برس کا گزرا کہ بعد تشریف لے جانے حضرت سید احمد صاحبؒ و مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ و مولانا عبدالحیؒ صاحب کی طرف پنجاب کے بعضے مفسدین مزاجوں کے خیال میں کچھ انکار تقلید ائمہ دین متین علیہم الرحمۃ کا آیا تھا اور تخم عناد کا فقہا و فقہ کی طرف سے خصوصاً جناب امام صاحبؒ کی طرف سے ان کے دل میں جما تھا منجملہ ان کے عبدالحق بنارسی نے مدعی خلافت حضرت سید احمدؒ کے بن کر اور اس پردہ میں داد خوب لامذہبی کی دے کر بہت سے مسلمانوں کو بہکایا اور فساد نو احداث مذہب کا پھیلایا تھا۔ سو اس عرصہ میں پورب کے دیندار لوگوں اور مریدان خاص اور خلفاء حضرت سید احمدؒ نے فتوٰی حرمین شریفین سے طلب کیے۔ چنانچہ چاروں وہاں کے مفتیوں نے اور تمام وہاں کے دیگر علمائے نے مثل شیخ محمد عابد سندھی مصنف طوالع الانوار حاشیہ درمختار وغیرہ نے بالاتفاق لکھ دیا کہ ایسے لوگ گمراہ اور گمراہ کرنے والے ہیں۔ (دیکھئے تنبیہ الضالین۔) اور اس فتوٰی پر مواہیر اپنی ثبت فرمائی بعد اس کے اس فتوٰی پر تمام علمائے مدرسین کلکتہ وغیرہ نے خصوصاً خلفاء حضرت سید احمد صاحبؒ نے اپنی مہریں ثبت کیں اور ایسے لوگوں کی گمراہی پر اتفاق ہوا۔

(تحفۃ العرب والعجم ص۲-۳ مطبع حسنی دہلی)

---

[1] کشف الحجاب انشاء اللہ جلد طبع ہو رہی ہے۔

# غیر مقلدین کے چند مسائل

**بہترین عورت کون سی ہے؟** خَيْرُ النِّسَآءِ الْحَارِقَةُ۔ بہتر عورت وہ ہے جس کی فرج (یعنی پیشاب کی جگہ) تنگ ہو یا جو پُرشہوت ہو۔ شہوت کی وجہ سے اپنے دانت پیس رہی ہو۔

(لغات الحدیث جلد ۱ ص۵۷ کتاب "ح")

**شادی کے لیے کیسی عورت ہونی چاہیئے؟** عَلَيْكُمْ مِنَ النِّسَآءِ بِالْحَارِقَةِ۔ تم ایسی عورت کرو جس کی فرج (یعنی پیشاب کی جگہ) تنگ ہو یا جو شہوت کے غلبہ سے دانت کو دانت پر رگڑ رہی ہو۔ (لغات الحدیث جلد ۱ کتاب ح ص۵۷)

**مسجد میں تھوکنا اور جوتوں سمیت نماز پڑھنا** فتنی نے کہا: اپنے پاؤں کے تلے تھوک یعنی جب مسجد میں نماز نہ پڑھتا ہو، اگر مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو اور تھوک کا غلبہ ہو تو کپڑے میں تھوک لے۔ میں (یعنی وحید الزمان مؤلف لغات الحدیث) کہتا ہوں اس تخصیص پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ (یعنی نماز کی حالت میں بھی پاؤں کے نیچے تھوک سکتے ہے۔ کپڑے والی بات جو فتنی نے نقل کی ہے وہ غلط ہے) اور مسجد کی زمین اگر کچی ہو یا کنکریاں بچھی ہوئی ہوں تو پاؤں کے تلے تھوک لینا اور مٹی پر رگڑ دینا یا کنکریوں میں دبا دینا وہاں بھی ہو سکتا ہے خصوصاً جب جوتوں سمیت نماز پڑھ رہا ہو جیسے سُنّت ہے۔

(لغات الحدیث کتاب ب جلدا ص۵۷، ۵۸)

**تبصرہ** غیر مقلدین کو اس سنّت پر بھی عمل کرنا چاہیئے۔ اور سب کو جوتوں سمیت نماز پڑھنی چاہیئے۔ "ہے ہمت عمل کی"

**شراب (خمر) پاک ہے** یعنی شراب (خمر) فی ذاتہ کوئی ناپاک گندی غلیظ چیز نہیں ہے۔ وہ تو انگور یا کھجور یا دوسرے پاکیزہ میووں اور اناجوں وغیرہ کا شیرہ یا عرق ہوتا ہے۔

(لغات الحدیث جلد ۱ کتاب ام)

**جو آٹا شراب کے ساتھ گوندھا جائے اسکی روٹی کھانا جائز ہے** جو روٹی شراب ملا کر پکائی جائے اس کا کھانا درست ہوگا۔

(لغات الحدیث جلد ۱ کتاب ام)

**سؤر کے بال پاک ہیں** اہلِ حدیث کا راجح مذہب یہ ہے کہ ہر ایک چمڑا دباغت سے پاک ہو جائے گا اور سؤر کا چمڑا علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن سؤر کے بال پاک ہیں۔

(لغات الحدیث جلد ۱ کتاب ا ہ ص۸۹)

**ناپاک کپڑوں سے نماز** خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ نہ وہ نجاست جو نمازی کے بدن یا کپڑے پر نماز شروع کرنے کے بعد آن پڑے کچھ ضرر کرتی ہے۔

(لغات الحدیث جلد ۱ کتاب ت وث ص۱۲)

**کتّا پاک ہے** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں کتے آتے جاتے رہتے۔ (دروازہ نہ تھا) پھر صحابہؓ پانی نہیں چھڑکتے تھے۔ (بلکہ یونہی اس زمین پر نماز پڑھتے تھے۔ ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ وہ کتے

مسجد میں پیشاب بھی کر دیتے تھے۔ اس حدیث سے یہ اخذ ہوا کہ زمین خشک ہو کر پاک ہو جاتی ہے۔ بعضوں نے اس حدیث سے کتے کی طہارت پر دلیل لی ہے محققین اہلِ حدیث کا یہی قول ہے۔ (لغات الحدیث جلد ۲، کتاب ر صفحہ ۹)

## حضرت معاویہؓ کی توہین

(حضرت علیؓ نے کہا) میرے بعد تم پر ایک ایسا شخص حاکم ہو گا جس کا پیٹ کشادہ ہے۔ (بڑا کھاؤ، مراد معاویہؓ ہیں)

(لغات الحدیث جلد ۲، کتاب د صفحہ ۱۶)

## حضرت معاویہؓ و عمروؓ بن عاص کی توہین

مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ معاویہؓ اور عمروؓ بن عاص دونوں باغی اور سرکش اور شریر تھے۔ (لغات الحدیث ج ۲ کتاب ر صفحہ ۳۶)

## گائے، بھینس، بکری، اونٹ، ہرن وغیرہ جانوروں کا گوہ اور پیشاب پاک ہے

جہاں بکریوں کا گوہ، موت چڑھا ہو (یعنی زمین پر اُس کا گلاوہ چڑھ گیا ہو جیسے ان کے رہنے کی جگہ میں ہوتا ہے) وہاں نماز پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں۔ (کیونکہ حلال جانوروں کا گوہ موت پاک ہے)۔ (لغات الحدیث ج ۲ کتاب د صفحہ ۶)

## حیض کے خون کے علاوہ سب خون پاک ہیں

مَیں کہتا ہوں کہ خون کی نجاست پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ خصوصاً حلال جانور کے خون کی نجاست پر البتہ حیض کا خون نجس ہے اور اصل اشیاء میں طہارت ہے۔ جیسے ہم نے ہدایۃ المہدی میں بیان کیا ہے۔

(لغات الحدیث جلد ۲ کتاب د صفحہ ۶۸)

# ہم

# اہل سنت والجماعت

# کیوں ہیں؟

سید مشتاق علی

پیر جی کتب خانہ ۸ گوبند گڑھ گوجرانوالہ

جملہ حقوق بحق ناشر و مرتب محفوظ ہیں


نام کتاب ــــــــــــــــ ہم اہل سنت کیوں ہیں؟

مرتب ــــــــــــــــ سید مشتاق علی شاہ

کمپوزنگ و ڈیزائننگ ــــــــــــــــ ایمان گرافکس 0300 5757044

صفحات ــــــــــــــــ 80

تعداد ــــــــــــــــ 500/-

تاریخ طبع اول ــــــــــــــــ اگست 2011ء


ملنے کے پتے

① ــــــ پیرجی کتب خانہ، ۸ گوبند گڑھ گوجرانوالہ

② ــــــ مکتبہ الفرقان، اردو بازار گوجرانوالہ

③ ــــــ والی کتاب گھر، اردو بازار گوجرانوالہ

④ ــــــ مکتبہ قاسمیہ، اردو بازار لاہور

⑤ ــــــ کتب خانہ مجیدیہ، ملتان

⑥ مکتبہ رشیدیہ، نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی

⑦ کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی

⑧ مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ

# فہرست مضامین


| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| عرض مرتب | 7 |
| تہتر فرقوں والی حدیث اور اس کی تشریح | 8 |
| تہتر فرقوں کی تقسیم | 9 |
| شیخ عبدالقادر جیلانی کا حوالہ | 9 |
| شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا حوالہ | 9 |
| سید محمد آفندی کا حوالہ | 10 |
| ما انا علیہ واصحابی سے مراد | 11 |
| امام غزالی کا حوالہ | 11 |
| ملا علی قاری کا حوالہ | 11 |
| ملا علی قاری کا دوسرا حوالہ | 12 |
| امام ابن تیمیہ کا حوالہ | 12 |
| مجربات غزالی کا حوالہ | 13 |
| اہل سنت والجماعت کا لغوی واصطلاحی معنی | 14 |
| غیاث اللغات کا حوالہ | 14 |
| منتہی الارب کا حوالہ | 14 |
| المنجد کا حوالہ | 14 |
| قاموس المحیط کا حوالہ | 14 |
| بیان اللسان کا حوالہ | 14 |
| القاموس الجدید کا حوالہ | 14 |
| فیروز اللغات کا حوالہ | 14 |
| شیخ عبدالقادر جیلانی کا حوالہ | 14 |
| امام راغب اصفہانی کا حوالہ | 15 |
| لسان العرب کا حوالہ | 15 |
| ملا علی قاری کا حوالہ | 15 |
| لفظ سنت قرآن میں | 16 |
| پہلی آیت | 16 |
| دوسری آیت | 16 |
| تیسری آیت | 17 |

| عنوان | صفحہ | عنوان | صفحہ |
|---|---|---|---|
| چوتھی آیت | 17 | پہلی حدیث | 22 |
| پانچویں آیت | 17 | دوسری حدیث | 23 |
| چھٹی آیت | 17 | تیسری حدیث | 23 |
| ساتویں آیت | 18 | چوتھی حدیث | 23 |
| آٹھویں آیت | 18 | پانچویں حدیث | 24 |
| نویں آیت | 18 | ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم | |
| دسویں آیت | 18 | رہے گی | 25 |
| لفظ سنت احادیث میں | 19 | پہلی حدیث | 25 |
| پہلی حدیث | 19 | دوسری حدیث | 26 |
| دوسری حدیث | 19 | تیسری حدیث | 26 |
| تیسری حدیث | 19 | چوتھی حدیث | 28 |
| چوتھی حدیث | 19 | سوادِ اعظم کی پیروی کا حکم | 35 |
| سنت کی اتباع کا حکم قرآن میں | 21 | پہلی حدیث | 35 |
| پہلی آیت | 21 | دوسری حدیث | 35 |
| دوسری آیت | 21 | سوادِ اعظم سے مراد | 36 |
| تیسری آیت | 21 | شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا حوالہ | 36 |
| چوتھی آیت | 21 | امام عبدالوہاب شعرانی کا حوالہ | 36 |
| پانچویں آیت | 21 | شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا حوالہ | 36 |
| جماعت کا ذکر احادیث میں | 22 | ملا علی قاری کا حوالہ | 37 |

| عنوان | صفحہ |
| --- | --- |
| جو جماعت حق پر قائم رہے گی | |
| اس کا نام الجماعۃ بھی ہے | 37 |
| قرآن میں اہل سنت کا ذکر | 37 |
| تفسیر مظہری کا حوالہ | 38 |
| تفسیر در منثور کا حوالہ | 38 |
| معارف القرآن کا حوالہ | 39 |
| ابن کثیر کا حوالہ | 39 |
| مظہری کا حوالہ | 39 |
| احادیث میں اہل سنت کا ذکر | 39 |
| پہلی حدیث | 39 |
| دوسری حدیث | 40 |
| تیسری حدیث | 40 |
| چوتھی حدیث | 41 |
| پانچویں حدیث | 42 |
| صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل سنت | 42 |
| حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ | |
| اور اہل سنت | 42 |
| حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل سنت | 43 |
| سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور اہل سنت | 44 |

| عنوان | صفحہ |
| --- | --- |
| تابعین وتبع تابعین، ائمہ کرام، | |
| مفسرین، محدثین، مؤرخین اور | |
| دیگر علمائے امت کے اہل سنت | |
| والجماعت کے متعلق اقوال | 44 |
| امام غزالی کا حوالہ | 44 |
| امام عبدالوہاب شعرانی کا حوالہ | 45 |
| حضرت علی ہجویری کا حوالہ | 45 |
| امام جلال الدین سیوطی کا حوالہ | 46 |
| علامہ ابن سیرین کا حوالہ | 46 |
| امام سفیان ثوری کا حوالہ | 46 |
| شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا حوالہ | 47 |
| مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی | |
| کے مکتوبات کی روشنی میں | |
| اہل سنت کا مقام | 49 |
| مولانا رشید احمد گنگوہی کا حوالہ | 55 |
| مولانا سرفراز خان صفدر کی تحقیق | 56 |
| اہل سنت والجماعت کے | |
| مسالک چار ہیں | 60 |
| شاہ ولی اللہ کا حوالہ | 60 |

| عنوان | صفحہ | عنوان | صفحہ |
|---|---|---|---|
| قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا حوالہ | 62 | الملل والنحل کا حوالہ | 71 |
| شاہ عبدالعزیز کا حوالہ | 64 | جواہر المضیہ کا حوالہ | 72 |
| علامہ عبدالحئی لکھنوی کا حوالہ | 65 | البدایہ والنہایہ کا حوالہ | 72 |
| علامہ عبدالحئی لکھنوی کا دوسرا حوالہ | 66 | الانصاف کا حوالہ | 73 |
| علامہ عبدالحئی لکھنوی کا تیسرا حوالہ | 66 | فتح الباری کا حوالہ | 73 |
| ایک شبہ اور اس کا ازالہ | 66 | ابجد العلوم کا حوالہ | 73 |
| اہل حدیث کا صحیح مفہوم | 67 | تذکرۃ الحفاظ کا حوالہ | 73 |
| علامہ عبداللہ بن حسین خاطر کا حوالہ | 67 | فیض الباری کا حوالہ | 74 |
| علامہ عراقی کا حوالہ | 67 | لسان المیزان کا حوالہ | 74 |
| مولانا ابراہیم سیالکوٹی کا حوالہ | 68 | ترمذی کا حوالہ | 75 |
| لقط الدرر کا حوالہ | 68 | ترمذی کا دوسرا حوالہ | 75 |
| دکتور محمد عجاج الخطیب کا حوالہ | 68 | تمت بالخیر | |
| علامہ مناوی کا حوالہ | 69 | | |
| علامہ عراقی کا حوالہ | 69 | | |
| امام ابن تیمیہ کا حوالہ | 69 | | |
| حافظ محمد بن ابراہیم الوزیر کا حوالہ | 70 | | |
| تذکرۃ الحفاظ کا حوالہ | 71 | | |
| تانیب الخطیب کا حوالہ | 71 | | |
| الانتقاء کا حوالہ | 71 | | |

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# عرض مرتب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد!

قارئین! ایک دفعہ ہمارے بہت ہی قریبی دوست اور مہربان کا فون آیا اور سوال کیا کہ اہل سنت والجماعت کا مطلب کیا ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کی تھوڑی سی وضاحت فرمائیں۔

ہم نے اپنی معلومات کے مطابق ان کو مختصر سا جواب دے دیا۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ اس موضوع پر کوئی کتاب ہو تو اس کا نام بتادیں؟ اس کے جواب میں احقر نے عرض کیا کہ میرے علم کے مطابق ہمارے حلقہ میں اردو زبان میں ایسی کوئی کتاب نہیں جو عوام کے لیے مفید ہو۔

میرا یہ جواب سن کر بہت حیران ہوئے، کہنے لگے کہ آپ نے جو وضاحت فرمائی ہے پھر اسی کو شائع فرمادیں۔ اس موضوع پر کتاب کی بہت ضرورت ہے۔ کیوں کہ میرے بہت سے عزیز غیر مقلد ہیں وہ مجھ سے اس قسم کے سوالات کرتے رہتے ہیں۔ ان کی توجہ کرانے سے احقر کا ذہن بھی اس طرف متوجہ ہوا کہ ضرورت تو واقعی ہے پھر ان کی طرف سے برابر اصرار بڑھتا رہا کہ کام کہاں تک پہنچا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل وکرم سے آج ہم اپنی اس کاوش کو آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

سید مشتاق علی

3 جون 2011ء

# فرقہ ناجیہ

حدیث نمبرا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوا مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي.

(مشکوٰۃ شریف، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ص۳۰۔ والترمذی ج۲ ص۸۹، ابوداؤد ج۲ ص۲۷۵، ابن ماجہ ۲۹۶، کتاب الاعتصام للشاطبی ص۱۶۳ ج۲، طبرانی ص۲۵۶ ج۱، المقاصد الحسنہ ص۱۵۸، مستدرک للحاکم ص۴۳۰ ج۴، دارمی ج۲ ص۱۵۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ اور ان میں سے بہتر (۷۲) فرقے دوزخی ہوں گے، صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! جنتی فرقہ کون سا ہو گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہوگا۔

اب اس حدیث شریف کی شرح بزرگانِ دین اور محدثین رحمہم اللہ سے ملاحظہ فرمائیں۔ شارحین نے اپنے اپنے فہم سے اور اپنی اپنی معلومات کے مطابق تہتر (۷۳) فرقوں کی تحقیق کی ہے۔ اس وجہ سے آپس میں بعض جگہ اختلاف بھی ہے مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ناجی فرقہ ایک ہی ہے۔

## تہتر فرقوں کی تقسیم:

۱......شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان تہتر فرقوں کی تقسیم اس طور پر فرمائی ہے۔ اصل میں یہ تہتر گروہ دس گروہ ہیں۔

۱۔ اہل سنت ۲۔ خارجی ۳۔ شیعہ ۴۔ معتزلہ ۵۔ مرجیہ ۶۔ مشبّہ ۷۔ جہمیہ ۸۔ ضراریہ ۹۔ نجاریہ ۱۰۔ کلابیہ

پس اہل سنت ایک ہی گروہ ہے اور پندرہ فرقے خارجیوں کے ہیں اور چھ فرقے معتزلہ کے ہیں اور بارہ فرقہ مرجیہ کے ہیں اور بتیس گروہ اہل شیعہ کے ہیں۔ جہمیہ، نجاریہ، ضراریہ، کلابیہ ہر ایک ان میں ایک ایک گروہ ہے اور تین گروہ اہم مشبہ کے ہیں۔ پس یہ سب مل کر تہتر فرقے ہوئے جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خبر دی ہے اور ان سب میں سے صرف ایک گروہ ہی ہے وَاَمَّا الْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ فَهِيَ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ جو نجات پانے والا ہے وہ فرقہ اہل سنت والجماعت ہے۔

(غنیۃ الطالبین ص ۱۶۴، مطبوعہ رحمانیہ لاہور)

۲......شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تہتر فرقوں کی تقسیم اس طرح کرتے ہیں۔

معتزلہ، شیعہ، خوارج، مرجیہ، نجاریہ، جبریہ، مشبہ اور ناجیہ۔

بعد ازاں معتزلہ رابیست فرقہ ساختند وشیعہ رابیست دو و خوارج بیست و مرجئیہ را پنج ونجاریہ راسہ وجبریہ و مشبہ را تفریق نکردہ وفرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت اند و مجموع ہفتا دوسہ فرقہ شد

”اس کے بعد معتزلہ سے بیس فرقے اور شیعہ سے بائیس خوارج سے بیس۔ مرجیہ سے پانچ، نجاریہ سے تین، جبریہ اور مشبہ سے کوئی فرقہ نہیں اور ناجی (نجات پانے والا) فرقہ اہل سنت و جماعت ہے۔

(اشعۃ اللمعات فارسی ج ۱ ص ۱۴۰ سطر ۱۶ تا ۱۸، مطبوعہ نولکشور)

۳......سید محمد ابوالہدیٰ آفندی صیادی حسنی خالدی رحمۃ اللہ علیہ تقسیم اس طور پر فرماتے ہیں:

اَلْاِفْتِرَاقُ الْمَذْكُوْرُ فِی الْحَدِیْثِ الشَّرِیْفِ الَّذِیْ ذَكَرْنَاهُ یَنْحَصِرُ فِیْ اَرْبَعِ طَوَائِفَ الْقَدَرِیَّةِ وَهُمْ افْتَرَقُوْا عَلٰی ثَمَانِیْ اَیْضًا فِی اعْتِزَالِهِمْ ثَمَانِیَ عَشَرَةَ فِرْقَةً وَّالرَّافِضَةِ وَهُمْ اَیْضًا افْتَرَقُوْا فِیْ تَشَیُّعِهِمْ عَلٰی ثَمَانِیَ عَشَرَةَ فِرْقَةً وَالْخَوَارِجِ وَهُمْ كَذَالِكَ افْتَرَقُوْا عَلٰی ثَمَانِیَ عَشَرَةَ فِرْقَةً وَّالثَّالِثَةَ وَالسَّبْعُوْنَ الْفِرْقَةُ النَّاجِیَةُ وَهُمْ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَالْمَوْقُوْفُ عَلَی الْفِرْقَةِ الْمُثْلٰی وَالْمَرْتَبَةِ الْوُسْطٰی مِنْ دُوْنِ اَفْرَاطٍ وَّلَا تَفْرِیْطٍ فَاَعْمَالُهُمْ وَاَقْوَالُهُمْ الْمِیْزَانُ الْاَعْتِدَالُ فَهُمْ الْعُقَلَاءُ النُّجَبَاءُ الْاَتْقِیَاءُ الْاَصْفِیَاءُ وَتَصْلَحُ شُئُوْنُ الْاُمَّةِ یَحْسِنُ بِهِمْ حَالُهَا فِیْ اَمْرِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا فَمِنْ وَّفَقَهُ اللّٰهُ وَاتَّبَعَ سَبِیْلَهُمْ وَكَانَ مِنْهُمْ فَقَدْ فَازَ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ.

حدیث شریف میں فرقوں کے متعلق جو ذکر ہوا ہے۔ وہ چار گروہوں پر منحصر ہے۔ ۱۔قدریہ ان کے بھی اٹھارہ فرقے ہیں۔ ۲۔معتزلہ کے بھی اٹھارہ فرقے ہو گئے۔ ۳۔رافضی ان میں بھی شیعہ مذہب میں اٹھارہ فرقے بن گئے۔ ۴۔خارجی یہ بھی انہیں کی طرح اٹھارہ فرقوں میں منقسم ہو گئے۔ (یہ کل ۷۲ ہو گئے)

تہتروان فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت ہے جو افضل طریقہ پر قائم ہیں۔ اور افراط و تفریط کو چھوڑ کر درمیانہ مرتبہ پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ پس وہ عقلاء نجباء۔ اتقیاء اور اصفیاء حضرات ہیں۔ جن کے دم قدم سے کلمہ (دین وملت) کی جمعیت حالات قوم وامت کی صلاحیت ہوتی ہے۔ ان لوگوں کی طفیل قوم کا حال امور دین و دنیا کے لحاظ سے درست ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کو توفیق دی اور ان کے نقشِ قدم پر چل پڑا اور ان میں سے ہو گیا۔ بے شک فضل و کرم اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے۔

جس پر چاہتا ہے فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

(الحقیقۃ الباھرہ فی اسرار الشریعۃ الطاھرہ ص ۲۷)

یہاں تک تو تہتر (۷۳) فرقوں کی تقسیم کی بحث تھی۔ اب حدیث میں ناجی فرقہ کی جو نشانی بتائی گئی ہے اس پر بحث کی جاتی ہے۔

## ما اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ سے مراد:

(۱)......اس کی وضاحت حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح فرماتے ہیں:

اَلْفِرْقَۃُ النَّاجِیَۃُ ھُمُ الصَّحَابَۃُ فَاِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا قَالَ النَّاجِیُّ مِنْھَا وَاحِدَۃٌ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَنْ ھُمْ قَالَ اَھْلُ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ فَقِیْلَ وَمَا اَھْلُ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ.

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فرقہ ناجی ہے۔ اس لیے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرقہ ناجیہ کے متعلق ارشاد فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ وہ کون سا فرقہ ہے۔ تو سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ اہل سنت و جماعت ہے۔ تو صحابہ کرام کی جماعت نے عرض کیا کہ اہل سنت و جماعت کون ہیں۔ تو ارشاد فرمایا جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ کرام ہیں۔

(احیاء العلوم ج ۳ ص ۱۶۱ مطبوعہ نولکشور۔ الملل والنحل للشہرستانی ج ۱ ص ۱۳ مطبوعہ مصر۔ تنبیہ الغافلین للسمر قندی، مطبوعہ مصر)

(۲)......حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

(النَّاجِیَۃُ مِنْھَا) اَیْ مِنْ تِلْکَ الْفِرَقِ (وَاحِدَۃٌ) اَیْ فِرْقَۃٌ وَّاحِدَۃٌ کَمَا فِیْ نُسْخَۃٍ صَحِیْحَۃٍ وَھُمُ الَّذِیْ قَالَ فِیْھِمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھُمُ الَّذِیْ عَلٰی مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ وَھُمْ اَھْلُ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ مِنَ

الْفُقَهَاءِ كَالْاَئِمَةِ الْاَرْبَعَةِ وَالْمُحَدِّثِيْنَ وَالْمُتَكَلِّمِيْنَ مِنَ الْاَشَاعِرَةِ وَالْمَاتُرِيْدِيَّةِ لِخُلُوِّ مَذَاهِبِهِمْ مِنَ الْبِدْعَةِ

جس پر نبی کریم علیہ السلام اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں وہی صرف ایک فرقہ ناجی ہے۔ اور وہ فرقہ اہل سنت و جماعت ہی ہے اور اس فرقہ میں فقہاء کرام جیسے ائمہ اربعہ (امام اعظم ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل) محدثین کرام اور متکلمین اشاعرہ اور ماتریدیہ سے ہیں۔ ان کے مذاہب بدعت سے خالی ہیں۔

(شرح شفا شریف ج ۱ ص ۷۹ ۶ مطبوعہ مصر)

(۳)......ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فَلَا شَكَّ وَلَا رَيْبَ اَنَّهُمْ هُمْ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ

پس اہل سنت و جماعت کے ناجی فرقہ ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

(مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۰۴)

(۴)......ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں:

کہ یہ (ایک ناجی) فرقہ اہل سنت و جماعت کا ہے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کون سا فرقہ ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هُمْ مَنْ كَانَ عَلٰى مِثْلِ مَا اَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَاَصْحَابِیْ

یعنی وہ لوگ جس راہ پر ہیں۔ اور میرے صحابہ چل رہے ہیں۔ اسی راہ کو اختیار کریں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل سنت و جماعت ہی ایسی جماعت ہے جو کہ خالص اسلام پر کاربند ہیں۔ جس میں کسی قسم کا غبار اور ملاوٹ نہیں۔ انہیں لوگوں میں سے صدیق شہید اور صالحین ہیں اور انہی میں سے ہدایت کے بڑے بڑے اسلام، روشن ستارے اور بڑے فضائل والے لوگ ہیں۔

انہی میں سے ابدال اور ائمہ دین پیدا ہوئے جنہوں نے لوگوں کو ہدایت دی۔ اور خود بھی وہ حق پر چلتے رہے۔ اور یہی طائفہ منصورہ ہے۔ یعنی جس کی اللہ تعالیٰ ہمیشہ

مدد کرے گا جن کے متعلق آنحضور ﷺ نے فرمایا:

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ مَنْصُوْرَةٌ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ وَلَا مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ

یعنی میری امت میں سے ہمیشہ ایک جماعت حق پر جمی رہے گی۔ اور اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے شامل حال ہوگی ان کی مخالفت کرنے والا ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ اور نہ ہی اسے چھوڑ دینے والا اسے کوئی نقصان پہنچا سکے گا۔ قیامت تک وہ اسی حالت پر قائم رہیں گے۔ (العقیدۃ الواسطیہ آخری صفحہ)

(۵)......۷۳ فرقوں میں ناجی اہل سنت ہیں:

امام غزالی کی کتاب ''مجربات غزالی'' میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّسَبْعِیْنَ فِرْقَةً كُلُّهَا هَالِكَةٌ وَّاحِدَةٌ مِّنْهَا نَاجِيَةٌ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَمَنِ الْفِرْقَةُ النَّاجِيَّةُ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَتِ قِيْلَ وَمَا اَهْلُ السُّنَّتِ وَالْجَمَاعَتِ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَمَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِیْ''

میری امت تہتر گروہوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ جن میں ایک گروہ ناجی ہے اور باقی سب ہلاک ہو جائیں گے۔ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ ناجی فرقہ کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ناجی اہل سنت والجماعت والا گروہ ہے۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ سنت اور جماعت والا گروہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ وہ میرے اور میرے صحابہ کرام کے راستہ پر چلنے والا ہے۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ نجات پانے والا فرقہ اہل سنت و جماعت ہے۔ اب ہم اہل سنت و جماعت کی کچھ تشریح کرتے ہیں۔

## اہل سنت والجماعت کا لغوی واصطلاحی معنی:

اہل سنت و جماعت دو لفظ ہیں: ① سنت، ② جماعت۔ ہم پہلے سنت کی وضاحت کرتے ہیں بعد میں جماعت کی کریں گے۔ ان شاء اللہ

### لفظ سنت لغت میں:

سنت عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے کئی معنی ہیں، مثلاً

غیاث اللغات میں ہے: سنت، راہ، روش، عادت۔

منتہی الارب میں ہے: سنت صورت، پیشانی، خوئے، طبیعت وروش۔

المنجد میں ہے: سنت، سیرت، طبیعت، شریعت۔

قاموس میں ہے: سنت، سیرت، صورت، طبیعت اور طریقہ۔

بیان اللسان میں ہے: سنت، عادت، طبیعت، روش، طریقہ، چہرہ، صورت، پیشانی۔

القاموس الجدید میں ہے: سنت، طریقہ، خاص ضابطہ۔

فیروز اللغات میں ہے: سنت، (فقہ اسلام) وہ طریقہ جس پر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم و خلفاء رضی اللہ عنہم نے عمل کیا ہو۔ راہ، روش، دستور، عادت سنت نبوی رسول اللہ ﷺ کا طریقہ۔

فیروز اللغات میں ہے: سنن، سنت کی جمع ہے۔ طریقے، وہ کام جو رسول اللہ ﷺ نے کیے "سنی" مسلمانوں کا وہ فرقہ جو خلفائے راشدین کو برحق مانتا ہے۔ اہل سنت والجماعت، سنت رسول اللہ ﷺ پر چلنے والا گروہ۔ لفظ سنت میں لغۃ عموم ہے، نبوی طریقہ کو بھی سنت کہا جاتا ہے اور دوسرے طریقوں کو بھی لیکن شریعت مطہرہ میں سنت خاص نبوی طریقہ کو کہا جاتا ہے، خواہ قولاً فعلاً عملاً ہو۔

### شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے سنت کی تعریف:

شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز کتاب "الغنیہ" میں ارشاد فرماتے

ہیں: "فَالسُّنَّۃُ مَا سَنَّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ" پس سنت رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کو کہتے ہیں۔

## امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ سے سنت کی تعریف:

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وَالسُّنَّۃُ النَّبِیِّ طَرِیْقَۃُ الَّتِیْ یَتَحَرَّاھَا" سنت نبوی ﷺ سے مراد وہ طریقہ ہے جو آپ ﷺ نے قصد وارادہ سے کیا۔ (مفردات القرآن راغب)

## لسان العرب سے سنت کی تعریف:

جب لفظ سنت بولا جاتا ہے تو ذہن میں پہلے ہی سے طریقہ نبوی ﷺ مراد ہوتا ہے۔ لسان العرب کی عبارت پیش کرتا ہوں کہ سنت کے اندر اصل کیا ہے؟

"وَالْاَصْلُ فِیْہِ الطَّرِیْقَۃُ وَ السِّیْرَۃُ وَاِذْ اُطْلِقَتْ فِی الشَّرْعِ فَاِنَّمَا یُرَادُبِھَا مَا اَمَرَبِہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَھٰی عَنْہُ وَنَدَبَ اِلَیْہِ قَوْلاً فِعْلاً بِمَا لَمْ یَنْطِقْ بِہِ الْکِتَابُ الْعَزِیْزُ"

سنت میں اصل طریقہ اور عادت ہے، شریعت میں اس کا اطلاق اس چیز پر ہوتا ہے جس کا آپ ﷺ نے حکم دیا ہو یا اس سے روکا ہو۔

## ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ سے سنت کی تعریف:

علامہ ملا علی القاری حنفی محدث رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں رقم طراز ہیں:

"وَالْمُرَادُ بِالسُّنَّۃِ ھُنَا اَقْوَالُہٗ، اَفْعَالُہٗ وَاَحْوَالُہُ الْمُعْتَبَرُ عَنْھَا بِالشَّرِیْعَۃِ وَالطَّرِیْقَۃِ وَالْحَقِیْقَۃِ"

یہاں سنت سے مراد آپ ﷺ کے ارشادات اور افعال ہیں جن سے شریعت، طریقت اور حقیقت کی تعبیر کی گئی ہے۔

ان حوالہ جات سے واضح ہوا کہ "اہل سنت والجماعت" طائفہ انسانی میں ایک

اسلامی گروہ کا نام ہے جو پیارے نبی ﷺ کے پیارے اقوال، پیارے ارشادات، پیارے اعمال اور پیارے طریقوں کی پاسداری اور پاسبانی کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔ان کی بتائی ہوئی راہ پر چل رہا ہے،ان کی بتائی ہوئی منزل کا متلاشی ہے اور اس جماعت حقہ کی راہ پر چلتا ہے، جس کو جیتے جی دنیا میں جنت کا مژدہ جانفزا سنایا گیا، اہل سنت کا معنی ہی یہ ہے کہ نبی ﷺ کے طریقہ حسنہ کی اتباع کرنے والے لوگ۔

## لفظ ''سنت'' قرآن میں

یہ لفظ قرآن وسنت میں بکثرت استعمال ہوا ہے۔

### پہلی آیت:

ارشاد ربانی ہے:

''مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا ۝'' (پ:۲۲،الاحزاب:۳۸،ع:۵)

''نبی پر (کسی ایسے کام) میں کوئی حرج نہیں ہے جو اللہ نے اس کے لیے فرض کر دیا ہو۔یہی اللہ کی سنت ہے ان (انبیاء کے معاملہ) میں جو پہلے گزر چکے ہیں اور اللہ کا حکم ایک قطعی طے شدہ فیصلہ ہوتا ہے۔''

### دوسری آیت:

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

''فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ'' (المومن:۸۵،پ:۲۴،ع:۹)

''(مگر) ان کا ایمان ان کو فائدہ نہیں دے سکتا تھا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تھا یہ اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں پہلے گزر چکا ہے۔''

## تیسری آیت:

ایک مقام پر ارشاد فرمایا ہے:

"سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِی قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا○"

(الفتح:۲۳،پ:۲۶،ع:۳)

''یہ اللہ کی سنت ہے جو پہلے گزر چکی ہے اور تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے''

## چوتھی آیت:

سورۃ النساء میں ارشاد ہے:

"یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُبَیِّنَ لَکُمْ وَیَھْدِیَکُمْ سُنَنَ الَّذِیْنَ مِن قَبْلِکُمْ وَیَتُوْبَ عَلَیْکُمْ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ" (النساء:۲۶،پ:۵،ع:۵)

''اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے لیے ان طریقوں کو بیان کرے اور ان کی ہدایت بخشے جو تم سے پہلے لوگوں کے تھے اور تم پر مہربانی کرے اور علم ودانا ہے۔''

## پانچویں آیت:

سورۃ احزاب میں ہے:

"سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا○"

(الاحزاب:۶۲،پ:۲۲،ع۸)

''یہ اللہ کی سنت ہے ان لوگوں کے بارے میں پہلے ہو گزرے ہیں اور تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔''

## چھٹی آیت:

سورۃ الحجر میں ارشاد باری ہے:

"وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ○" (الحجر:۱۳،پ:۱۴،ع۱)

"پہلے لوگوں کا یہی طریقہ گزر چکا ہے۔"

ساتویں آیت:

سورۃ انفال میں:

"وَاِنْ یَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ ○" (الانفال: ۳۸، پ: ۹، ع: ۵)

"اور اگر یہ دوبارہ (یہی کچھ) کریں گے تو پہلے لوگوں (کے ساتھ جو ہماری) سنت گزر چکی ہے (وہ سب کو معلوم ہے)۔"

آٹھویں آیت:

سورۃ کہف میں ارشاد باری ہے:

"اِلَّآ اَنْ تَاْتِیَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ○"

(الکہف: ۵۵، پ: ۱۵)

"مگر اس بات نے کہ ان پر لوگوں کی سنت (نافذ) ہو جائے یا ان پر بالکل سامنے سے عذاب آ جائے۔"

نویں آیت:

سورۃ آل عمران میں ہے:

"قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ○" (آل عمران: ۱۳۷، پ: ۴، ع: ۱۴)

"تم سے پہلے کئی مثالیں گزر چکی ہیں زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔"

دسویں آیت:

ارشاد ہے:

"فَهَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِیْنَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا وَلَنْ تَجِدَ

لِسُنَّةِ اللّٰہِ تَحْوِیْلًا○" (فاطر:۴۳،پ:۲۲،ع:۵)
"تو کیا یہ لوگ پہلی قوموں کے طریقے کا ہی انتظار کررہے ہیں؟ تو تم اللہ کے طریقے میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے اور تم اللہ کے طریقہ میں ہرگز تغیر نہ پاؤ گے۔"

# لفظ سنت احادیث میں

پہلی حدیث:

اہل سنت والجماعت کی سچائی اور صداقت اس سے بھی واضح ہوتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
"تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا کِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ" (موطا)
تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک ان کو پکڑے رکھو گے گمراہ نہ ہو گے، ایک اللہ کی کتاب ہے، دوسری اس کے رسول ﷺ کی سنت ہے۔

دوسری حدیث:

"عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِیْدٍ" (مشکوٰۃ)
جو شخص میری امت کے فساد کے وقت میری سنت کو تھامے رکھے گا، اس کو ایک سو شہید کا ثواب ملے گا۔

تیسری حدیث:

"مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّةِ" (مشکوٰۃ)
جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی، جس نے مجھ سے

محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

چوتھی حدیث:

"مَنْ يَّعِيْشَ مِنْكُمْ بَعْدِىْ فَسَيَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِىْ وَسُنَّةُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ" (مشکوٰۃ)

جو شخص تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا، وہ بہت سارے اختلاف دیکھے گا پس تم پر (اس وقت) میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے، اس کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھو۔

ان احادیث مبارکہ سے بھی رسول اکرم ﷺ کے طریقہ کی اتباع کرنے کا حکم ملتا ہے۔ اب ہم خوش قسمت، خوش بخت وخوش نصیب ہیں جو صحیح معنوں میں سنت کی تعمیل اور حکم رسول ﷺ کی بجا آوری کرتے ہیں۔

قرآن وسنت کے واضح وصریح نصوص سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ رسول اکرم ﷺ کی سنت مسلمانوں کے لیے شرعی حجت ہے اور سنت قرآن کریم کی عملی تصویر ہے، محبت الٰہی وقرب خداوندی کا موجب اور باعث ہے، دنیا وعقبیٰ کی کامرانی، کامیابی فوز وفلاح کی علامت ہے اور یہی وہ "سنت" ہے جس کا بار بار ذکر قرآن وسنت میں ہمیں ملتا ہے، اسی لیے بعد کے مسلمانوں نے اپنا امتیازی نام حق وباطل کے درمیان فرق کرنے کے لیے اہل سنت وجماعت رکھا، اسی نام وعنوان سے مسلمانوں نے چودہ سو سال تک دین کی خدمت کی اور کر رہے ہیں، توحید وسنت کے دیپ جلائے اور قلوب واذہان کو منور کیا، کفر وضلالت کی تاریکیوں میں شمع حق فروزاں کی اور اس نام سے عالم تاریک میں سحر پیدا کی اور یہی نام چودہ سو سال سے چمک، دمک رہا ہے اور تا صبح قیامت چمکے گا اور دوسروں کو چمکائے گا۔

ایک جم غفیر، ایک لشکر عظیم عقلاء کی جماعت اولوالباب کا طائفہ، مفسرین کا طبقہ،

محدثین کا گروہ، اہل اللہ کی جماعت، اولیاء اللہ یہ سارے اسی مذہب کے پیرو کار، تابعدار، جاں نثار اور اسی مذہب کے شیدائی، فدائی اور علم بردار تھے۔

# سنت کی اتباع کرنے کا حکم قرآن میں

## پہلی آیت:

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں رسول اکرم ﷺ کی اتباع کا حکم فرمایا:

"وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا"

رسول اکرم ﷺ تمہیں جو کچھ دیں اسے لے لو اور جس چیز سے تمہیں روکیں اس سے رک جاؤ۔

## دوسری آیت:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ"

تحقیق تمہارے لیے رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

## تیسری آیت:

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ"

فرما دیجیے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری تابع داری کرو۔

## چوتھی آیت:

"مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ"

جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی گویا اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

## پانچویں آیت:

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ"

اے اہل ایمان اللہ، رسول اللہ اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔

ان آیات قرآنیہ میں ارشاد ہوا کہ رسول اللہ ﷺ جو چیز دیں اسے لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ، تمہارے لیے نبی اکرم ﷺ کی زندگی بہترین اسوہ ہے۔ انسان اللہ کی محبت چاہتا ہے تو رسول اکرم ﷺ کی اتباع کرے۔

ان تمام آیات کا بغور مطالعہ کریں تو اندازہ ہو جائے گا کہ قرآن پاک میں بار بار کس ذات عالی مرتبت کی اتباع کا حکم دیا جا رہا ہے؟ محسوس ہو گا کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی ذات ستودہ صفات ہے، اہل سنت والجماعت حضور ﷺ اور آپ ﷺ کی جماعت مقدسہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کرنے والے گروہ کا نام ہے۔

# والجماعت کا مطلب

## جماعت کا ذکر احادیث میں

پہلی حدیث:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي أَوْ قَالَ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ عَلٰى ضَلَالَةٍ وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ.

(رواہ الترمذی، مشکوۃ شریف باب الاعتصام) مترجم ج ا ص ۵۸ حدیث: ۱۶۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ میری امت کو یا (بجائے میری امت کے) یہ فرمایا کہ امت محمد ﷺ کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو شخص جماعت سے الگ ہے وہ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

دوسری حدیث:

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ مَاتَ مِیتَةً جَاهِلِیَّةً

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ کتاب الامارۃ والقضاء) مترجم ج۲ص۱۸۵ حدیث:۳۴۹۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص فرمان برداری سے نکل گیا اور جماعت کو چھوڑ دیا پھر مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

تیسری حدیث:

وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُولُ مَنْ أَتَاکُمْ وَ أَمْرُکُمْ جَمِیعٌ عَلَی رَجُلٍ وَاحِدٍ یُرِیدُ أَنْ یَشُقَّ عَصَاکُمْ أَوْ یُفَرِّقَ جَمَاعَتَکُمْ فَاقْتُلُوهُ.

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ، کتاب الامارۃ والقضاء مترجم ج۲ ص۱۸۷ حدیث نمبر:۳۵۰۷)

اور انہی (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ کہتے تھے کہ جو شخص ہمارے پاس اس حالت میں آئے کہ تمہارا معاملہ ایک آدمی پر مجتمع ہو اور وہ یہ چاہے کہ تمہاری لاٹھی کو پھاڑ ڈالے یا تمہاری جماعت میں جدائی ڈالے تو اس کو قتل کر دو۔

چوتھی حدیث:

عَنِ الْحَارِثِ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ آمُرُکُمْ بِخَمْسٍ بِالْجَمَاعَةِ وَالسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ وَالْهِجْرَةُ وَالْجِهَادُ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ وَإِنَّهُ مَنْ خَرَجَ مِنَ الْجَمَاعَةِ قِیدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ

مِنْ عُنُقِهِ إِلَّا أَنْ يُرَاجِعَ

(رواہ احمد والترمذی، مشکوٰۃ، کتاب الامارۃ والقضاء) مترجم ج ۲ ص ۱۹۰ حدیث: ۳۵۲۳)

حضرت حارث اشعری سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تم کو پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں۔ جماعت کو لازم پکڑو۔ سن لینے کو، فرماں برداری کو، ہجرت کو اور اللہ کے راستے میں جہاد کو اور جو شخص جماعت سے بالشت برابر بھی نکلا تو بے شک اس نے اسلام کا پٹہ اپنی گردن سے اتار دیا مگر یہ کہ وہ لوٹ آئے۔

پانچویں حدیث:

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ لَا یُغِلُّ عَلَیْهِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰہِ وَالنَّصِیْحَۃُ لِلْمُسْلِمِیْنَ وَلُزُوْمُ جَمَاعَتِهِمْ فَإِنَّہُ دَعْوَتَهُمْ تُحِیْطُ مِنْ وَرَائِهِمْ۔

(رواہ الشافعی) مشکوٰۃ باب کتاب العلم۔ مترجم ج ا ص ۶۹ حدیث نمبر: ۲۱۴)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ...... تین چیزیں ایسی ہیں جن میں مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا ایک تو عمل خاص طور پر خدا کے لیے کرنا دوسرے مسلمانوں کے ساتھ بھلائی کرنا اور تیسرے مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑنا اس لیے کہ جماعت کی دعا ان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔

یہاں تک ہم نے مختصر طور پر اہل سنت والجماعت کی تشریح کر دی ہے آگے ہم یہ ثابت کریں گے کہ جو جماعت ہمیشہ یعنی نبی کریم ﷺ کے زمانہ سے لے کر قیامت تک حق پر قائم رہے گی۔ اس کی کیا نشانیاں ہیں کیوں کہ وہ ہی جماعت (اہل سنت والجماعت) ہوگی۔ اور نجات پانے والا فرقہ بھی وہ ہی ہوگا۔

چند حوالے ملاحظہ فرمائیں:

## • ایک جماعت (یا گروہ) ہمیشہ حق پر قائم رہے گا

یعنی طائفہ منصورہ:

طائفہ منصورہ کی فضیلت اور منقبت جن احادیث وروایات سے ثابت ہے اگر ان کو صحاح ستہ وغیرہ کتب احادیث سے انتخاب کر کے ان کی پوری تخریج وتشریح کی جائے تو اس پر خاصا دفتر تیار کیا جا سکتا ہے مگر ہم مزید تفصیل میں پڑنے کی بجائے نہایت اختصار کے ساتھ عرض کرتے ہیں۔

پہلی حدیث:

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا۔ جو شخص ان کو رسوا کرنا چاہے گا وہ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا وہ اسی حال پر رہیں گے حتی کہ قیامت آجائے گی۔

(مسلم، کتاب الامارة، باب قوله صلى الله عليه وسلم لا تزال طائفة من امتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خالفهم، ج۲ص۱۴۳، ۱۴۴، بخاری ج۱ص۱۶، دارمی ج۱ص۷۳)

اس حدیث میں جو جماعت حق پر قائم رہے گی اس کی صرف ایک نشانی بتائی گئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک جماعت یا گروہ یا فرقہ ہر زمانہ میں رہے گا قیامت تک۔ لوگ اس کی مخالفت کریں گے اسے ہر طرح کا نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے مگر وہ کسی دور میں بھی ختم نہیں ہوگی۔

دوسری حدیث:

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي أُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ عَلَى ذَلِكَ

(متفق علیہ، مشکوٰۃ، باب ثواب ہذہ الامۃ، مترجم ج ۳، ص ۲۹۲ حدیث: ۶۰۲۲)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ ایسا رہے گا جو اللہ کے حکم پر قائم ہوگا اس گروہ کو نہ تو وہ شخص نقصان پہنچا سکے گا جو ان کو رسوا کرنا چاہے گا اور نہ ہی وہ شخص جو ان کی مخالفت کرے گا۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے گا اور وہ اپنے اسی راستے پر قائم ہوں گے۔

اس حدیث کا مفہوم بھی تقریباً پہلی حدیث والا ہی ہے۔

تیسری حدیث:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (المتوفی ۶۰ ھ) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین وانما انا قاسم واللہ یعطی ولن تزال ھذہ الامۃ قائمۃ علٰی امر اللہ لا یضرھم من خالفھم حتی یأتی امر اللہ" (بخاری ج ۱ ص ۱۶۱۔ دارمی ج ۱ ص ۳۷ طبع دمشق)

جس شخص کے متعلق اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور میں بانٹتا ہوں اور یہ امت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم رہے گی اور اس کو کوئی مخالف ضرر نہ پہنچا سکے گا تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ کا حکم (یعنی قیامت) نہ آجائے۔

اس حدیث میں حق پر قائم رہنے والی جماعت کی ایک نشانی تفقہ الدین بتائی گئی

ہے۔اس حدیث کی تشریح میں مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اس صحیح اور صریح حدیث سے معلوم اور آشکارا ہوا کہ جو گروہ اور طائفہ تا قیامت حق پر قائم اور دائم رہے گا وہ فقاہت فی الدین کی دولت عظیمہ اور رضائے الٰہی کی نعمت جسیمہ سے وافر حصہ رکھتا ہوگا اور اس طائفہ منصورہ کو مٹانے اور بدنام کرنے اور لوگوں کی نگاہوں میں حقیر و ذلیل کرنے کے جتنے بھی قولی و فعلی فرسودہ ہتھیار و اوزار استعمال کیے جائیں گے وہ بے کار و رائیگاں ہوں گے اور قیامت تک اس جماعت حقہ کو کسی کا کوئی اختلاف نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور وہ خدا تعالیٰ کی اس بے پایاں نعمت و دولت کو سینے سے لگا کر بدخواہوں سے یہ کہتا ہوا شریفانہ انداز سے منزل مقصود تک بڑھتا چلا جائے گا کہ

ہم کو طوفان حوادث کیا ڈرائے گا حمید
جب ہم پیدا ہوئے یہ آندھیاں دیکھا کیے

حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۵۲ھ) اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ

”وفی ذالك بيان ظاهر لفضل العلماء على سائر الناس ولفضل التفقه فی الدین علیٰ سائر العلوم“ (فتح الباری ج ۱ ص ۱۳۴ طبع مصر)

اس حدیث میں صاف طور پر علماء کی سب لوگوں پر اور تفقہ فی الدین کی سب علوم پر فضیلت بیان کی گئی ہے۔

یہ روایت ”من یرد اللہ خیرًا یفقھه فی الدین“ کے الفاظ کے ساتھ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (المتوفی ۶۸ھ) سے بھی مرفوعاً مروی ہے۔ (مسند دارمی ج ۲ ص ۲۹۷ طبع دمشق) اس تفقہ فی الدین اور احکام خداوندی کے مراتب کو ان کی جملہ حدود و قیود کے ساتھ سمجھنے کی طاقت اور اہلیت صرف اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتا ہے اور یہ صرف اسی کے قبضہ قدرت میں ہے، نہ جیسا کہ بعض لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اس

کے عطا کرنے والے آنحضرت ﷺ ہیں یا رزق واولاد وغیرہ دینا آپ کا کام ہے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ) آپ تو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور وحی الٰہی اور علم دین کو بانٹنے والے اور اس کے قاسم ہیں۔ اس کی سمجھ اور عمل کی توفیق محض خالق کائنات کے دست قدرت میں ہے۔

چوتھی حدیث:

صحیح مسلم میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت جو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے روایت کی، یوں آتی ہے:

"من یرد اللہ بہ خیرًا یفقہ فی الدین ولا تزال عصابۃ من المسلمین یقاتلون علی الحق ظاھرین علٰی من ناواھم الٰی یوم القیامۃ" (مسلم ج ۲ ص ۱۴۴)

کہ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ خیریت کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی فقاہت عطا فرماتا ہے اور مسلمانوں میں ایک جماعت تا قیامت ایسی رہے گی جو حق کی خاطر لڑائی اور جہاد کرے گی اور اپنے دشمنوں پر غالب رہے گی۔

اس حدیث میں ایک نشانی جماعت حقہ کی یقاتلون علی الحق بتائی گئی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت امام نووی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں متعدد اقوال نقل کرنے کے بعد یوں ارقام فرماتے ہیں کہ

"یحتمل ان تکون ھذہ الطائفۃ فرقۃ من انواع المؤمنین ممن یقیم امر اللہ تعالٰی من مجاھد وفقیہ ومحدث وزاھد وآمر بالمعروف وغیر ذالک من انواع الخیر والا یلزم اجتماعھم فی مکان واحد بل

**یجوز ان یکونوا متفرقین انتھیٰ**" (ج ۲ ص ۱۴۳)

احتمال ہے کہ یہ طائفہ مسلمانوں کے مختلف طبقات میں بٹا ہوا ہو جو اللہ تعالیٰ کے حکم کو بجالاتا ہو مثلاً مجاہد، محدث، زاہد، آمر بالمعروف وغیرہ نیکی کے امور بجالانے والا اور اس طبقہ کا ایک جگہ میں ہونا بھی کوئی ضروری نہیں بلکہ جائز ہے کہ یہ طبقہ اور گروہ (دنیا میں) بکھرا ہوا ہو۔

یہ جو کچھ فرمایا بالکل ٹھیک اور صحیح ہے لیکن اس صحیح حدیث کے صریح الفاظ میں غور کرنے سے طائفہ منصورہ اور فرقہ ناجیہ کی دو عمدہ اور اعلیٰ خوبیاں واشگاف الفاظ میں ثابت ہوتی ہیں کہ وہ فرقہ قیامت تک اسلام پر قائم رہے گا اور مخالفین کے مقابلہ میں سد سکندری ثابت ہوگا۔ وہ فقاہت فی الدین اور قتال علی الحق کی بہترین خصلتوں کے ساتھ متصف ہوگا۔ جب ہم ٹھنڈے دل کے ساتھ اس طائفہ منصورہ کو تاریخ کے سنہری اوراق میں تلاش کرتے ہیں تو دیگر ائمہ دین اور ان کے مقلدین عموماً اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے مقلدین خصوصاً ان صفات میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔ تفقہ فی الدین کا جو بلند مقام منجانب اللہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تلامذہ و متبعین کو حاصل رہا ہے وہ تاریخ کے ٹھوس حوالجات کے ساتھ ہم نے اپنی کتاب "مقام ابی حنیفہ" میں بحوالہ عرض کر دیا ہے اور غیر مقلدین حضرات کو فقہ اور اہل فقہ سے جو تنفر اور عناد ہے وہ بھی اظہر من الشمس ہے۔

چنانچہ حقیقت الفقہ، درایت محمدی، شمع محمدی، داد حق اور نتائج التقلید وغیرہ کتابوں میں فقہ و اہل فقہ سے بیزاری کا کافی ذخیرہ موجود ہے اور نتائج التقلید کی تصدیق کرنے والے حضرات میں مولوی عبدالشکور صاحب یوں ارقام فرماتے ہیں کہ حقائق وشواہد سے ظاہر ہے کہ ائمہ اربعہ کے فتاویٰ وفقہ کو ہم تک پہنچانے کے لیے جو وسائل اور ذریعے اختیار کیے گئے ہیں وہ صحیح و درست اور موثق نہیں اور بالکل نہیں۔ موصوف کو معلوم ہونا چاہیے کہ جس طرح اور جن وسائل اور ذرائع سے حدیث،

اصول حدیث اور اسماء الرجال کا فن منقول ہے اسی طرح فقہ بھی منقول ہے۔ اگر وہ قابل اعتماد ہے تو یہ بھی قابل اعتماد ہے۔ قطع نظر اس سے، کیا موصوف اور اس کی جماعت کے نزدیک موطا امام مالک اور کتاب الام وغیرہ کا بھی کوئی اعتبار ہے؟ جو امام مالک اور امام شافعی کے فقہی فتوؤں سے اٹی اور بھری پڑی ہیں۔ یہ ہے غیر مقلدین حضرات کا انصاف و دیانت اور عقل و خرد جس کے بل بوتے پر وہ اہل تقلید کو عوام کالانعام سے تعبیر کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو نتائج التقلید ص اتصدیقات)

بریں عقل و دانش بباید گریست

چونکہ غیر مقلدین حضرات کو فقہ اور اہل فقہ سے تنفر اور عناد ہے اس لیے وہ کسی طرح طائفہ منصورہ کی حدیث کا مصداق نہیں ہو سکتے جس میں **یفقهه فی الدین** کے الفاظ سورج کی شعاعوں کی طرح صاف چمک رہے ہیں اور اس کا اصلی اور صحیح مصداق صرف وہ حضرات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تفقہ فی الدین کا ملکہ عطا فرمایا ہے اور وہ حضرات ائمہ اربعہ اور ان کے مقلدین اور اسی طرح دیگر ائمہ دین ہیں جنہوں نے تفقہ فی الدین کا بلند مقام حاصل کیا ہے اور تفقہ فی الدین کے میدان میں سب سے نمایاں درجہ فقیہ الامت سید الفقہاء، رأس الاتقیاء اور ذکی القوم حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ (التوفی ۱۵۰ھ) اور آپ کے اصحاب کو حاصل رہا ہے۔ تاریخی طور پر جس کا کوئی منصف مزاج انکار نہیں کر سکتا۔

چنانچہ شیخ الاسلام حافظ ابو عمر بن عبد البر المالکی رحمہ اللہ (التوفی ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں کہ

**"وقال الشافعی رحمہ اللہ کان ابو حنیفة رحمہ اللہ وقوله فی الفقه مسلما له فیه"** (الانتصار ص ۱۳۵ طبع مصر)

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول فقہ میں مسلّم ہے۔

اور نیز حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

"ومن اراد الفقه فهو عيال علیٰ ابی حنیفة"

(الانتصار ص ۱۳۶ طبع مصر)

جو فقہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا خوشہ چین ہے۔

علامہ ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۶۳ھ) اور امام صدر الائمہ موفق الدین بن احمد المکی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۶۸ھ) حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۰۴ھ) کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ

"من أراده أن یعرف الفقه فلیلزم ابا حنیفة رحمۃ اللہ علیہ وأصحابه فان الناس کلهم عیال علیه فی الفقه"

(تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۴۶ طبع مصر و مناقب موفق ج ۲ ص ۳۱ طبع حیدر آباد دکن)

جو شخص فقہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب سے استفادہ کا التزام کرے کیوں کہ سبھی لوگ فقہ میں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عیال اور خوشہ چین ہیں۔

تاج الاسلام علامہ ابو سعد عبدالکریم بن محمد السمعانی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ

"کان سفیان الثوری رأسا فی الحدیث وأبو حنیفة رحمۃ اللہ علیہ رأسا فی القیاس" (کتاب الانساب ورق نمبر ۴۴)

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فقہ میں چوٹی کے ماہر تھے۔

اور امام تاج الدین سبکی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۷۱ھ) لکھتے ہیں کہ

"وفقه ابی حنیفة رحمۃ اللہ علیہ دقیق" (طبقات الشافعیہ ج ۲ طبع مصر ص ۱۷۴)

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ دقیق ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اکثر نا اہل لوگ اس کی دقت سے نالاں ہو کر کچھ کا کچھ کہہ دیتے

ہیں۔مگر اس سے کیا حاصل؟ سچ ہے کہ

"بذی الغباوۃ من انشادھا ضرر کما تضر ریاح الورد بالجعل"

حافظ ابن کثیر الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۷۴ھ) امام موصوف کی تعریف ان الفاظ سے کرتے ہیں:

"فقیہ العراق احد ائمۃ الاسلام والسادۃ الاعلام، احد ارکان العلماء احد الائمۃ الاربعۃ اصحاب المذاهب المتبوعۃ"

(البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۱۰۷ طبع مصر)

علامہ شمس الدین الذہبی شافعی المسلک اور حنبلی المعتقد (المتوفی ۷۴۹ھ) امام ابوحنیفہ کی تعریف یوں کرتے ہیں: "الامام الاعظم فقیہ العراق"

(تذکرہ ج ا ص ۱۵۸)

مؤرخ اسلام علامہ ابن خلدون المالکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۰۸ھ) لکھتے ہیں کہ

"ومقامہ فی الفقہ لا یلحق شھد لہ بذالك اھل جلدتہٖ وخصوصا مالك رحمۃ اللہ علیہ والشافعی رحمۃ اللہ علیہ" (مقدمہ ص ۴۷۷ طبع مصر)

فقہ میں ان کا مقام اتنا بلند ہے کہ کوئی دوسرا ان کی نظیر نہیں ہوسکتا اور اہل فقہ علماء نے اس کی شہادت دی ہے خصوصاً امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اصحاب کی فقاہت پر مبسوط بحث ہم نے مقام ابی حنیفہ میں کردی ہے۔وہاں ملاحظہ کرلیں صرف ایک حوالہ عرض کرکے ہم آگے چلتے ہیں۔

حافظ محمد بن ابراہیم الوزیر رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۴۰ھ) لکھتے ہیں کہ

"ولو کان الامام ابو حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ جاھلاً ومن حلیۃ العلم عاملاً ما تطابقت جبال العلم من الحنفیۃ علی الاشتغال بمذاھبہ کالقاضی ابی یوسف ومحمد بن الحسن الشیبانی والطحاوی وابی الحسن

الکرخی وامثالھم واضعافھم فعلماء الطائفة الحنفیة فی الھند والشام ومصر والیمن والجزیرة والحرمین والعراقین منذ مائة وخمسین من الھجرة الی ھذا التاریخ یزید علی ستمائة سنة فھم الوف لا ینحصرون عوالم لا یحصون من اھل العلم والفتویٰ والورع والتقویٰ" (الروض الباسم ج ۱ ص ۱۶۰ طبع مصر)

اگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جاہل ہوتے اور علم کے زیور سے آراستہ نہ ہوتے تو علماء حنفیہ میں علم کے پہاڑ ان کے مذہب پر عمل پیرا ہونے پر کبھی متفق نہ ہوتے جیسے قاضی ابو یوسف، محمد بن حسن الشیبانی، طحاوی اور ابوالحسن کرخی رحمہم اللہ وغیرہ اوران سے دوگنے چوگنے علماء حنفیہ ہندوستان، شام، مصر، یمن، جزیرہ حرمین عراق عجم اور عراق عرب وغیرہ میں ایک سو پچاس ہجری سے لے کر آج تک جو چھ سو سال سے زیادہ مدت گزر چکی ہے ہزاروں کی تعداد سے متجاوز ہیں جو شمار میں نہیں آسکتے اوران سے ممالک بھرے پڑے ہیں جو گنتی سے باہر جو اہل علم وفتویٰ اور ورع وتقویٰ کے زمرہ میں شامل ہیں۔

الحاصل تفقہ فی الدین کا دروازہ سب کے لیے کشادہ اور وا ہے مگر تاریخی اور ٹھوس حوالوں کے پیش نظر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اصحاب تفقہ فی الدین کے میدان میں سب سے گوئے سبقت لے گئے ہیں۔ اس لیے طائفہ منصورہ کی حدیث میں یتفقہ فی الدین کے واشگاف الفاظ کے مصداق بعد از حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وبعض کبار تابعین حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے نقش قدم پر چلنے والے حضرات ہیں۔

این خانہ ہمہ آفتاب است

## قتال علی الحق:

اس حدیث میں تفقہ فی الدین کے بعد "یقاتلون علی الحق" کی صفت

نمایاں طور پر موجود ہے۔ اس لیے اس پر بھی غور کرنا ضروری ہے۔ بلاشک مسلمانوں کے جملہ فرقوں نے ہر دور اور ہر ملک میں اپنی اپنی صوابدید کے مطابق جہاد اور قتال علی الحق کی صفت پر عمل کیا ہے اور بقدر وسعت و استطاعت ہر ایک نے اپنا اسلامی فریضہ ادا کیا ہے لیکن نواب صاحب کے بیان کے مطابق بزعم خود اہل حدیث حضرات نے کبھی جہاد نہیں کیا۔ اس لیے وہ طائفہ منصورہ (اور فرقہ ناجیہ) کا مصداق کسی صورت میں نہیں ہو سکتے۔ کیوں کہ اگر اس گروہ کے لیے "یقاتلون علی الحق" کی صفت بھی بیان کی گئی ہے اور وہ غیر مقلدین حضرات میں حسب تحقیق و بیان نواب صاحب موجود نہیں ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ نواب صاحب کا یہ بیان غلط ہو کیوں کہ کلام الملوک ملوک الکلام زبان زد خلائق ہے اور

زبانِ خلق کو نقارہ خدا سمجھو!

چنانچہ نواب صاحب ارقام فرماتے ہیں کہ

"بلکہ اہل سنت و حدیث اس دن سے ہے جس دن سے دنیا میں اسلام آیا کسی تاریخ سے یہ ثابت نہیں کہ کسی محدث کو کسی نے وہابی کہا ہو یا کسی محدث نے کسی ملک میں فساد کیا ہو یا کسی بادشاہ و حاکم وغیرہ سے بنام جہاد لڑا ہو بلکہ ساری کتب طبقات و تواریخ اس امر پر متفق ہیں کہ ہمیشہ طریقہ ان لوگوں کا ترکِ دنیا و شغل عبادت و علم رہا ہے۔ بعض ان میں درویش تھے جن کو صوفی و فقیر و زاہد کہتے ہیں ان کو لڑائی سے کیا واسطہ؟ وہ تو دنیادار لوگوں سے ملاقات بھی نہیں کرتے تھے۔"

(ترجمان وہابیہ ص ۵۹)

اس عبارت سے جہاں غیر مقلدین حضرات کا ترک جہاد ثابت ہے اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ صوفی و فقیر و زاہد بھی انہی میں سے گزرے ہیں لہٰذا اگر ان کی کچھ باتیں خلاف شرع یا استدراج وغیرہ ہیں تو اس میں تقلید نہیں بلکہ ترک تقلید کارفرما ہے۔ اور اس کی جواب دہی ہمیں نہیں بلکہ خود ان ہی کو کرنی چاہیے۔ کیوں کہ این گناہ

یست کہ در شہر شما نیز کنند!"

اور دوسرے مقام پر یوں تحریر فرماتے ہیں کہ

"اور اہل حدیث تیرہ سو برس سے چلے آتے ہیں۔ ان میں سے کسی نے ملک میں جھنڈا اس جہاد اصطلاحی حال کا کھڑا نہیں کیا اور نہ کوئی ان میں حاکم یا بادشاہ کسی ملک کا بنا اکثر بلکہ سب کے سب زاہد تارک دنیا تھے، فتنہ وفساد وقتل وخونریزی سے ہزاروں کوس بھاگتے تھے۔" (ترجمان وہابیہ ص ۲۱)

(ماخوذ طائفہ منصورہ ترمیم واضافہ کے ساتھ)

نواب صاحب کے علاوہ بے شمار حوالہ جات ایسے پیش کیے جا سکتے ہیں کہ غیر مقلدین نے کبھی جہاد نہیں کیا۔ وکیل اہل حدیث مولانا محمد حسین بٹالوی کا رسالہ الاقصاد فی مسائل الجہاد ملاحظہ فرمائیں۔

# جو جماعت حق پر قائم رہے گی اس کا ایک نام سواد اعظم بھی ہے

پہلی حدیث:

وعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ.

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

"ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بڑی جماعت کی پیروی کرو، جو اس سے جدا ہوا جدا ہو کر جہنم میں گیا۔

دوسری حدیث:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اُمَّتِیْ لَنْ تَجْتَمِعُ عَلٰی ضَلاَ لَۃٍ فَاِذَا رَاَیْتُمُ الْاِخْتِلاَفَ فَعَلَیْکُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ

"بے شک میری امت گمراہی پر ہرگز جمع نہیں ہوگی۔ پس جب تم اختلاف دیکھو تو تم پر بڑی جماعت کی اتباع لازم ہے۔"

(کتاب النہایہ لابن الیر ص ۱۸۔ مقاصد الحسنہ ص ۴۶۰۔ مستدرک للحاکم، کنز العمال اردو حصہ اول ص ۱۵۳، حدیث: ۹۰۹)

سوادِ اعظم سے مراد:

(۱)...... شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سوادِ اعظم کے متعلق فرماتے ہیں:

کہ بالجملہ سوادِ اعظم در دین اسلام مذہب اہل سنت و جماعت است۔ یعنی دین اسلام میں سوادِ اعظم سے مراد اہل سنت و جماعت ہے۔

(اشعۃ اللمعات فارسی ج ۱ ص ۱۴۱ سطر ۹)

(۲)...... امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کَانَ سُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ یَقُوْلُ الْمُرَادُ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ ھُمْ مَنْ کَانَ اَھْلُ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سوادِ اعظم سے وہی مراد ہیں جو اہل سنت و جماعت کہلاتے ہیں۔

(۳)...... شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مذہب کی پابندی کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ وَلَمَّا انْدَرَسَتِ الْمَذَاھِبُ الْحَقَّۃُ اِلَّا ھٰذِہِ الْاَرْبَعَۃَ کَانَ اتِّبَاعُھَا اِتِّبَاعًا لِلسَّوَادِ الْاَعْظَمِ وَالْخُرُوْجُ عَنْھَا خُرُوْجًا عَنِ السَّوَادِ الْاَعْظَمِ

سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ بڑی جماعت کی اتباع کرو اور جب سوائے ان چار مذاہب (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کے سب ختم ہو گئے۔ لہٰذا ان کی اتباع کرنا سوادِ اعظم کی ہی پیروی کرنا ہے اور اس سے باہر ہونا سوادِ اعظم سے ہی باہر ہونا ہے۔

(عقد الجید ص ۳۳ سطر ۱ تا ۴ مطبوعہ دہلی)

(۴)...... ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بھی ناجی گروہ اور سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت ہی کو قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

**فلا شك ولا ريب انهم هم اهل السنة والجماعة**

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۷)

کوئی شک وشبہ نہیں بے شک وہ ہی اہل سنت والجماعت ہیں۔

# جو جماعت حق پر قائم رہے گی اس کا نام الجماعۃ بھی ہے

حدیث:

معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ کھڑے ہوئے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہم لوگوں میں کھڑے ہوئے اور فرمایا: آگاہ ہو جاؤ تم میں سے پہلے اہل کتاب (یہود اور نصاریٰ) بہتر (۷۲) فرقے ہو گئے اور اس ملت کے لوگ قریب ہیں کہ تہتر (۷۳) فرقے ہو جاویں ان میں سے بہتر (۷۲) جہنم میں جاویں گے اور ایک جنت میں جاوے گا اور وہ (وهی الجماعة) جماعت ہے۔

(ابوداؤد، اول الکتاب السنۃ، باب فی شرح السنۃ حدیث نمبر: ۱۱۷۳)

# قرآن میں اہل سنت کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ

أَكْفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ○ وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ○﴾

(سورہ آل عمران:۱۰۶،۱۰۷)

''جس دن کہ سفید ہوں گے بعضے منہ اور سیاہ ہوں گے بعضے منہ سو وہ لوگ کہ سیاہ ہوئے منہ ان کے ان سے کہا جائے گا کیا تم کافر ہو گئے ایمان لا کر اب چکھو عذاب بدلہ اس کفر کرنے کا اور وہ لوگ کہ سفید ہوئے منہ ان کے سو رحمت میں ہیں اللہ کی اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان آیات کی تفسیر:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

دیلمی نے مسند الفردوس میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل سنت کے چہرے روشن اور اہل بدعت کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

(تفسیر مظہری اردو جلد نمبر ۲ ص ۲۳۲ مطبوعہ خزینہ علم و ادب لاہور)

امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع حدیث کے حوالہ سے فرماتے ہیں۔ اہل سنت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ (تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۶۳)

حضرت ابو سعید (سعد بن مالک بن سنان) الخدری رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

تبیض وجوہ اھل الجماعة والسنة وتسود وجوہ اھل البدع والھواء

اہل السنّت والجماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت کے اور ان لوگوں کے جو اپنی خواہشات پر چلتے ہیں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔
(تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۶۳)

مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اہل سنت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت کے سیاہ ہوں گے۔ (معارف القرآن جلد دوم ص ۱۴۶)
علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:
ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے کہ اہل سنت والجماعت کے منہ سفید اور نورانی ہوں گے اور اہل بدعت و فرقت کے کالے منہ ہوں گے۔
(تفسیر ابن کثیر عربی ج ۱ ص ۳۹۰، اردو ج ۱ ص ۵۰۱)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:
سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ اہل سنت کے چہرے روشن اور اہل بدعت کے چہرے کالے ہوں گے۔
(تفسیر مظہری عربی ج ۲ ص ۱۱۶۔ اردو ج ۲ ص ۲۳۲)
امام جلال الدین سیوطی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں۔
اہل السنّت والجماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت وضلالت کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

# احادیث میں اہل السنّت کا ذکر

حدیث نمبر ۱:
علامہ عبدالکریم شہرستانی اپنی مشہور کتاب الملل النحل ج ۱ ص ۲۰ پر ایک مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی ان میں سے صرف ایک فرقہ نجات پانے والا ہوگا اور باقی سب فرقے ہلاک ہونے والے ہوں گے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ وہ نجات پانے والا فرقہ کون سا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل السنۃ والجماعۃ۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ سنت و جماعت سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ طریقہ کہ جس پر آج کے دن میں اور میرے صحابہ ہیں۔

حدیث نمبر ۲:

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ دو آدمیوں کو میری شفاعت نصیب نہ ہوگی۔ ایک روایت میں ہے کہ میری امت میں دو قسم کے لوگوں کو میری شفاعت نصیب نہ ہوگی۔

۱...... ظالم امام (یعنی حکمران، بادشاہ، مسلمانوں کا امیر جو ظلم کے ساتھ ان پر حکومت کرے)

۲...... دین میں غلو کرنے والا' جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریق سے تجاوز کرتا ہے۔

(تنبیہ الغافلین اردو باب سنت پر عمل کرنا ص ۶۷۹)

حدیث نمبر ۳:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ بنی اسرائیل اکہتر (۷۱) فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت کے بہتر (۷۲) ہوں گے۔ اکہتر (۷۱) دوزخ میں اور ایک جنت میں۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ وہ ایک فرقہ کون سا ہے؟ ارشاد فرمایا اہل السنۃ والجماعت یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت کے طریق کو اپنانے والے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ فساد امت کے دور میں میری سنت کو

سینے سے لگانے اور اپنانے والے کو سو شہید کا ثواب ملے گا۔

(تنبیہ الغافلین اردو باب سنت پر عمل کرنا ص ۶۸۰ از امام نصر بن محمد بن ابراہیم ابو اللیث السمر قندی، مترجم مولانا عبدالحمید انور، ناشر مکتبہ الحسن لاہور)

حدیث نمبر ۴:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب فرمایا اے لوگو! میرے صحابہ کا اکرام کرو، ان کے ساتھ حسن سلوک کرو، ان کے ساتھ محبت رکھو کیوں کہ سب لوگوں سے بہتر میرے صحابہ ہیں' جن میں میری بعثت ہوئی۔ وہ اللہ پر ایمان لائے اور میری تصدیق کی اور میں اللہ تعالیٰ کے ہاں سے جو احکام لایا ان کو قبول کیا اور ان کی پیروی کی اور عمل کیا پھر ان کے بعد اس دور کے لوگ ہیں جو ان کے بعد ہی آنے والے ہیں۔ وہ مجھ پر ایمان لائے، اللہ کے احکام کی اتباع کی، حالانکہ مجھے نہیں دیکھا پھر وہ لوگ جو ان کے بعد متصل آنے والے ہیں۔ وہ مجھ پر ایمان لائے پھر ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو نمازوں کو ضائع کریں گے خواہشات کے پیچھے دوڑیں گے جن باتوں کا میں نے حکم دیا ہے انہیں چھوڑ بیٹھیں گے اور جن سے روکا ہے انہیں شوق سے کریں گے۔ دین کو اپنی خواہشات کے مطابق استعمال کریں گے ان کے اعمال میں ریا کاری ہوگی۔ بات بات پر قسم کھائیں گے جب کہ قسم کا مطالبہ بھی کوئی نہ کرتا ہوگا۔ گواہی کی طلب یا درخواست کے بغیر ہی گواہی دینے کو تیار ہوں گے۔ کوئی امانت رکھے گا تو خیانت کریں گے اور ادا کرنے کا نام تک نہ لیں گے۔ بات کریں گے تو جھوٹ بولیں گے۔ محض باتیں بنائیں گے، عمل سے کچھ لگاؤ نہ ہوگا۔ ان لوگوں میں سے علم اور حلم اٹھ جائے گا۔ جہالت اور بدگوئی ان میں آجائے گی۔ حیا اور امانت ان کے ہاں ختم ہو جائے گی۔ جھوٹ، خیانت، والدین کی نافرمانی، رشتہ داروں سے قطع تعلق، لمبی لمبی امیدیں، بخل، دنیا کی حرص اور طمع،

حسد، بغاوت وسرکشی، بدخلقی، ہمسایوں سے بدسلوکی ان لوگوں میں عام ہو جائے گی۔ دین سے یوں صاف نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ میں سے گزر جاتا ہے اور قیامت بدترین لوگوں پر قائم کی جائے گی پس تمہیں اگر پسند ہے کہ وسط جنت اور اس کی نعمتوں میں ٹھکانہ بن جائے تو ((فالزموا السنة والجماعة)) ''سنت و جماعت کو لازم پکڑو (یعنی نبی ﷺ کی سنت اور صحابہ کی جماعت کی پیروی اپنے پر لازم کرلو)۔''

دین کے نام پر پیدا ہونے والی نئی باتوں سے بہت بچو کہ یہ بدعت ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے اور اللہ تعالیٰ میری (حضرت محمد ﷺ) پوری امت کو کبھی بھی گمراہی پر جمع نہیں کرے گا پس جس کسی نے اطاعت چھوڑ دی جماعت سے الگ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی پرواہ نہ کی بلکہ مخالفت اختیار کی، وہ اللہ تعالیٰ کو اس حال میں ملے گا کہ وہ اس سے ناراض ہوں گے اور اسے دوزخ میں ڈالیں گے۔

(تنبیہ الغافلین اردو باب سنت پر عمل کرنا ص ۶۸۲)

حدیث نمبر ۵:

''قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلاَ وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ فَقَدْ مَاتَ عَلَی السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ''

(کشف الغمہ بحوالہ ہم سنی کیوں ہیں؟ ص ۸۲)

جو آل محمد کی محبت پر مرے گا وہ اہل سنت والجماعت ہے۔

آل سے مراد نبی ﷺ کی تمام ازواج، تمام بنات اور رشتہ دار ہیں۔

## صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل سنت

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور اہل سنت:

امام عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں:

وَکَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَقُوْلُ سَیَاْتِیْ قَوْمٌ یُجَادِلُوْنَکَ

مُتَشَبِهَاتِ الْقُرْاٰنِ فَخُرُوْهُمْ بِالسُّنَنِ فَإِنَّ أَصْحَابَ السُّنَنِ أَعْلَمُ وَبِكِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ الْخَطَابِيْ وَاَصْحَابُ السُّنَنِ هُمْ حُفَّاظُ الْحَدِيْثِ.

(المیزان الکبریٰ ج۱ص۱۵)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عنقریب ایک قوم آئے گی جو تم سے قرآن شریف کے متشابہات کے ساتھ مجادلہ (جھگڑا) کرے گی تو تم کو چاہیے کہ ان سے بذریعہ سنن مواخذہ کرو۔ کیونکہ اصحاب سنن خدا تعالیٰ کی کتاب کے زیادہ جاننے والے ہیں۔ امام خطابی کا قول ہے کہ اصحاب سنن حدیث کے حفاظ اور اس کے سمجھنے والے ہیں۔

(مواہب رحمانی ترجمہ اردو مولانا شعرانی ج۱ص۱۷۶، ترمیم و اضافے کے ساتھ ادارہ اسلامیات، انارکلی، لاہور)

### حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل سنت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ملاحظہ فرمائیں: آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ بتلائیں اہل جماعت کون ہیں؟ اہل فرقہ کون ہیں؟ اہل بدعت کون ہیں؟ اور اہل سنت کون ہیں؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اہل الجماعت میں میرے رضا کار اور تابع دار ہیں۔ اگرچہ وہ تھوڑے ہوں، یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کے تحت حق ہے اور اہل الفرقہ میرے اور میرے رضا کاروں کے مخالف ہیں۔ اگرچہ وہ کثیر تعداد میں ہوں اور ارشاد فرمایا:

"وَاَمَّا اَهْلُ السُّنَّتِ فَالْمُتَمَسِّكُوْنَ بِمَا سَنَّةُ اللهُ لَهُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَاِنْ قَلُّوْا وَاَمَّا اَهْلُ الْبِدْعَةِ فَالْمُخَالِفُوْنَ لِاَمْرِ اللهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَالْعَامِلُوْنَ بِرَاْيِهِمْ وَاَهْوَاءِ هِمْ وَاِنْ كَثُرُوْا" (احتجاج طبرسی)

اور اہل سنت وہ لوگ ہیں جو اللہ کے احکام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو

مضبوطی کے ساتھ پکڑنے والے ہیں جوان کے لیے مقرر کیا گیا ہے، اگرچہ وہ تھوڑے ہوں اور اہل بدعت وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب کی مخالفت کرنے والے ہوں اور صرف اپنی رائے اور خواہشات پر عمل کرنے والے ہوں، اگرچہ وہ زیادہ ہوں۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور اہل سنت:

کربلا کی سرزمین پر نواسہ رسول حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بلیغ خطبہ میں ارشاد فرمایا:

"اَنَّ رَسُوْلَ ﷺ قَالَ لِیْ وَلِاَخِیْ اَنْتُمَا سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَقُرَّۃُ عَیْنِ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ" (تاریخ کامل لابن الاثیر)

"کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور میرے بھائی کے لیے ارشاد فرمایا کہ تم دونوں نوجوانان جنت کے سردار ہو اور اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔"

ان تمام حوالہ جات میں اہل سنت والجماعت کے نام کی تصریح موجود ہے۔

# تابعین وتبع تابعین، ائمہ کرام، مفسرین، محدثین، مؤرخین اور دیگر علمائے امت کے اہل سنت والجماعت کے متعلق اقوال

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور اہل سنت:

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ورع اور تقویٰ کے باب میں یوں رقم طراز ہیں: "وَلَا یَعْلَمُ تَفْصِیْلُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْاِقْتِدَارِ بِالْفِرْقَۃِ النَّاجِیَۃِ وَھُمُ الصَّحَابَۃُ فَاِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا قَالَ النَّاجِیْ مِنْھَا وَاحِدَۃٌ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَنْ ھُمْ قَالَ اَھْلُ

**السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ فَقِيْلَ مَنْ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ قَالَ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِیْ"** (احیاء العلوم ج ۳ مطبوعہ مصر)

ورع اور تقویٰ کی تفصیل نجات پانے والے فرقہ کی تابعداری کے بغیر معلوم نہیں ہوسکتی اس سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجات پانے والوں میں ایک فرقے کا ذکر کیا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ وہ ایک کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل سنت والجماعت۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اہل سنت والجماعت کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اور میرے صحابہ کے طریقے والے لوگ اہل سنت والجماعت ہیں۔

## امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اور اہل سنت:

فرماتے ہیں کہ بے شک تم اس کتاب (میزان کبریٰ) کو نظر انصاف سے دیکھو گے تو اس صحیح عقیدہ کی تحقیق ہوجائے گی۔

**اِنَّ سَائِرَ الْاَئِمَةِ الْاَرْبَعَةِ وَمُقَلِّدِيْهِمْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ عَلٰی هُدًی مِنْ رَبِّهِمْ فِیْ ظَاهِرِ الْاَمْرِ وَبَاطِنِهٖ**

یعنی بے شک چاروں امام اور ان کے مقلدین (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) علیہم الرضوان امر ظاہر اور باطن میں خدا کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔

**(المیزان الکبریٰ جلد اول ص ۷، سطر ۱۲، ۱۳)**

## حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اور اہل سنت:

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

(آن امام اماماں ومقتدائے سنیاں)

"آپ اماموں کے امام اور اہل سنت کے پیشوا ہیں۔"

**(کشف المحجوب)**

## امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور اہل سنت:

امام سیوطی تحریر فرماتے ہیں کہ اسماعیل فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حافظ ابو احمد حاکم کو خواب میں دیکھا اور پوچھا

اَیُّ الْفِرَقِ اَکْثَرُ نَجَاۃِ عِنْدَکُمْ

''تمہارے نزدیک کون سا فرقہ نجات پانے والا ہے''

فَقَالَ اَھْلُ السُّنَّۃِ ''پس انہوں نے ارشاد فرمایا: اہل سنت''

(شرح الصدور ص ۱۱۹، سطر ۳۰، ۳۱)

## امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ اور اہل سنت:

(اہل سنت کی حدیث مقبول اور اہل بدعت کی مردود)

محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ پہلے لوگ سند حدیث کی تحقیق نہیں کرتے تھے لیکن جب دین میں بدعات سیئہ اور فتنے داخل ہو گئے تو لوگ سند حدیث کی تحقیق کرنے لگے اور جس حدیث کی سند میں (اِلٰی اَھْلِ السُّنَّۃِ) اہل سنت راوی ہوتے اس کو قبول کرتے اور جس کی سند میں اہل بدعت ہوتے اس کو چھوڑ دیتے۔

(مقدمہ مسلم، باب بیان ان الاسناد من الدین)

امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کتاب العلل میں نقل کیا ہے۔ (جامع الترمذی اردو ج ۲ ص ۸۵۳، مطبوعہ محمد علی کارخانہ کراچی)

## امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہل سنت:

امام سفیان ثوری سے پوچھا گیا کہ اے ابو عبد اللہ تمام نمازیں ہر نیک اور بد کے پیچھے پڑھ سکتے ہیں بولے نہیں، صرف نماز جمعہ اور نماز عید کا یہ حکم ہے باقی نمازوں میں تمہیں اختیار ہے وہ اسی شخص کے پیچھے پڑھو جس پر تجھے یقین ہو کہ اس کا تعلق اہل سنت کے ساتھ ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ اردو ج ۳ ص ۱۷۵)

## شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور اہل سنت:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

اگر گویند چگونہ معلوم شود کہ فرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعت اند وایں راہ راست و راہ خدا ست و دیگر ہمہ راہ ہائے نارست و ہر فرقہ دعویٰ میکند کہ براہ راست است و مذہب دے حق۔ جوابش آنکہ ایں چیزے نیست کہ بمجرد دعوٰی تمام شود بزہان باید و برہانِ حقانیت اہلسنت وجماعت آنست کہ ایں دین اسلام بنقل آمدہ است و مجرد عقل باں دانی نیست و تبواتر اخبار معلوم شدہ و تبع تفحص احادیث وآثار متقین گشتہ کہ سلف صالح از صحابہ و تابعین باحسان ومن بعدہم ہمہ بریں اعتقاد و وبریں طریقہ بودہ اندو ایں بدع وہوا در مذہب واقوال بعد از صدر اول حادث شدہ واز صحابہ وسلف مقتدمین ہیچ کس براں نبودہ وایشاں متبری بودہ اندازاں بعد از حدوث آں رابطہ صحبت ومحبت کہ باں قوم قطع کردہ و رد نمودہ و محدثین اصحابِ کتب ستہ وغیرہا از کتب مشہورہ معتمدہ کہ معنی مدار احکام اسلام برآنہا افتادہ وائمہ فقہائے اربابِ مذاہب اربعہ وغیرہم از انہاکہ در طبقہ ایشاں بودہ اند ہمہ بریں مذہب بودہ اندو اشاعرہ و ماتریدیہ کہ ائمہ اصول کلام

اند تـائید مذہب سلف نموده بدلائل عقلیه از اثبات کرده وآنچـه سنت رسول صلی اللّٰه علیه وسلم واجماع سلف بـراں رفتـه بـوده مـدکـد سـاختـه انـدو لـہٰذا نام ایشاں اہل سـنـت و جـمـاعـت افـتـاده اگرچه ایں نام حادث ست امام مـذہـب واعـتـقـاد ایشـاں قـدیم است وطریقه ایشاں اتباع احـادیـث نبـوی صـلی اللّٰه علیه وسلم واقتداء بآثار سلف وحمل نصوص برظاہر ست۔

(اشعة اللمعات فارسی ج۱ص۱۴۰،۱۴۱)

”اگر کہیں کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ اہل سنت و جماعت ہی ناجی فرقہ ہیں اور یہی راہ راست ہے اور اللہ والوں کا راستہ ہے اور باقی تمام راستے (فرقے) جہنم کی طرف جاتے ہیں اور ہر فرقہ یہی دعویٰ کرتا ہے کہ وہ راہِ راست پر ہے اور اسی کا مذہب برحق ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ صرف دعویٰ کر دینا برحق ہونے کے لیے کافی نہیں بلکہ اس کے لیے دلیل چاہیے اہل سنت و جماعت کے برحق ہونے کی یہ دلیل ہے کہ یہ دین اسلام نقل سے ثابت ہے پرکھنے کے لیے مجرد عقل کافی نہیں ہے جب کہ اہل سنت کی حقانیت متواتر اخبار کے ذریعے ثابت ہوتی ہے اور احادیث وآثار میں غور وخوض کرنے سے یہ یقین پختہ ہو جاتا ہے کہ سلف صالحین یعنی صحابہ وتابعین اوران سے بعد کے تمام بزرگ یہی عقائد رکھتے تھے اوراسی طریقے پر تھے۔اور مذہب وارشادات اکابر میں بدعت وہوس کی ملاوٹ صدراول کے بعد ہوئی اور صحابہ وسلف......میں سے کوئی ایک بھی ان کے طریقے پر نہ تھا اور وہ ایسے راستوں سے بری تھے۔بزرگوں کی صحبت ومحبت کے رشتے کو دوسرے فرقوں نے توڑ دیا اوراس کا رد کیا اور صحاح ستہ و دوسری مشہور ومعتمد کتب احادیث کہ اسلامی احکام کا جن پر دارومدار ہے اور چاروں مذاہب کے ائمہ مجتہدین وفقہاء وغیرہ سب زمرہ اہل سنت و جماعت سے تھے سب

اسی مذہب پر تھے اور اشاعرہ و ماتریدیہ کہ اصول کلام کے امام تھے انہوں نے بھی سلف صالحین کے مذہب کی تائید کی اور اسے عقلی دلائل سے ثابت کیا اور جو رسول اللہ ﷺ کی سنت اور اجماع سلف سے ثابت ہے اسے موکد کیا اسی وجہ سے اس جماعت کا نام اہل سنت و جماعت پڑ گیا۔ اگرچہ ناجی گروہ کا یہ نام بعد میں رکھا گیا لیکن ان کا مذہب اور عقیدہ قدیم ہے اور ان کا طریقہ نبی کریم ﷺ کی احادیث کا اتباع کرنا اور سلف صالحین کے آثار کی اقتدار کرنا اور نصوص کو ان کے ظاہر پر محمول کرنا ہے۔"

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور اہل سنت:

(۱)...... حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تہتر (۷۳) فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے اہل سنت و جماعت کو ناجی فرقہ قرار دیتے ہیں اور اس کی نشانیاں بھی بیان فرماتے ہیں اور اس پر زندہ رہنے کی دعا بھی کرتے ہیں:

"پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل میں اکہتر فرقے بن گئے تھے جن میں سے ایک سوا سب جہنمی تھے۔ قریب ہے کہ میری امت کے تہتر فرقے بن جائیں، جن میں سے ایک جنتی ہوگا اور باقی سب جہنمی۔ صحابہ نے عرض کی کہ وہ نجات پانے والا فرقہ کون سا ہوگا؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ اسی طریقے پر ہوگا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں اور اسی نجات پانے والے فرقے کا نام اہل سنت و جماعت ہے اور وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی تابع داری کو ضروری قرار دیتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے صحابہ کی پیروی کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں اہل سنت و جماعت کے عقیدے پر قائم رکھنا، اسی جماعت میں رہتے ہوئے ہمیں موت آئے اور ان حضرات ہی میں ہمارا حشر و نشر ہو۔" (مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب ۶۷)

(۲) .... بہتر فرقوں کا ذکر غنیۃ الطالبین سے کرتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اپنی کتاب غنیۃ میں فرماتے ہیں کہ اہل بدعت کی جتنی بھی جماعتیں ہیں ان کی بنیاد نو فرقے ہیں جو یہ ہیں: ۱۔خوارج ۲۔شیعہ ۳۔معتزلہ ۴۔مرجیہ ۵۔مشبہ ۶۔جہمیہ ۷۔ضراریہ ۸۔نجاریہ ۹۔کلابیہ۔ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں نہ تھے اور نہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے عہد خلافت میں ان کا وجود پایا گیا۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب نمبر ۶۷)

(۳)...... مولانا محمد اشرف صاحب کے نام مکتوب گرامی لکھتے وقت آپ نے اسی سلسلے میں یہ نصیحت فرمائی تھی:

''پس چاہیے کہ اہل سنت و جماعت کے معتقدات پر اپنے عقائد کا دار و مدار رکھیں اور زید و عمرو کی باتوں پر کان نہ دھریں۔ دوسروں کی نفاظمی اور چرب زبانی پر اعتماد کرنا اپنے دین کو ضائع کرنا ہے۔ فرقہ ناجیہ کی تقلید ضروری ہے تا کہ نجات کی امید ہو ورنہ ساری محنت رائیگاں جائے گی۔'' (مکتوباتِ امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۲۵۱)

(۴) نجات پانے والی جماعت یعنی فرقہ ناجیہ کی نشاندہی کرتے ہوئے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا:

''نجات کا طریقہ اہل سنت و جماعت کی متابعت میں ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اہل سنت کے اقوال و افعال اور اصول و فروع میں برکت مرحمت فرمائے کیوں کہ ناجی فرقہ یہی ہے اور اس کے سوا باقی سب فرقے خرابی کا شکار ہیں اور اس ہلاکت کا خواہ آج کسی کو علم نہ ہو لیکن کل بروز قیامت یہ راز سب پر کھل جائے گا لیکن فائدہ نہیں ہو گا۔'' (مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۶۹)

(۵) مزید فرماتے ہیں:

''منعم حقیقی کے شکر ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے عقائد کو فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی آراء کے مطابق درست کیا جائے اس کے بعد اس

گروہ کے مجتہدین عظام کی تحقیقات کے مطابق احکام شرعیہ پر عمل کرے۔"

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۷۱)

(۶)...... مرزا بدیع الزمان کے نام مکتوب گرامی لکھتے ہوئے آپ نے اسی حقیقت کو ان لفظوں میں بیان فرمایا تھا:

"سرور کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت اس طرح ہوتی ہے کہ سب سے پہلے عقائد کو درست کیا جائے اس کے بعد فقہ کے ضروری احکام و مسائل کا علم حاصل کیا جائے اور وسیلے سے یا بغیر وسیلے کے حق سبحانہ وتعالیٰ سے اس کی رضا طلب کی جائے۔ اللہ سبحانہ تمہیں سلامتی اور عافیت کے ساتھ رکھے۔ سعادت دارین کی دولت سرور کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ہے، لیکن اس طریقے پر جو حضرات علمائے اہل سنت اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو شرف قبولیت بخشے، نے بیان فرمایا ہے یعنی سب سے پہلے بزرگان اہل سنت کی آرائے صائبہ کے مطابق اپنے عقائد کو درست کیا جائے۔ دوسرے درجے میں حلال وحرام اور فرض، واجب، سنت، مستحب، مباح اور مشتبہ کا علم حاصل کرے اور ان علوم کے مطابق عمل کرنا اصل مقصود ہے۔ یہ عملی اور اعتقادی دونوں پر حاصل کر لینے کے بعد اگر سعادت ازلی مدد فرمائے تو عالم قدس کی جانب پرواز میسر آسکتی ہے۔" (مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۷۵)

(۷)...... حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے اسی پر زور دیتے ہوئے شیخ کبیر علیہ الرحمہ کے نام مکتوب گرامی لکھتے وقت فرمایا تھا:

"اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن سنت کی متابعت اور اس پر استقامت نصیب فرمائے سب سے ضروری اور کرنے والا کام یہ ہے کہ اولاً علمائے اہل سنت کی آراء کے مطابق عقائد درست کیے جائیں کیوں کہ یہی جماعت فرقہ ناجیہ ہے اس کے فقہی احکام کے مطابق علم وعمل کو اپنے اوپر لازم کر لینا چاہیے ان دو اعتقادی اور عملی پروں کو حاصل کر لینے کے بعد عالم قدس کی طرف پرواز کرنی

چاہیے۔'' ( مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۹۴)

(۸)...... خضر خاں لودھی کو مکتوب گرامی لکھتے وقت اسی چیز کی آپ نے یوں تلقین فرمائی تھی:

''وہ ضروری امر جس کے بغیر چارہ کار نہیں یہ ہے کہ سب سے پہلے اہل سنت وجماعت کی آرائے صحیحہ کے مطابق اپنے عقائد کو درست کیا جائے کیوں کہ فرقہ ناجیہ یہی ہے۔ اس کے بعد فقہی احکام کے مطابق فرائض وسنن، واجبات ومستحبات، حرام و حلال اور مکروہ ومشتبہ کے ضروری احکام کا علم حاصل کر کے ان پر عمل کیا جائے۔ جب یہ اعتقادی اور عملی دونوں باز و میسر آ جائیں اور اللہ جل شانہٗ کی توفیق دستگیری فرمائے تو ممکن ہے کہ عالم حقیقت کی جانب پرواز کرنا نصیب ہو جائے لیکن ان دونوں بازوؤں کو حاصل کیے بغیر عالم حقیقت کی جانب پرواز کرنا ناممکن اور محال ہے۔''

( مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۹۴)

(۹)...... جمال الدین حسین بدخشی کو یہی نصیحت لکھتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا:

''سب سے پہلے اہل سنت وجماعت کی آرائے صحیحہ کے مطابق اپنے عقائد درست کیے جائیں، اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی مساعیٔ جمیلہ کو شرف قبولیت بخشے۔ اس کے بعد فقہی احکام شرعیہ کے مطابق عمل کریں۔ تیسرے درجے پر گرامی قدر صوفیہ جمیلہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقہ سلوک کو اختیار کیا جائے۔ جس کو یہ چیز نصیب ہو گئی اس نے عظیم الشان کامیابی حاصل کر لی اور جو اس سے محروم رہا وہ صریح خسارے میں ہے۔'' ( مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۱۷۷)

(۱۰)...... شیخ فرید بخاری کے نام مکتوب گرامی لکھتے وقت انہیں بھی آپ نے یہی نصیحت فرمائی تھی:

''مکلفین کے لیے نہایت ضروری ہے کہ علمائے اہل سنت وجماعت کی آراء کے مطابق اپنے عقائد کو درست کریں کیوں کہ نجات اخروی بھی انہیں بزرگوں کی

آرائے صائبہ کے اتباع پر موصوف ہے۔فرقہ ناجیہ بھی یہی بزرگ اوران کے متبعین ہیں۔'' ( مکتوبات امام ربانی،دفتر اول،مکتوب۱۹۳)

(۱۱)...... ملا عبدالغفور سمرقندی کو یہ بات سمجھاتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا:

''اہل سنت و جماعت شکراللہ سعیھم کے مطابق عقائداوراحکام شریعہ سے اعتقادی وعملی طور پراپنے ظاہر و باطن کوآراستہ ومزین کر کے اپنے باطن کوذکرالٰہی سے آباد کرنا چاہیے۔'' ( مکتوبات امام ربانی،دفتر اول،مکتوب ۲۰۶)

(۱۲)...... اپنے مخدوم دونوں یعنی خواجہ عبداللہ اور خواجہ عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہما کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل سنت و جماعت کے عقائد لکھ کر بھیجے اوران سے پہلے عقائد کی اہمیت بتاتے ہوئے ارشادفرمایا تھا:

''اللہ تعالیٰ آپ کوسعادت مند کرے،عقل مندوں کا اولین فریضہ ہے کہ اپنے عقائدونظریات کوحضرات علمائے اہل سنت شکراللہ تعالیٰ سعیھم کے عقائد کی روشنی میں درست کریں،کیوں کہ فرقہ ناجیہ یہی ہیں۔''

( مکتوبات امام ربانی،دفتر اول،مکتوب ۲۶۶)

(۱۳)...... شیخ بدیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کے نام مکتوب گرامی لکھتے ہوئے آپ نے احکام شرعیہ اوراحوال ومواجید کا مقابلہ کرتے ہوئے شریعت مطہرہ کی روشنی میں ان کے مقامات کویوں بیان فرمایا تھا:

''بزرگوں کے نزدیک تمام ظاہری اور باطنی کمالات کا انحصار کمالاتِ شرعیہ پر ہے۔علوم ومعارفِ الٰہیہ کا دور و مدار عقائد کلامیہ پر ہے جواہل سنت و جماعت کے نزدیک ثابت شدہ ہیں۔اکابراہل سنت،ہزاروں شہود ومشاہدات کوعقائد کلامیہ میں سے اللہ تعالیٰ کی بے چونی و بے چگونی کے ایک مسئلہ کے برابر بھی نہیں جانتے اور احوال ومواجید اور تجلیات وظہورات کو جو کسی شرعی حکم کے خلاف ہوں،ایک دانہ جو

کے برابر وقعت دے کر بھی خریدنے کے لیے تیار نہیں، کیوں کہ وہ ایسے ظہورات کو استدراج سمجھتے ہیں۔" (مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۲۷۶)

(۱۴) ملا عبدالکریم سازی کے نام مکتوب گرامی لکھتے ہوئے آپ نے انہیں بھی یہی تلقین فرمائی ہے:

"سب سے پہلے علمائے اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیھم کی تصانیفِ علم کلام کے مطابق اپنے عقائد کو درست کرنا چاہیے۔ اس کے بعد فقہی احکام یعنی فرض، واجب، سنت، مستحب یعنی حلال و حرام اور مکروہ و مشبہ کو علمی اور عملی طور پر بجا لائیں۔ اس کے بعد لازم ہے کہ دل کو ماسوائے حق کی گرفتاری سے محفوظ رکھا جائے۔ دل کی سلامتی اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب دل میں ماسوائے حق کے اور کسی کا گزر نہ رہے۔ یعنی اگر ہزار سال بھی زندگی وفا کرے تو بھی حق تعالیٰ کے سوا کسی کا خیال دل میں نہ آنے دے۔" (مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۲۷۸)

(۱۵)...... خانِ جہاں کے نام مکتوب گرامی لکھتے ہوئے، آپ نے اس سلسلے میں یہ بھی تحریر فرمایا تھا:

"اے بزرگی اور سعادت کے نشان! سب سے پہلے آدمی پر ضروری ہے کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی رائے کے مطابق اپنے عقائد کو درست کیا جائے کیوں کہ یہی مسلمانوں کا سوادِ اعظم ہے، عقائد کی اصلاح بہت ضروری ہے تاکہ آخرت میں کامیابی اور نجات میسر آسکے۔ اہل سنت و جماعت کے خلاف عقیدہ رکھنا بداعتقادی ہے جو سمِ قاتل ہے اور اس کا نتیجہ ابدی موت اور دائمی عذاب خریدنا ہے عمل میں اگر سستی یا کوتاہی ہو جائے تو بخشش کی امید ہو سکتی ہے لیکن عقیدے میں تساہل اور خرابی ہوئی تو نجات کی کوئی امید باقی نہیں رہتی۔"

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۶۷)

(۱۶)...... حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عورت یعنی محمد امین کی والدہ محترمہ کو

مختلف نصیحتیں کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا تھا:

''سب سے پہلے علمائے اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیھم کی رائے کے مطابق عقائد کو درست کرنا چاہیے کیوں کہ یہی ناجیہ فرقہ ہے۔ عقائد کی درستگی کے بعد فقہی احکام کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے جن کاموں کے کرنے کا شریعت مطہرہ نے حکم دیا ہے ان کی تعمیل کے بغیر چارہ کار نہیں ہے۔''

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۳۴)

امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور اہل سنت:

امام ربانی لکھتے ہیں.

سب عام و خاص کو معلوم ہو چکا ہے کہ جملہ فقہاء مجتہدین اور تمام ان کے مقلدین عامل بقرآن و حدیث ہیں کسی نے کوئی روایت حدیث کی محل اختلاف میں مرجع فرمائی اور اس پر عمل کیا۔ کسی نے دوسری روایت پر عمل کیا مگر سب عامل بقرآن و حدیث ہیں اور سب خلاف قرآن و حدیث کو مردود فرماتے ہیں، پس جملہ محدثین و فقہاء عامل کتاب اللہ تعالیٰ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں اور وہ سب فرقہ ناجیہ و سنت و جماعت سے ہیں کہ حدیث صحیح میں وارد ہو گیا ہے۔ بیان فرقہ ناجی میں کہ جب پوچھا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہ وہ کون ہیں فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ما انا علیہ و اصحابی، الحدیث۔ پس صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریق اور ان کا اتباع راہ نجات ہے اور وہی فرقہ ناجیہ۔ لہٰذا جملہ مجتہدین اور ان کے اتباع اور جملہ محدثین فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت ہو گئے بحکم حدیث صحیح، البتہ جو جہال کہ محدثین مقبولین کو اپنی تقلید کے جوش تعصب میں طعن و تشنیع کرتے ہیں یا جو عامل بحدیث بزعم خود ہو کر فقہاء و مجتہدین راسخین پر سب و شتم کرتے ہیں اور فقہ کے مسائل مستنبطہ عن النصوص کو بنظر حقارت دیکھ کر زشت و زبوں جانتے ہیں وہ لوگ خارج از فرقہ ناجیہ اہل سنت اور متبع ہوئے۔ نفسانی اور داخل گروہ اہل ہوا کے ہیں۔ (سبیل الرشاد ص ۶۱)

## محدث اعظم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ اور اہل سنت:

اہل السنّت والجماعت کا مطلب جیسا کہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے غنیۃ الطالبین میں اور حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے منہاج السنۃ میں تصریح کی ہے۔(اور ان کے حوالے ہماری کتابوں میں درج ہیں) کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کی پیروی اور اتباع کریں وہ اہل السنّت والجماعت ہیں اور امت کے تہتر فرقوں میں سے یہی طبقہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اول سے آخر تک دوزخ سے محفوظ رہے گا۔ اور اسی فرقہ کو الفرقۃ الناجیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ کا مصداق یہی طبقہ ہے۔ اور مَا اَنَا عَلَیْہِ سے سنت کی طرف وَاَصْحَابِیْ سے جماعت صحابہ کی پیروی کی طرف اشارہ ہے۔ علامہ عبدالکریم شہرستانی والمتوفی ۵۴۸ھ اپنی مشہور کتاب الملل والنحل میں یہ مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں کہ

**واخبر النبی ﷺ ستفترق امتی علی ثلاث وسبعین فرقة الناجية منها واحدة والباقون هلكى قيل ومن الناجية قال اهل السنة والجماعة قيل و ما السنة والجماعة قال ما انا عليه اليوم واصحابی.**

(ج ۱ص ۱۳ طبع بیروت)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ عنقریب امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی ایک فرقہ ان میں سے نجات پانے والا ہے اور باقی ہلاک ہونے والے ہیں۔ پوچھا گیا کہ نجات پانے والا کون سا فرقہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل السنّت والجماعت کا۔ پوچھا گیا کہ سنت اور جماعت سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ طریقہ جس پر آج کے دن میں اور میرے صحابہ ہیں۔

اور ما انا علیہ واصحابی کے الفاظ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی مرفوع

روایت میں بھی جو مستدرک ج ا ص ۱۲۹ اور تفسیر در منثور ج ۲ ص ۶۳ وغیرہ میں ہے موجود ہیں۔ اس روایت سے صراحۃً ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ فرقہ ناجیہ صرف اہل السنّت والجماعت کا گروہ ہے اس کے بغیر باقی تمام فرقے ہلاکت کا شکار ہوں گے۔ ہاں یہ تفصیل اپنے محل کی ہے کہ ان میں وہ فرقے بھی ہوں گے جن کا افتراق کفر اور شرک کی حد تک پہنچ چکا ہوگا اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہیں گے اور ان میں وہ بھی ہوں گے جن کا افتراق صرف عملی بدعت اور معصیت تک محدود ہوگا وہ دوزخ میں جائیں گے اور اپنی سزا (جب تک اللہ چاہے گا) بھگت کر بالآخر جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ لیکن ابتدائی مرحلہ میں اپنے دینی افتراق کی وجہ سے دوزخ میں ضرور جائیں گے دوزخ سے اول تا آخر بچنے والا فرقہ صرف فرقہ ناجیہ اور اہل السنّت والجماعت کا طبقہ ہوگا۔

دوسری بات اس حدیث سے صاف طور پر یہ ثابت اور آشکارا ہوئی کہ فرقہ ناجیہ اور اہل السنّت والجماعت میں صرف وہی لوگ شامل اور داخل ہیں جو ہو بہو آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ پر چلیں گے نہ یہ وہ کہ اپنے آپ کو اہل السنّت والجماعت کہلاتے ہوں اور عقیدہ اور عمل میں آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سراسر خلاف عمل پیرا ہوں۔

علمائے دیوبند اکثر اللہ تعالیٰ جماعتہم پر یہ الزام کہ وہ بزرگوں کی توہین کرتے ہیں خالص بہتان سفید جھوٹ اور قطعاً باطل ہے۔ ان جیسا بزرگوں کا قدردان اور کوئی نہیں ہے اور ایسی کوئی صحیح اور مرفوع روایت تو پیش نظر نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ بزرگوں کی توہین کرنے والوں کے چہرے قیامت کے دن سیاہ ہوں گے۔ البتہ یہ بخاری ج ۲ ص ۹۸۳ وغیرہ کی صحیح حدیث سے ثابت ہے جو حدیث قدسی ہے آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ تبارک سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: من

عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب یعنی جس نے میرے کسی ولی (اور نیک بندہ) سے دشمنی کی تو میری طرف سے اسے جنگ کرنے کا اعلان (اور الٹی میٹم) ہے ظاہر امر ہے کہ کون اللہ تعالیٰ سے جنگ کر سکتا ہے؟ اور کس میں اس قادر مطلق کے ساتھ لڑائی کرنے کی سکت اور طاقت ہے۔ ہم اور ہمارے اکابر بزرگان دین سے محبت کو حدیث الحب فی اللہ والبغض فی اللہ (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۷۶) کی روشنی میں افضل الاعمال سمجھتے ہیں اور بزرگان دین سے صحیح عقیدت اور محبت کو المرء مع من احب (بخاری ج ا ص ۵۲۱ و مسلم ج ۲ ص ۳۳۲) کا مصداق تصور کرتے ہیں اور بزرگان دین کے نام لینے کو باعث نزول رحمت خداوندی قرار دیتے ہیں اور ان سے عداوت اور دشمنی کو ضیاع ایمان کا ذریعہ خیال کرتے ہیں بحمد اللہ تعالیٰ ہمارے اکابر میں سے کوئی بزرگ کی توہین کا مرتکب نہیں ہوا اور نہ اس کو جائز سمجھتا ہے خواہ مخواہ ان کی عبارات سے کشید کر کے توہین الزام ان پر عائد کرنا محض تعصب ہے اور نرا دجل ہے۔

اب سنیئے آپ کو بحوالہ یہ بھی بتلا دیا جائے کہ قیامت کے دن چہرے کن لوگوں کے سیاہ ہوں گے؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوہٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوہٌ کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

تبیض وجوہ اھل السنة والجماعة وتسود وجوہ اھل البدع والضلالة. (تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۶۳)

اہل السنّت والجماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت وضلالت کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ان کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں:

**يعنی يوم القيامة حين تبيض وجوه اهل السنة والجماعة وتسود وجوه اهل البدعة والفرقة.**

(تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۳۹۰، تفسیر مظہری ج ۲ ص ۱۲۲)

یعنی قیامت کے دن اہل السنّت والجماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت وافتراق کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع حدیث کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

**تبيض وجوه اهل السنة وتسود وجوه اهل البدع.**

(درمنثور ج ۲ ص ۶۳)

اہل سنت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

اور حضرت ابو سعید (سعد بن مالک بن سنان) الخدری رضی اللہ عنہ مرفوعاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

**تبيض وجوه اهل الجماعة والسنة وتسود وجوه اهل البدع والاهواء.** (درمنثور ج ۲ ص ۶۳)

اہل السنّت والجماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت کے اور ان لوگوں کے جو اپنی خواہشات پر چلتے ہیں چہرے سیاہ ہوں گے۔

اور جواب نمبر ۲ میں آپ بخوبی معلوم کر چکے ہیں کہ **ما انا عليه واصحابی** اور اہل السنّت والجماعت کا مصداق کون سا فرقہ ہے؟ اور کس میں سنت اور جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریق پر چلنے کی علامات پائی جاتی ہیں؟ اور کون اس سے خارج ہے؟ اور جواب نمبر ۳ سے آپ پر یہ بات بھی آشکارا ہوگئی ہے کہ قیامت کے دن

چہرے کن لوگون کے اور کس فرقہ کے سفید ہوں گے؟ اور کس فرقہ اور کن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے؟

## متکلمین، مفسرین، محدثین کے نزدیک اہل السنۃ والجماعت کے مسالک صرف چار ہیں

مولانا محمد علی صدیقی کاندھلوی لکھتے ہیں:

مذہب اہل حدیث ص ۵ پر زیر عنوان ایک مشہور غلط فہمی کا ازالہ لکھا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اہل السنۃ والجماعت صرف چار فرقوں حنبلی، شافعی، مالکی، حنفی میں منحصر ہیں اور جو کوئی ان چاروں کی تقلید سے الگ رہے وہ اہل السنۃ سے خارج ہے یہ بات صریحاً غلط ہے۔ (ص ۵)

غلط ہے یا صحیح یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے لیکن بعض نہیں بلکہ سب ہی یہ کہتے ہیں۔

### ا......الامام حکیم الامت شاہ ولی اللہ کا موقف:

سنئے وہی حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جن سے مولف بزعم خود بڑے زور شور سے تاریخ رواج تقلید نقل کر کے تقلید کرنا ناجائز بتا رہا ہے عقد الجید میں فرماتے ہیں۔

**لیس مذهب فی هذه الازمنة المتاخرة بهذه الصفة الا هذه المذاهب الاربعة اللهم الا مذهب الامامية والزيدية وهم اهل البدعة.** (ص ۲۲)

''ان آخری زمانوں میں اس طرح کا سوائے ان چار مذاہب کے کوئی مذہب نہیں ہے۔ ہاں امامیہ اور زیدیہ مذاہب تو ضرور ہیں مگر وہ اہل بدعت ہیں اہل سنت نہیں ہیں۔''

دیکھ لیجیے حضرت شاہ صاحب فرما رہے ہیں کہ اہل السنّت والجماعت میں مذاہب صرف حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی چار ہیں۔ گویا

سب ایک گود کے پالے ہیں کوئی غیر نہیں
یہ دل کے ٹکڑے ہیں رحمت کے ان میں بیر نہیں

اس سے جیسے یہ پتہ چل گیا کہ اہل حدیث کوئی مذہب نہیں ہے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ خود شاہ صاحب کے زمانہ میں موجودہ فرقہ اہل حدیث بہ ہیئت کذائی موجود نہ تھا۔ اگر ہوتا تو شاہ صاحب صرف چار نہ فرماتے بلکہ پانچویں کی بھی نشان دہی کرتے۔

۲......ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

**لما اندرست المذاهب الحقة الا هذه الاربعة كان اتباعها اتباعا للسواد الاعظم والخروج عنها خروجًا عن السواد الاعظم**

(عقد الجید ۳۳)

''جب مذاہب حقہ ان چار کے سوا مٹ گئے تو ان کی پیروی ہی سواد اعظم کی پیروی ہے اور ان چاروں سے الگ ہونا سواد اعظم سے باہر ہونا ہے۔''

یہاں تو بات ہی کھول دی کہ حقیقت صرف مذاہب اربعہ میں ہے اسی کی پیروی اور ان کے ساتھ وابستگی ہی برحق ہونے کی نشانی اور اس سواد اعظم کی پیروی ہے جس کی پیروی کا حضور ﷺ نے حکم دیا ہے یعنی حق کا وجود مذاہب اربعہ سے باہر نہیں ہے۔ اس کا مفہوم اس کے سوا اور کیا ہے کہ اہل السنّت کے مسالک صرف مذاہب اربعہ ہیں اور ان سے باہر اہل السنّت کا مذہب نہیں ہے اگر مذہب اربعہ کے ساتھ اہل حدیث کوئی مذہبی فرقہ ہوتا تو شاہ صاحب یہ نہ فرماتے کہ برحق ہونا صرف چار میں محدود ہے بلکہ پانچویں کا بھی کچھ نہ کچھ تذکرہ فرماتے اور بقاعدہ محدثین اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب اس فرقہ سے آشنا بھی نہیں ہیں۔

ہر نگہ کرنی ہے نظارے کی مشق

خط کو تیرے خط ریحان بوجھ کر

شاہ صاحب کی یہ تصریحات چمکتے آفتاب کی طرح بول رہی ہیں۔ اور بتا رہی ہیں کہ مذہب اہل السنّت والجماعت میں چار کے سوا کوئی نہیں ہے۔

ابھی تلاش میں سرخی کی ہے یہ افسانہ

ہنوز غیر کا عشرت کدہ ہے غم خانہ

آخر شاہ صاحب اور کیا کہتے جو سننے والوں کو یقین آتا کہہ تو رہے ہیں چار مذاہب کے سوا کوئی نہیں۔

وہ جن کو نہیں ہے فکرِ چمن　　　وہ ننگ چمن ہم سے نہیں

۳..... بیہقی زمان الامام القاضی ثناء اللہ پانی پتی کا بیان:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی ذات گرامی تو آپ کے لیے جانی پہچانی ہوئی ہے کیوں کہ بقول مؤلف وہ تو دو سجدوں کے درمیان والی دعا کو بھی مسنون کہتے ہیں جیسا کہ مؤلف نے خود اس کتابچہ کے ص ۱۹ پر اقرار کیا ہے وہ فرماتے ہیں

**فان اهل السنة قد افترق بعد القرون الثلاثة او الاربعة على اربعة مذاهب ولم يبق مذاهب فى فروع المسائل الا هذه الاربعة.**

(تفسیر مظہری ص ۶۴ ج ۲)

"تین یا چار قرنوں کے بعد اہل السنّت چار مذاہب بن گئے مسائل فرعیہ میں ان چار مذاہب کے سوا اہل السنّت میں کوئی مذہب نہیں ہے۔"

قاضی صاحب فرما رہے ہیں کہ مذاہب اہل السنّت صرف چار ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ چار ہیں بلکہ بتا رہے ہیں کہ ان چار کے سوا اہل السنّت میں پانچواں مذہب کوئی نہیں ہے۔

۴۔ آگے بھی سنیئے فرما رہے ہیں کہ ہر ایسی رائے اور ہر ایسا نظریہ جو ان چار سے الگ تھلگ ہو کر بنایا گیا ہو نہ صرف غلط ہے بلکہ صریحاً باطل ہے فرماتے ہیں

**فقد انعقد الاجماع المرکب علی بطلان قول یخالف کلهم**

(تفسیر مظہری ص ۶۴ ج ۲)

"اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ ہر ایسی بات باطل ہے جو ان چاروں کے مخالف ہو۔"

اگر یہ بات صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے تو پھر تراویح کی تعداد رکعات، جنازے کی تعداد تکبیرات، جمعہ کی دو اذانوں، طلاق ثلاثہ بیک وقت اور بیک زباں اور اس قسم کے دوسرے مسائل جو فرقہ اہل حدیث میں مذاہب اربعہ کے خلاف ہیں نظر ثانی کے محتاج ہیں۔ قاضی صاحب نے جو کچھ فرمایا ہے کہ مذاہب اربعہ سے باہر سب کچھ غلط ہے اس کی وجہ بھی قاضی صاحب کی زبانی سن لیجیے اور بتایئے کہ قاضی صاحب کی یہ بات بھی بین السجدتین والی دعا کے کچھ ہم وزن ہے کہ نہیں؟ فرماتے ہیں:

۵...... **قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یجتمع امتی علی الضلالة وقال الله تعالٰی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی ونصله جهنم وساء ت مصیرا.** (تفسیر مظہری ص ۶۴ ج ۲)

"حضور ﷺ نے فرمایا ہے میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی اور فرمایا اللہ سبحانہ نے جو پیروی کرتا ہے مومنوں کے راستہ کے علاوہ کی تو ہم حوالے کریں گے اس کو وہی جو اس نے اختیار کی اور ڈالیں گے ہم اس کو دوزخ میں اور وہ بری جگہ ہے۔"

انصاف فرمایئے کہ کیا قاضی صاحب کی یہ بات صریحاً غلط ہے؟

نے مجالِ شکوہ ہے، نے طاقت گفتار ہے
زندگانی کیا ہے، اک طوق گلو افشار ہے

### ۶......شاہ عبدالعزیز صاحب کا گرامی قدر فتویٰ:

شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز تو کسی کے لیے محتاج تعارف نہیں ہیں، وہ ہی جن کا شاہی فرمان مؤلف نے سرورق لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں:

**اما مذاهب مختلفه اهل السنة والجماعة مثل اشعريه وما تريديه در عقائد ومثل حنفي، شافعي، مالكي و حنبلي در فقيهات. ومثل قادري چشتي نقشبندي، سهروردي در سلوك ايں همه را فقير برحق ميداند.** (فتاویٰ عزیزی ص۴۷ ج۲)

''اہل السنۃ والجماعت عقائد میں اشعری اور ماتریدی، فقیہات میں حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی سلوک وتصوف میں قادری چشتی نقشبندی اور سہروردی فقیران سب کو برحق جانتا ہے۔''

بتایا جائے کیا حضرت شاہ صاحب نے اہل السنّت کے نام پر مذاہب اربعہ شافعی، مالکی، حنفی اور حنبلی کی تعیین میں اور پانچویں کا نام نہ لینے میں صریح غلطی کی ہے؟ شاہ صاحب نے کھلے لفظوں میں بتادیا ہے کہ اہل السنۃ میں مذاہب چار ہیں۔ ان سے باہر کوئی اہل السنۃ کا مذہب نہیں ہے۔ اہل السنۃ میں اہل کلام، اہل اصول، اہل حدیث، اہل معانی، اہل تصوف، اہل تفسیر، اہل فقہ اور اہل تجوید کے نام ہے جن کو پکارا جاتا ہے یہ فنی مدارس اور طبقات علمی ہیں۔ مذاہب اور مسالک نہیں ہیں۔ ان فنون کی خدمت گاری اور فن کاری سے اہل السنۃ میں متکلمین، اصولیین، محدثین، ادباء، صوفیاء، مفسرین، فقہاء اور قراء ہوئے ہیں۔ اور اسی علمی عظمت کی وجہ سے اہل السنۃ سواد اعظم ہیں۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

(مظہر جان جاناں)

۷...... حضرت مولانا علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا زریں فیصلہ

یہ اللہ سبحانہ کا فضل واحسان ہے کہ مسلک عمل اور شاہراہ کردار کی حیثیت سے اہل السنۃ والجماعت کے نام پر صرف چار اماموں ہی کو قبولیت حاصل ہے۔

حضرت مولانا عبدالحیٔ مرحوم تو مؤلف کے مکتب فکر میں بھی جانے پہچانے ہیں کیوں کہ مسائل کی بحث میں مولف نے بھی اس رسالہ میں مولانا کا سہارا لیا ہے۔ ان کا کہنا تو یقیناً غلط نہیں ہوسکتا۔ لیجیے سن لیجیے، فرماتے ہیں:

**فيه اشارة الى ان انحصار المسالك فى المذاهب الاربعة فى الازمنة المتاخرة امر الهى وفضل ربانى لا يحتاج الى اقامة الدليل عليه.** (غیث الغمام ص ۵)

''اس میں اشارہ ہے مسالک عمل صرف چار مذہبوں میں منحصر ہیں اور یہ ایک ایسا امر الٰہی اور فضل ربانی ہے کہ ثبوت میں دلیل سے بھی بے نیاز ہے۔''

مولانا کی ذات خود ان کے یہاں بھی محقق ہے یقیناً ان کی اس بات سے ہر انصاف پسند طبیعت کو اتفاق ہونا چاہیے کہ مذاہب صرف چار ہیں۔ اہل السنۃ میں پانچواں مذہب کوئی نہیں ہے۔

یہ باغ کھائی کس کی نظر نہیں معلوم!!!
نہ جانے کس نے رکھا یاں قدم وہ کون تھا شوم

آیئے لگے ہاتھ مولانا ہی کی زبان سے کچھ اور بھی سن لیجیے یعنی مولانا نے صرف یہی نہیں فرمایا کہ مذاہب صرف چار ہیں بلکہ ان ہی مولانا عبدالحیٔ کے زمانہ میں موجودہ فرقہ اہل حدیث منصۂ وجود پر آچکا تھا۔ بلکہ بہ ہیئت کذائی سرکاری طور پر نام بھی باقاعدہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے ترقی کر کے اہل حدیث رجسٹرڈ ہو گیا تھا۔

۸......حضرت مولانا عبدالحیٔ مرحوم الآثار المرفوعہ میں غیر مقلدین کے متعلق لکھتے ہیں:

**اخوانهم الاصاغر المشهورين بغير المقلدين الذين سموا انفسهم باهل الحديث وشتان ما بينهم وبين اهل الحديث (ص۲۴۸)**

''ان کے چھوٹے بھائی یعنی وہ جو غیر مقلدین ہیں جو اپنے کو اہل حدیث کہتے ہیں حالانکہ ان میں اور محدثین میں بہت بڑا فرق ہے۔

۹......علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نفع المفتی و السائل میں اپنے کو حنفی لکھنے کی وجہ بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

کہ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی نسبتیں متقدمین اور متاخرین سب میں رائج رہی ہیں۔ بلکہ محدثین اور مورخین نے ان کو اپنایا ہے۔

اصل عربی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

**وهذه النسب وامثالها قد شاعت في المتقدمين والمتأخرين وسطرت في زبر المؤرخين والمحدثين من غير مكبر و امترار. (ص۳)**

(ماخوذ مذہب اہل سنت از مولانا محمد علی صدیقی کاندھلوی، صدر دار العلوم الشہابیہ سیالکوٹ ترمیم واضافہ کے ساتھ)

# ایک شبہ اور اس کا ازالہ

غیر مقلدین حضرات اپنے آپ کو اہل حدیث ثابت کرنے کے لیے قرآن اور حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں بلکہ جہاں بھی انہیں لفظ حدیث نظر آتا ہے کہتے ہیں کہ یہاں سے ہمارا موجودہ فرقہ اہل حدیث ہی مراد ہے۔ اس لیے ہم یہاں پر اہل حدیث کا صحیح معنی اور مفہوم بیان کرتے ہیں۔

## اہل حدیث کا صحیح مفہوم:

اہل حدیث سے مراد سلف صالحین کی اصطلاح میں ہر اس شخص کو کہا گیا ہے جس نے فن حدیث کی کسی درجہ میں خدمت کی ہو۔ احادیث کے جمع و ترتیب کا کام کیا یا ان کی روایت سے بہرہ ور ہوا ہو یا ان کے اسناد اور متون کا عالم ہو یا ان کے راویوں کے نام اور پتے جانتا ہو اور ان پر جرح و تعدیل جانچ پڑتال کا عالم ہو مذہباً وہ حنفی و مالکی شافعی و حنبلی ہو خواہ معتزلی یا اہل تشیع سے کیوں نہ ہو یہ سب اہل حدیث گروہ میں داخل ہیں۔

علامہ عبداللہ بن حسین خاطر السمین ارشاد فرماتے ہیں

قیل لمن یشتغل بالتواریخ وما شاکلها الاخباری وللمشتغل بالسنة النبویة المحدث. (لفظ الدرر حاشیہ بشرح متن نخبۃ الفکر ص ۴)

"جو شخص تواریخ اور اس کے مشابہ سے شغل رکھنے والا ہے اس کو اخباری کہا گیا ہے اور جو سنت نبویہ کے ساتھ شغل رکھنے والا ہو اس کو محدث کہا گیا ہے۔"

مذکورہ عبارت سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ جو شخص فن تاریخ کی خدمت کرتا ہے مثلاً تاریخی واقعات کی چھان بین کرتا ہے اس کو اخباری کہا جائے گا اور جو شخص فنِ حدیث کی خدمت کرتا ہے۔ احادیث کا جمع کرنا، حفظ کرنا، ترتیب دینا اور احادیث کے راویوں کی جانچ پڑتال کرنا اور احادیث کی روایت و درایت میں شغل رکھنے والے کو محدث کہا گیا جائے گا۔

اور علامہ عراقی فرماتے ہیں:

فهو من اشتغل روایته ودرایته وصح رواة واطلع علی کثیر من الرواة والروایات فی عصر وتمیز فی ذالك الضیته الحدیث.

(ص ۱۲ مقدمہ)

"محدث وہ ہے جس نے احادیث کی روایت کرنے اور ان کی درایت فہم

احادیث میں شغل رکھتا ہواوران کو جمع کیااور بہت راویوں اور روایات پر اطلاع رکھنے والا ہواور احادیث کے ضعیف اور صحیح میں تمیز کرنے والا ہو۔

محدث بمعنی اہل حدیث:

مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں:

بعض جگہ تو ان کا ذکر لفظ اہل حدیث سے ہوا اور بعض جگہ اصحاب الحدیث سے بعض جگہ اہل اثر کے نام سے اور بعض جگہ محدثین کے نام سے مرجع ہر لقب کا یہی ہے۔(تاریخ اہل حدیث ص ۱۲۸)

واضح ہوا کہ جو شخص فن حدیث کی کسی قسم کی بھی خدمت کرے گا وہ اہل حدیث کہلائے گا خواہ اس کو محدث یا اصحاب حدیث یا اہل اثر کہو سب کا مفہوم ایک ہی ہو گا۔

اہل حدیث کے مراتب:

صاحب لقط الدرر لکھتے ہیں:

**عن المناوی ان لاهل الحديث مراتب اولها الطالب وهو المبتدی ثم المحدث وهو من يحتمل الحديث ويعتنى به رواية ودراية ثم الحافظ وهو حفظ مائة الف حديثًا متنًا و اسنادًا ولو بطرق متعددة ودعى مايحتاج اليه ثم الحجة وهو من احاط بثلاث مائة الف حديث ثم الحاكم وهو من احاط عمله بجميع الاحاديث المروية متنًا واسنادًا وجرحًا وتعديلاً و تاريخًا كما قاله جمع من المحققين.**

(لقط الدرر ص ۵)

واصول الحدیث مصنفہ الدکتور محمد عجاج الخطیب ص ۴۴۸ پر اسی کے قریب مذکور ہے۔

''علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل حدیث کے کئی مرتبے ہیں نمبر (۱) طالب جو ابھی مبتدی ہو۔ (۲) اور محدث وہ ہے جو حدیث نقل کرے اور اس کی روایت و درایت (فہم وفقہ) کا اہتمام بھی کرے۔ (۳) حافظ وہ ہے جو ایک لاکھ احادیث کو متناً واسناداً حفظ کرے اگر چہ متعدد طریق سے ہو۔ (۴) اور حجت وہ جو تین لاکھ احادیث کو جاننے والا ہو۔ (۵) اور حاکم وہ ہے جو تمام احادیث مرویہ کے متون اور ان کے اسناد اور ان کی جرح و تعدیل اور ان کی تواریخ سب کو جاننے والا ہو۔''

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ اہل حدیث کے مراتب پانچ ہیں اور ہر ایک کی تعریف بھی واضح ہوگئی۔ یہی محدثین کی اصطلاح میں اہل حدیث ہیں۔

اور علامہ عراقی فرماتے ہیں:

**المحدث في عرف المحدثين من يكون كتب وقرأ وسمع وعني ورحل الى المدائن والقرى وحصل اصولاً من متون الاحاديث وفروعًا من كتب الاسانيد والعلل والتواريخ التي تقرب من الف تصنيف انتهى وكانه تعريف المنتهى.** '' (لقط الدرر ص ۵)

''محدثین کے عرف میں محدث وہ ہوتا ہے جو احادیث کو تحریر کرے اور ان کو پڑھے اور سنے اور یاد کرے اور ان کے حاصل کرنے کے لیے شہروں اور قصبوں میں سفر بھی کرے اور احادیث کے متون سے اصول حاصل کرے کتب اسانید اور علل اور تواریخ سے فروع حاصل کرے جو کہ ایک ہزار کے قریب ان کی تصنیف ہوں گویا کہ یہ ان اہل حدیثوں کی تعریف ہے جو انتہائی درجہ کے ہیں۔''

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**ونحن لانعني باهل حديث المقتصرين على سماعه او كتابه او روايته بل نعني بهم كل من كان احق بحفظ ومعرفة وفهمه ظاهرًا و**

باطنًا واتباعه باطنًا مظاهرًا و كذالك اهل القرآن

(نقض المنطق ص ۸۱ طبع القاہرہ از طائفہ منصورہ)

"امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل حدیث سے وہ لوگ مراد نہیں جو صرف احادیث کے سننے اور لکھنے اور روایت کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ بلکہ اہل حدیث سے ہماری مراد وہ لوگ ہیں جو کہ احادیث کے حفظ اور ان کی معرفت اور فہم (فقہ حدیث) کا ظاہر اور باطن کا حق رکھتے ہوں اور ان کی اتباع مکمل کرتے ہوں۔ جیسے کے اہل قرآن سے مراد وہی لوگ ہیں جو کما حقہ اس کو سمجھتے اور اس پر عمل کرتے ہوں۔"

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ان اہل حدیث کا حال بیان فرما رہے ہیں جو کہ آخری درجہ کے اہل حدیث ہیں۔

علامہ حافظ محمد بن ابراہیم الوزیر المتوفی ۸۴۰ھ فرماتے ہیں:

**او من المعلوم ان اهل حديث اسم لمن عنى به وانقطع فى طلبه الى ان قال فهولاء هم اهل الحديث من اى مذهب.**

(الروض الباسم ج ۱ ص ۱۲۲ طبع مصری)

"کیوں کہ یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ اہل حدیث ہر اس شخص کا نام ہے جس نے تحصیل حدیث کا اہتمام کیا اور اس کی طلب میں یکسو ہو گیا (پھر فرمایا کہ) پس یہ حضرات اہل حدیث ہیں جس مذہب سے بھی ان کا تعلق ہو۔

اس سے آشکارا ہو گیا کہ اہل حدیث ہر وہ شخص ہے جس نے تحصیل اور طلب حدیث کا اہتمام کیا ہو اور حدیث کے لیے سعی اور کاوش کی ہو عام اس سے کہ وہ حنفی ہو یا مالکی یا شافعی یا حنبلی وہ اہل حدیث ہے۔

خلاصہ کلام:

تمام ائمہ حدیث و محدثین کی جماعت فن حدیث کی خدمت کی وجہ سے ان کا نام

اہل حدیث اور اصحاب حدیث مشہور ہوا نہ یہ کہ اہل حدیث کی ایک مسلک و مذہب کے قائل تھے بلکہ مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے کے باوجود حدیث کے فن کی خدمت کرنے کی وجہ سے ان کا نام اہل حدیث اور محدث مشہور ہوا۔

یہی وجہ ہے کہ اسماء الرجال کی کتب میں جہاں راویوں کی چھان بین کی گئی ہے وہاں تقریباً ہر ایک راوی کے مسلک اور مذہب کی بھی نشان دہی کی گئی ہے۔

اس طرح ابو عبد اسماعیل بن علی السمان الحافظ محدث اور اہل حدیث تھے اور معتزلہ بھی تھے۔ (تذکرہ ج ۲ ص ۳۰۰)

اور امام اعظم رحمۃ اللہ کبار حفاظ حدیث تھے۔ (تانیب الخطیب ص ۱۳۰۔ ۱۵۶، حماد بن زید نے امام اعظم سے کثیر احادیث روایت کی ہیں) الانتقاء

اور حماد بن ابی سلیمان، ابو یوسف اور امام محمد بن حسن وقدیر بن جعفر سب حنفی المذہب تھے لیکن علامہ عبدالکریم شہرستانی فرماتے ہیں۔ **ھو لاء کلھم ائمة الحدیث** یعنی یہ سب ائمہ حدیث تھے۔ (الملل والنحل ص ۱۳۰)

اور امام زفر اور داؤد طائی وقاسم بن معن، علی بن سہر، عافیہ بن یزید، اسد بن عمرو اور صبان بن علی امام لیث بن سعد، امام عبداللہ بن المبارک ومندل بن علی، جریر بن عبدالحمید، حفص بن غیاث۔

وکیع بن جراح اور امام یحییٰ بن سعید القطان، امام ابو عاصم النبیل، امام مکی بن ابراہیم یہ امام بخاری کے استاد بھی ہیں، امام ابوالحسن العبدی، امام یحییٰ بن معین، امام ابوالبشر اسدی امام ابوبکر الجاوردی باوجود حنفی ہونے کے اہل حدیث تھے۔

اور تاریخ اہل حدیث المعروف سراج محمدی مصنفہ مولوی محمد جونا گڑھی ص ۳ پر فرماتے ہیں کہ ائمہ اربعہ اہل حدیث تھے۔

اور امام طحاوی اہل حدیث محدث تھے اور حنفی المذہب تھے چنانچہ تذکرہ ومیزان

الاعتدال وتہذیب التہذیب لسان المیزان، الجواہر المضیہ وبغدادی ملاحظہ فرمائیں مذکورہ بالا حوالہ جات آپ کو نظر آئیں گے۔

## روئے زمین پر پہلا دارالحدیث ایک حنفی المذہب نے تعمیر کیا تھا اور اس کے لیے کثیر کتب خرید کر وقف کر دیں تھیں

صاحب جواہر المضیہ لکھتے ہیں:

وهو أول من بنى دار الحديث على وجه الارض وقف كتبا كثيرا

(جواہر المضیہ ص ۱۵۸)

اور البدایہ والنہایہ ج ۱۲ ص ۲۸۱ پر علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وقد ابتنى دارا لاستماع الحديث واسماعه

''ابو قاسم نورالدین (یہ حنفی محدث ہیں) نے حدیث کے سننے اور سنانے کے لیے ایک گھر تعمیر کیا تھا۔''

اور امام ابوالطیب، امام احمد بن رحیم بن خلیل، قاضی ابوالطاہر الزہلی، امام ابومحمد المعروف بالعسال، امام ابومحمد المعروف بابن التبان وغیرہم اہل حدیث اور محدث تھے اور امام مالک کے مقلدین سے تھے۔

ملاحظہ ہو تذکرہ، تاریخ بغداد وغیرہ۔

اور امام المرادی، امام عبدان بن محمد، امام ابوعوانہ، امام ابن الزیاد، امام محمد بن یوسف بن بشیر، امام ابوبکر الشافعی، امام ابوالنصر وغیرہم سب اہل حدیث اور محدث تھے اور امام شافعی کے مقلدین میں سے تھے۔

ملاحظہ فرمایئے تذکرہ تہذیب التہذیب، طبقات سبکی مقدمہ تحفہ الاحوذی اور التعلیقات السنیہ وطائفہ منصورہ وغیرہ۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی شافعی المذہب تھے۔

امام ولی اللہ شاہ صاحب فرماتے ہیں:

ومن هذا القبيل محمد بن اسماعيل البخاری فانه معدود فی طبقات شافعيه وعن ذکره تاج الدين السبکی. (الانصاف ص ۲۸)

دوسرا حوالہ، جس سے واضح ہوتا ہے کہ امام بخاری امام شافعی کے مقلدین میں تھے۔

حافظ ابن حجر نقل کرتے ہیں:

ان البخاری فی جميع مايورده من تفسير الغريب انما ينقله عن اهل ذلك الفن کابی عبيد والنضر بن شهيل والفراء وغيرهم واما المباحث الفقهية فغالبها مستمدة له من الشافعی.

(فتح الباری ج ۱ ص ۱۹۵)

امام بخاری تفسیر غریب میں ابوعبید وغیرہ کے مقلد تھے اور فقہ کے مسائل میں امام شافعی کے مقلد تھے۔

امام نسائی بھی شافعی تھے۔

کان الشافعی المذهب اکمال یعنی امام نسائی شافعی المذہب تے اور نواب صدیق حسن صاحب فرماتے ہیں کہ امام نسائی شافعی المذہب تھے۔

(ابجد العلوم ص ۸۱۰ از طائفہ منصورہ)

امام بیہقی بھی شافعی المذہب تھے۔

ما من شافعی الا والشافعی عليه منته الا ابوبکر البيهقی فان له المنة علی الشافعی لتصانيفه لنصرة مذهبة. (تذکرۃ ج ۳ ص ۳۱۰)

''کوئی شافعی المذہب ایسا نہیں جس پر امام شافعی کا احسان نہ ہو ہاں ابوبکر بیہقی کیوں کہ ان کا امام شافعی پر احسان ہے کیوں نہ انہوں نے امام شافعی کے مذہب کی

نصرۃ میں کتابیں لکھی ہیں۔"

امام ترمذی بھی شافعی المذہب تھے۔

امام حاکم فرماتے ہیں کہ امام ترمذی شافعی المذہب تھے۔

(فیض الباری ص ۵۸۰ از طائفہ منصورہ)

امام ابن ماجہ بھی شافعی المذہب تھے۔

اور الخلال، الاثرم، حمدان النجار، ابن ناصر بن الجوزی المقدسی، ابن الحصری، شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہم یہ سب امام احمد بن حنبل کے مقلد تھے اور اہل حدیث و محدثین تھے ملاحظہ ہو۔

تذکرہ، تاریخ بغداد، لسان المیزان، فتاویٰ ابن تیمیہ (طائفہ منصورہ)

بعض دیگر ائمہ کرام کے مقلدین جو کہ اہل حدیث تھے، علی بن احمد، امام ابن خزیمہ کے مقلد تھے اور اہل حدیث بھی تھے نہروانی۔ باوجود محمد بن جریر کے مقلد تھے اور اہل حدیث تھے، دحیم باجود امام الاوزاعی کے مقلد ہونے کے اہل حدیث تھے، اس طرح محمد بن موسیٰ اور ابو بکر الداوردی امام داؤد بن علی کے مقلد تھے اور اہل حدیث بھی تھے۔

(ماخوذ اصلی اہل حدیث از حکیم رحمت اللہ ربانی ترمیم واضافہ کے ساتھ)

## حقیقی اہل حدیث کی پہچان کے لیے دو مثالیں

حافظ محمد لطیف صاحب لکھتے ہیں:

حقیقی اہل حدیث محدثین کا ایک مشہور طبقہ ہے۔ جس کا وجود بھی ملتا ہے لیکن یہ لوگ کون تھے، کس قسم کے لوگوں کو اہل حدیث کہا جاتا تھا، اس کے جواب میں غور کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ علم حدیث کے ماہرین کی ایک جماعت ہوتی تھی جو کہ اپنے آپ کو اہل حدیث نہیں کہتی تھی لیکن دوسرے لوگ ان کو حدیث میں مطلوبہ علم

حاصل کرنے کی وجہ سے اہل حدیث کہتے تھے۔اور یہ طبقہ ماہرین علم حدیث کا ہوتا تھا۔جس کے پاس یہ علم نہیں ہوتا تھا وہ اہل حدیث بھی نہیں کہلایا جاتا تھا اگر چہ وہ قرآن وحدیث کو ماننے والا ہوتا تھا کیوں کہ قرآن وحدیث کو ماننا اور چیز ہے اور علم حدیث میں مہارت حاصل کرنا اور چیز ہے دونوں میں بڑا فرق ہے۔جس کو سمجھنے کی بڑی سخت ضرورت ہے۔

میں ذیل میں ایک دو مثال دیتا ہوں، جس سے یہ فرق سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

پہلی مثال:

ترمذی شریف جو صحاح ستہ کی مشہور حدیث کی کتاب ہے کے حوالے سے اپنے موقف کی وضاحت آپ کے سامنے لانا چاہتا ہوں یہ حوالے ترمذی شریف میں صفحہ نمبر ۱۸ پر ابواب الطہارۃ میں موجود ہیں۔

قَالَ أَبُو عِيسَى حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ هُوَ ابْنُ يَعْقُوبَ الْجُهَنِيُّ وَهُوَ ثِقَةٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ.

''کہا ابو عیسیٰ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن اور صحیح ہے اور علاء بن عبد الرحمٰن وہ یعقوب جہنی کا بیٹا ہے اور وہ اہل حدیث کے نزدیک معتبر ہے۔''

دوسری مثال:

قَالَ أَبُو عِيسَى حَدِيثُ عَائِشَةَ لَيْسَ بِالْقَائِمِ وَلَا يَصِحُّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْبَابِ شَيْءٌ وَأَبُو مُعَاذٍ يَقُولُونَ هُوَ سُلَيْمَانُ بْنُ أَرْقَمَ وَهُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ.

''کہا ابو عیسیٰ نے حدیث عائشہ کی قائم نہیں ہے اور نبی علیہ السلام سے اس باب میں کوئی چیز صحیح نہیں ہے۔اور ابو معاذ کہتے ہیں وہ سلیمان بن ارقم ہے اور وہ اہل حدیث کے نزدیک کمزور ہے۔''

آیئے اب ہم ان دونوں حوالوں میں غور کرتے ہیں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ تیسری صدی کے بزرگ ہیں اور اپنی حدیث کی کتاب میں اہل حدیث طبقہ کا ذکر کر رہے ہیں گویا یہ طبقہ ان کے زمانے میں ان سے پہلے اور بعد میں موجود تھا لیکن اس طبقے کی پہچان کے لیے مذکورہ حوالوں میں غور کرنے کی ضرورت ہے تاکہ یہ پتہ چل جائے کہ اہل حدیث سے مراد کون لوگ ہیں۔ پہلے حوالے میں غور کریں امام صاحب ایک راوی کے بارے میں عرض کر رہے ہیں کہ وہ اہل حدیث کے نزدیک معتبر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اہل حدیث طبقہ نے (جو کہ حدیث کے علم کا ماہر ہے) اس راوی کے بارے میں اس کے ذاتی کردار کے حوالے سے تحقیق کی ہے اور اس کو معتبر پایا اس میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو کہ حدیث کی صحت پر اثر ڈالے یہ وضاحت صاف بتا رہی ہے کہ اہل حدیث طبقہ ایک مخصوص علمی طبقہ تھا۔ اسی طرح اگر دوسرے حوالے میں غور کیا جائے تو اس میں بھی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک راوی کے متعلق بیان کیا ہے کہ وہ اہل حدیث کے ہاں ضعیف یعنی کمزور ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ طبقہ جو حدیث کے راویوں کے حالات کی تحقیق کرتا ہے جس کو اصطلاح میں اہل حدیث کہتے تھے۔ اس نے اس راوی پر اعتراض کیا ہے جس کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف یعنی کمزور ہو گئی ہے۔

حدیث کی کتاب کے مذکورہ حوالے اہل حدیث کہلوانے کے لیے واضح طور پر ایک انتہائی قسم کا صاف معیار دے رہے ہیں جو اس معیار پر پورا اترے گا۔ وہی اہل حدیث ہوگا اور جو اس معیار پر پورا نہیں اترے گا وہ اہل حدیث بھی نہیں ہوگا خواہ وہ کتنی ہی خوبیوں کا مالک ہو۔ نمازی، تہجد گزار، نیک، متقی اور پرہیز گار ہو، قرآن و حدیث کا ماننے والا ہو۔ اوران پر عمل کرنے والا ہو۔ ہر وقت قرآن وحدیث کی باتیں کرتا ہو، فقہ کو مانتا ہو یا نہ مانتا ہو، تقلید کرتا ہو یا نہ کرتا ہو، رفع یدین کرتا ہو یا نہ کرتا ہو، آمین بالجہر کا قائل ہو یا نہ ہو، فاتحہ خلف الامام کے بارے میں اس کا موقف کچھ بھی

ہو۔اماموں کی تقلید کے بارے میں اس کا موقف خواہ کچھ بھی ہوان سب کاموں کا تعلق اہل حدیث کہلوانے کے ساتھ بالکل نہیں ہے کیوں کہ ترمذی شریف کی عبارت محدود قسم کے لوگوں کو اہل حدیث تسلیم کرتی ہے۔

حدیث کے ماہرین اب بھی ہیں اور قیامت تک رہیں گے لیکن آج کل حدیث کے ماہرین کو استاذ الحدیث، شیخ الحدیث اور محدث، امام فن اسماء الرجال وغیرہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔اب ان لوگوں کو اہل حدیث کہا ہی نہیں جاتا۔موجودہ زمانے میں اہل حدیث فرقے کے حضرات خود بھی اس قسم کے لوگوں کو شیخ الحدیث کہتے ہیں۔ حدیث کا ماہر ہونے کی وجہ سے اہل حدیث کہتے ہی نہیں ہیں۔ثابت ہوا اہل حدیث طبقہ اپنے کام کے لحاظ سے تو اب بھی موجود ہے مگر نام کے لحاظ سے ختم ہو گیا ہے، اہل حدیث کی اصطلاح ختم ہو کر اب شیخ الحدیث وغیرہ میں تبدیل ہو گئی ہے۔گویا اہل حدیثوں کا پرانا طبقہ ہمارے ہاں اب شیخ الحدیث وغیرہ کے نام سے موجود ہے۔

# امام ابو حنیفہؒ

پر

# اعتراضات کے جوابات

مرتب

پیرجی سید مشتاق علی شاہ

ناشر

پیرجی کتب خانہ ۸ گوبند گڑھ کالج روڈ گوجرانوالہ

# حقائق الفقہ

بجواب

# حقیقۃ الفقہ

مرتب

پیر جی سید مشتاق علی شاہ

اس کتاب میں غیر مقلدین کی مشہور کتاب "حقیقۃ الفقہ" تالیف مولانا محمد یوسف جے پوری کا جواب دیا گیا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و فقہ حنفی کے بعض مسائل پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔


ناشر

پیر جی کتب خانہ ۸ گوبند گڑھ کالج روڈ گوجرانوالہ

# آفتابِ محمدی

بجواب

# شمعِ محمدی

مرتب

پیر جی سید مشتاق علی شاہ

اس کتاب میں مشہور غیر مقلد عالم مولانا محمد بن ابراہیم میمن جونا گڑھی کی کتاب شمع محمدی کا جواب دیا گیا ہے نیز انہوں نے فقہ اور حدیث کا جو مصنوعی تضاد شمع محمدی میں بنایا تھا اس کا مدلل جواب اس کتاب میں آ گیا ہے اور ساتھ ساتھ جونا گڑھی کے علاوہ اس موضوع پر غیر مقلدین کی جتنی کتابیں بھی احقر کو مل سکیں سب کا جائزہ پیش کیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ فقہ حنفی کا کوئی بھی مستند مسئلہ قرآن وحدیث کے خلاف نہیں ہے۔

ناشر

پیر جی کتب خانہ ۸ گوبند گڑھ کالج روڈ گوجرانوالہ

# دلائل احناف

اس رسالہ میں ایسے پچاس مسائل کی احادیث جمع کی گئی ہیں جن کے بارے میں غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ یہ مسائل احادیث کے صریح خلاف ہیں

سید مشتاق علی

پیر جی کتب خانہ محلّہ گوبند گڑھ گلی نمبر ۸ کالج روڈ گوجرانوالہ

# فہرست مضامین


| عنوان | صفحہ | عنوان | صفحہ |
|---|---|---|---|
| بلی کا جوٹھا مکروہ ہے | 4 | امامت کے لائق وہ شخص ہے جو زیادہ علم والا ہو | 19 |
| درندے کا جوٹھا ناپاک ہے | 5 | نماز میں ہاتھ کے ساتھ اشارہ کرنا | 20 |
| گدھے کا جوٹھا مشکوک ہے | 7 | خطبہ جمعہ کے دوران تحیۃ المسجد جائز نہیں | 21 |
| حلال جانوروں کا پیشاب ناپاک ہے | 8 | تکبیرات عیدین | 21 |
| اذان میں ترجیع | 10 | فجر کی نماز اجالے میں پڑھنا | 22 |
| اکہری اقامت | 11 | مسجد کو سیمنٹ اور سونے کے پانی سے نقش کرنا | 22 |
| پیشاب پاخانہ کے وقت قبلے کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا | 12 | خطبہ جمعہ کے دوران کلام اور نماز جائز نہیں | 23 |
| تکبیر اللہ اکبر کے ساتھ کہنی چاہیے | 13 | مرد اور عورت کا جنازہ پڑھانے والا میت کے سینے کے برابر کھڑا ہو | 25 |
| نابالغ لڑکے کی امامت جائز نہیں | 13 | شہید کا جنازہ پڑھا جائے | 26 |
| فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کے پیچھے نماز نہ پڑھے | 14 | اونٹوں کی زکوٰۃ کا طریقہ | 27 |
| سجدہ میں دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں کا زمین پر رکھنا | 15 | گھوڑوں کی زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے | 28 |
| نماز میں بھول کر کلام کرنا | 15 | صدقہ فطر کی مقدار | 28 |
| نماز میں مسلسل تین قدم چلنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے | 17 | | |

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| صدقہ فطر صاحب نصاب پر واجب ہے | 29 |
| شک کے دن نفلی روزہ رکھنا | 29 |
| نفلی نماز، روزہ اگر شروع کرکے توڑ لے تو قضا کرے | 31 |
| احرام کی حالت میں مرنے والے کا سر ڈھانپنا | 31 |
| قارن دو طواف کرے اور دو سعی کرے | 32 |
| ذمی کافر کا مسجد میں داخلہ | 32 |
| حالت احرام میں نکاح کرنا جائز ہے | 33 |
| حالت احرام میں عورت زعفران سے رنگا ہو کپڑا نہ پہنے | 35 |
| بجو کا گوشت کھانا حرام ہے | 36 |
| کسی لونڈی نے اپنے آقا کی اجازت سے نکاح کیا پھر آقا نے اسے آزاد کردیا تو اسے نکاح توڑ دینے کا اختیار ہے | 36 |
| عمرہ کرنا مستحب ہے | 37 |
| مردے کے ذمہ اگر فرض حج رہتا ہو تو اس کے ورثا پر قضا کرنا مستحب ہے | 37 |
| نکاح میں کفو کا اعتبار | 38 |
| زبردستی کی طلاق واقع ہو جاتی ہے | 38 |
| طلاق کو نکاح کے ساتھ معلق کرنا | 39 |
| ایک حیوان کو دو حیوانوں کے بدلہ بیچنا | 40 |
| مسلمان کو کافر ذمی کے بدلے قتل کرنا | 41 |
| گوہ کھانا مکروہ ہے | 42 |
| ناخن اور دانت سے ذبح کرنا | 43 |
| قصاص صرف تلوار سے ہی لیا جائے | 43 |
| مسلمان اور ذمی کی دیت برابر ہے | 44 |
| کسی کے گھر میں جھانکنے والے کی اگر غلطی سے آنکھ پھوڑ دے تو دیت دے | 44 |
| استنجا کے لیے جتنے مرضی ڈھیلے استعمال کرے کوئی عدد سنت نہیں | 45 |
| نماز شکرانہ یا سجدہ شکر | 47 |
| ظہر کا آخر وقت دو مثل پر ہوتا ہے | 47 |

# بلی کا جوٹھا مکروہ ہے

حدیث نمبر۱:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُغْسَلُ الإِنَاءُ إِذَا وَلَغَ فِيهِ الكَلْبُ سَبْعَ مَرَّاتٍ أُولاهُنَّ أَوْ أُخْرَاهُنَّ بِالتُّرَابِ، وَإِذَا وَلَغَتْ فِيهِ الهِرَّةُ غُسِلَ مَرَّةً.

روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دھویا جاوے برتن جب منہ ڈال دے اس میں کتا سات مرتبہ اول مرتبہ یا آخر مرتبہ مٹی سے مل کر اور جب بلی منہ ڈال دے تو ایک بار۔

(ترمذی مترجم جلد اول ص ۸۰ مطبوعہ محمد علی کارخانہ اسلامی کتب خان محل دستگیر کالونی کراچی نمبر ۳۸ مترجم علامہ بدیع الزمان غیر مقلد)

تشریح:

اس حدیث میں کتا کا جوٹھا اور بلی کے جوٹھے کا حکم بیان ہوا ہے۔ ہمارا استدلال بلی کے جوٹھے سے ہے کتے کے جوٹھے کا حکم اپنی جگہ پر بیان ہوگا وہاں پر ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر۲:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ إِذَا وَلَغَ الْهِرُّ فِی الْإِنَاءِ فَاهْرِقْهُ وَاغْسِلْهُ مَرَّةً

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جب بلی برتن میں منہ

ڈال کر پی لے تو اس کے پانی کو گرا دے اور برتن کو ایک دفعہ دھولے۔
(سنن دار قطنی ج ۱ ص ۶۷)

تشریح:

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے بلی کے جوٹھے پانی کو گرا دینے کا حکم دیا اور جس برتن میں وہ پانی ہو اس برتن کو ایک بار دھونے کا حکم دیا بعض روایات میں دو بار دھونے کا حکم بھی آیا ہے اگر پانی بالکل پاک ہوتا تو پھر آپ دھونے کا حکم نہ فرماتے۔

## درندے چوپایوں کا جوٹھا نجس اور ناپاک ہے

حدیث نمبر ۱:

ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہر ذی ناب درندہ کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری، باب اکل کل ذی ناب من السباع)

حدیث نمبر ۲:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ دونوں حضرات ایک حوض کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے مالک حوض کیا تیرے اس پانی پر درندے آتے ہیں؟ (اس کے جواب دینے سے پہلے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے حوض کے مالک ہم کو خبر نہ دینا کیوں کہ اگر درندوں کی آمد کی خبر دی گئی تو ہم دونوں پر اس (پانی) کا استعمال متعذر ہو جائے گا کیوں کہ حضور ﷺ نے اس سے منع کیا ہے۔ (بحوالہ اشرف الہدایہ ج ۱ ص ۱۹۴)

حدیث نمبر ۳:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر کچلی دار

درندے کا کھانا حرام ہے۔(ابن ماجۃ، باب اکل کل ذی ناب من السباع)

حدیث نمبر ۴:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کچلے والے درندہ سے۔(مسند امام اعظم مترجم ص ۳۳۸)

حدیث نمبر ۵:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہر دانت والے درندے کے کھانے سے اور ہر پنجے والے پرندے کے کھانے سے۔

(ابوداؤ، مترجم ج ۳ ص ۶۸، ترجمہ وحید الزمان غیر مقلد)

حدیث نمبر ۶:

مقدام بن معدیکرب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ نہیں حلال ہے دانت والا درندہ الخ۔

(ابوداؤ، مترجم ج ۳ ص ۱۶۸ ترجمہ وحید الزماں)

حدیث نمبر ۷:

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا خیبر میں سو یہودی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور شکایت کرنے لگے کہ لوگوں نے جلدی کر کے ان کے بندھے جانور لوٹ لیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو خبردار ہو جو کافر تم سے عہد کر لیں ان کے مال لوٹنا درست نہیں مگر حق سے اور حرام ہیں تم پر بستی کے گدھے اور گھوڑے اور خچر اور ہر دانت والا درندہ اور ہر پنجے والا پرندہ۔

(ابوداؤ، مترجم ج ۳ ص ۱۶۸ ترجمہ وحید الزماں، باب ما جاء فی اکل السباع)

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ درندوں کا گوشت ناپاک ہے اور لعاب گوشت ہی سے پیدا ہوتا ہے اس لیے پاکی ناپاکی میں گوشت کا ہی اعتبار کیا جائے گا۔

ہم نے یہاں صرف سات روایات نقل کر دی ہیں ان کے علاوہ بھی احادیث موجود ہیں۔

## گدھے کا جھوٹا مشکوک ہے

اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں جس کی وجہ سے گدھے کے جھوٹے کا مشکوک ہونے کا حکم نکلتا۔ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

**حدیث نمبر۱:**

**عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ أَبَا إِدْرِيسَ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا ثَعْلَبَةَ قَالَ حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُحُومَ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ**

ابن شہاب زہری سے روایت ہے ان کو خبر دی ابوادریس خولانی نے ان سے ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بستی کے گدھوں کا گوشت حرام کیا ہے۔ (بخاری لحوم الحمر الانسیة)

**حدیث نمبر۲:**

**عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم نَهَى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ.**

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے خیبر کے دن اور بستی کے گدھوں کے گوشت سے بھی منع کیا۔

**(مسلم، باب تحریم اکل لحم الحمر الانسیة)**

ان دونوں روایات سے گدھوں کا گوشت کھانا حرام ثابت ہوتا ہے جب گوشت حرام ہوا تو لعاب بھی حرام ہوا کیوں کہ گوشت سے ہی لعاب پیدا ہوتا ہے جب لعاب حرام ہے تو اس کا جوٹھا بھی ناپاک ہوا۔ مگر یہ ایسا جانور ہے کہ گھروں میں بندھا رہتا ہے اور ادھر ادھر منہ مارتا رہتا ہے۔ اس سے بچنا بہت مشکل ہے۔ اس وجہ سے اس

کے جوٹھے کومشکوک کہا جائے گا۔ دوسری وجہ پہلے اس کا گوشت حلال تھا پھر حرام ہوا اور بعض روایات میں مجبوری کا ذکر بھی آیا ہے۔

# حلال جانوروں کا پیشاب ناپاک ہے

حدیث نمبر ۱:

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَنْزِهُوْا مِنَ الْبَوْلِ فَإِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پیشاب سے بچا کرو، کیوں کہ اکثر عذابِ قبر اسی وجہ سے ہوتا ہے۔
(سنن دارقطنی ج ۱ ص ۴۷۔ مستدرک حاکم ج ۱ ص ۱۸۳)

تشریح:

اس حدیث میں ہر قسم کے پیشاب سے مطلقاً منع کیا گیا ہے اور کسی بھی جانور کے پیشاب کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔

حدیث نمبر ۲:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى قَبْرَيْنِ فَقَالَ أَمَا إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ وَأَمَّا الآخَرُ فَكَانَ لاَ يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ

(مسلم، الطهارة، باب باب الدَّلِيلِ عَلَى نَجَاسَةِ الْبَوْلِ وَوُجُوبِ الاِسْتِبْرَاءِ مِنْهُ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں سے گزر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور یہ عذاب کچھ بڑے گناہ

پرنہیں ہو رہا بلکہ ان میں سے ایک شخص چغلی کھایا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے بچنے سے احتیاط نہیں کرتا تھا۔

تشریح:

اگر پیشاب پاک ہوتا تو پھر عذاب نہ ہوتا۔ اس حدیث میں بھی مطلقاً پیشاب کا حکم ہے۔

حدیث نمبر۳:

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ صَحَابِیٍّ صَالِحٍ اُبْتُلِیَ بِعَذَابِ الْقَبْرِ جَآءَ اِلٰی اِمْرَاَتِہٖ فَسَأَلَھَا عَنْ اَعْمَالِہٖ فَقَالَتْ کَانَ یَرْعِی الْغَنَمَ وَلَا یَتَنَزَّہُ مِنْ بَوْلِہٖ فَحِیْنَئِذٍ قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِسْتَنْزِھُوْا مِنَ الْبَوْلِ فَاِنَّ عَامَّۃَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْہُ.

جب رسول اللہ ﷺ ایک نیک صحابی کے دفن سے فارغ ہو کر جو عذاب قبر میں مبتلا ہوئے تھے ان صحابی کی بیوی کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے ان صحابی کے اعمال کے متعلق دریافت فرمایا تو ان کی بیوی نے جواب دیا کہ وہ بکریاں چرایا کرتے تھے اور ان کے پیشاب سے پرہیز نہیں کرتے تھے تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پیشاب سے بچا کرو۔ کیوں کہ عموماً عذاب قبر اسی سے ہوتا ہے۔

(مستدرک حاکم ج۱ بحوالہ زجاجۃ المصابیح مترجم ج۱ ص ۳۴۷)

حدیث نمبر۴:

عَنِ الْحَسَنِ اَنَّہٗ کَرِہَ اَبْوَالَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ.

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اونٹ، گائے، بیل اور بکریوں کے پیشاب کو مکروہ (تحریمی) قرار دیا ہے۔ (طحاوی)

# اذان میں ترجیع

حدیث نمبر۱:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ كَانَ أَذَانُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَفْعًا شَفْعًا فِي الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ

(الترمذی، ج۱ ص۲۷، باب ما جاء ان الاقامة مثنی مثنی)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اذان واقامت دو مرتبہ تھی۔

حدیث نمبر۲:

عن عون بن أبی جحیفة عن أبیه أن بلالا كان یؤذن للنبی صلی الله علیه و سلم مثنی مثنی ویقیم مثنی مثنی (دارقطنی ج۱ص۲۴۲)

عون بن ابی جحیفہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے اذان واقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہتے تھے۔

حدیث نمبر۳:

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی اطلاع نے فکر مند کر رکھا تھا یہاں تک کہ آپ نے ارادہ فرمالیا کہ لوگوں کو حکم دیں وہ ٹیلوں پر چڑھ کر ہاتھ کھڑے کر کے اشاروں سے لوگوں کو نماز کی اطلاع دیں حتیٰ کہ میں نے خواب میں دیکھا گویا ایک آدمی ہے جس کے اوپر دو سبز کپڑے ہیں مسجد کی دیوار پر کھڑا ہو کر کہہ رہا ہے اللہ اکبر چار دفعہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ دو دفعہ اشہد ان محمدا رسول اللہ دو دفعہ حی علی الصلوٰۃ دو دفعہ حی علی الفلاح دو دفعہ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ پھر اس نے اقامت پڑھی وہ بھی اسی طرح اور اس کے آخر میں قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ کہا یعنی

تحقیق نماز کھڑی ہوگئی پس میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا جا بلال کے سامنے اسے بیان کر میں نے بیان کر دیا تو لوگ دوڑے ہوئے آئے مگر کچھ سمجھ نہ سکے اتنے میں وہ فارغ بھی ہو چکا تھا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے اگر وہ مجھ سے سبقت نہ لے گیا ہوتا تو میں آپ ﷺ کو بتلاتا کہ میرے ساتھ بھی یہی گزری ہے۔ جو اس کے ساتھ گزری۔

(نصب الرایہ ج ۱ ص ۲۷۵)

# اکہری اقامت

حدیث نمبر ۱:

حضرت ابو محذورہ فرماتے ہیں مجھے آنحضرت ﷺ نے اذان و اقامت دو دو مرتبہ سکھائی۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۴۵۸)

حدیث نمبر ۲:

عبدالعزیز بن رفیع فرماتے ہیں میں نے ابو محذورہ کی اذان و اقامت سنی دونوں دو دو مرتبہ تھیں۔ (طحاوی ج ۱ ص ۹۳)

حدیث نمبر ۳:

حضرت ابراہیم فرماتے ہیں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی اذان و اقامت دہری دہری ہوتی تھی۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۶۲)

حدیث نمبر ۴:

حضرت سوید بن غفلہ فرماتے ہیں میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان و اقامت کہتے سنا ان کی اذان و اقامت دو دو مرتبہ ہوتی تھی۔

(طحاوی ج ۱ ص ۹۴)

حدیث نمبر ۵:

حضرت سعد بن قیس کہتے ہیں بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ اذان و اقامت دو دو مرتبہ کہا کرتے تھے ایک دن ایک مؤذن کو سنا جس نے (اقامت) ایک مرتبہ کہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے دو دو مرتبہ کیوں نہ کہی تیری ماں مر جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۸)

حدیث نمبر ۶:

ابو اسحاق کہتے ہیں اصحاب علی اور اصحاب عبداللہ بن مسعود سب کے سب اذان اور اقامت دو دو مرتبہ کہا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۸)

حدیث نمبر ۷:

حضرت امام سفیان ثوری نے منیٰ میں اذان و اقامت کہی جو دو دو مرتبہ تھی۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۴۶۲)

حدیث نمبر ۸:

حضرت علی کا مؤذن اقامت دو دو مرتبہ کہا کرتا تھا۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۴۶۳)

# پیشاب اور پاخانہ کے وقت قبلے کی طرف منہ کرنا یا پیٹھ کرنا عمارتوں کے اندر بھی جائز نہیں' میدان اور عمارتیں حرمت میں برابر ہیں

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الْغَائِطَ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا يُوَلِّهَا ظَهْرَهُ شَرِّقُوا

أَوْ غَرِّبُوا (بخاری ج ا ص ۲۶، باب لا تستقبل القبلة)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک قضائے حاجت کے لیے آئے تو نہ وہ قبلہ کی طرف منہ کرے اور نہ اپنی پیٹھ کرے بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو۔

تشریح:

یہ اہل مدینہ کے لیے حکم ہے کیوں کہ مدینہ سے مکہ شمال کی جانب ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم (مشرق مغرب والا) مدینہ والوں کو دیا۔ جن مقامات پر قبلہ مشرق یا مغرب میں ہے وہاں مشرق یا مغرب میں بھی قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا منع ہے کیوں کہ اصل علت احترام قبلہ ہے اور حدیث کے اندر عام حکم ہے۔ میدان اور عمارتوں دونوں کو شامل ہے۔

## تکبیر اللہ اکبر سے کہنی چاہیے

حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے قبلہ کی طرف رخ کرتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور اللہ اکبر کہتے۔ (ابن ماجہ ص ۵۸

## نابالغ لڑکے کی امامت جائز نہیں

حدیث نمبر ا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الإِمَامُ ضَامِنٌ (ابوداؤد ج ا ص ۷۷، ترمذی ص ۵۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام ضامن ہے۔ (نابالغ بچہ کسی چیز کا ضامن نہیں بن سکتا)

حدیث نمبر۲:

عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ أَنَّ محَمّدَ بْنَ أَبِیْ سُوَیْدٍ أَقَامَهُ لِلنَّاسِ وَهُوَ غُلاَمٌ بِالطَّائِفِ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ یَؤُمُّهُمْ فَکَتَبَ بِذٰلِكَ إِلٰی عُمَرَ یُبَشِّرُهُ فَغَضِبَ عُمَرُ وَكَتَبَ إِلَیْهِ مَا كَانَ نُوْلُكَ أَنْ تُقَدِّمَ لِلنَّاسِ غُلاَمًا لَمْ تَجِبْ عَلَیْهِ الْحُدُوْدُ (مصنف عبدالرزاق ج۲ص۳۹۸)

حضرت عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ محمد بن سوید نے مجھے لوگوں کے لیے نماز پڑھانے کے لیے کھڑا کر دیا اور یہ ابھی بچے ہی تھے طائف کے اندر یہ رمضان کے مہینہ میں لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے تو سوید نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا اور مبارک دی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اس پر ناراض ہو گئے اور سوید کو خط لکھا تمہارے لیے مناسب نہیں تھا کہ تم ایک بچے کو نماز پڑھانے کے لیے کھڑا کرتے جس پر حدود واجب نہیں۔

حدیث نمبر۳:

عَنْ عَطَاءٍ قَالَ لاَ یَؤُمُّ الْغُلاَمُ الَّذِیْ لَمْ یَحْتَلِمْ

(مصنف عبدالرزاق ج۲ص۳۹۸)

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بچہ جو بالغ نہیں ہوا وہ لوگوں کو امامت نہ کرائے۔

# فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کے پیچھے نماز نہ پڑھے

حدیث نمبر۱:

عَنْ معاذ بن رفاعة الزرقی ان رجلا من بنی سلمة یقال له سلیم اتی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال انا نظل فی اعمال فناتی حین نمسی فنصلی فیأتی معاذ بن جبل فینادی بالصلٰوة فناتیه فیطول علینا

فقال له النبی صلی الله علیه وسلم یا معاذ لا تکن فتانا اما ان تصلی معی واما ان تخفف عن قومك.

حضرت معاذ بن رفاعہ رزقی سے روایت ہے کہ ایک آدمی تھا بنی مسلمہ میں سے جس کو سُلیم کہتے تھے وہ رسول علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ہم دن میں کام کرتے ہیں اور شام کو واپس لوٹتے ہیں۔ معاذ بن جبل ہمیں نماز پڑھاتے ہیں تو بہت لمبی نماز پڑھاتے ہیں۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے معاذ کہ تو فتنہ نہ بن۔ تو یا میرے ساتھ نماز پڑھ یا پھر اپنی قوم کو ہلکی (مختصر) نماز پڑھاؤ۔

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد امام طحاوی فرماتے ہیں۔ تو نبی ﷺ کا یہ فرمان حضرت معاذ کو دلالت کرتا ہے کہ یا تو میرے ساتھ نماز پڑھ یا مختصر نماز پڑھایا کر یعنی دو کاموں سے ایک کریں۔ (طحاوی ج۱ ص۲۷۸، باب الرجل یصلی الفریضة خلف من یصلی تطوعا)

## سجدہ میں دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں کا زمین پر رکھنا

حدیث:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات اعضاء (سات ہڈیوں) پر سجدہ کروں پیشانی بمع ناک، دو ہاتھ، دو گھٹنے، دو پاؤں۔ اور یہ بھی حکم ہے کہ ہم نماز میں کپڑوں اور بالوں کو نہ سمیٹا کریں۔ (بخاری ج۱ ص۱۱۲، مسلم ج۱ ص۱۹۳)

## نماز میں بھول کر کلام کرنے سے بھی نماز باطل ہو جاتی ہے

حدیث نمبر۱:

عَنْ زَیْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ کُنَّا نَتَکَلَّمُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ فَنَزَلَتْ وَقُومُوْا لِلّٰهِ قَانِتِينَ فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوتِ وَ نُهِينَا عَنِ الْكَلَامِ. (بخاری ج ا ص ۱۶۰، مسلم ج ا ص ۲۰۴، ترمذی ج ا ص ۸۵)

حضرت زید بن ارقم کہتے ہیں کہ ہم لوگ پہلے حضور ﷺ کے زمانہ میں نماز میں کلام کرتے تھے۔ پس جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ﴾ تو ہم کو خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور ہر قسم کے کلام سے منع کر دیا گیا۔

حدیث نمبر۲:

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ قَالَ بَيْنَا أَنَا أُصَلِّيْ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ فَقُلْتُ وَاثُكْلَ أُمِّيَاهُ مَا شَأْنُكُمْ تَنْظُرُوْنَ إِلَيَّ فَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَ بِأَيْدِيهِمْ عَلٰى أَفْخَاذِهِمْ فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُصَمِّتُوْنَنِي لٰكِنِّي سَكَتُّ فَلَمَّا صَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَانِيْ فَبِأَبِي هُوَ وَأُمِّيْ مَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ أَحْسَنَ تَعْلِيمًا مِنْهُ فَوَاللّٰهِ مَا كَهَرَنِي وَلَا ضَرَبَنِي وَلَا شَتَمَنِي قَالَ إِنَّ هٰذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ

(مسلم ص ۲۰۳ ج ا، باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ)

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک تھا کہ جماعت میں کسی شخص کو چھینک آئی میں نے کہا ''یرحمک اللہ'' لوگوں نے مجھے گھورنا شروع کر دیا، میں نے کہا کاش یہ کہ میں مر چکا ہوتا تم مجھے کیوں گھور رہے ہو۔ یہ سن کر انہوں نے اپنی رانوں پر ہاتھ مارنا شروع کر دیا جب میں نے سمجھا وہ مجھے خاموش کرانا چاہتے ہیں میں خاموش ہو گیا، رسول اللہ ﷺ پر میرے ماں باپ فدا ہوں میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ سے بہتر کوئی سمجھانے

والا نہیں دیکھا۔ خدا کی قسم آپ ﷺ نے نہ مجھے جھڑکا نہ برا بھلا کہا نہ مارا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: نماز میں باتیں نہیں کرنی چاہییں۔ نماز میں صرف تسبیح تکبیر اور تلاوت کرنی چاہیے۔

# مسئلہ عمل کثیر یعنی نماز میں تین قدم پے در پے چلنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے

دوران نماز بے ہودہ افعال اور کثیر حرکات ایسی آفت ہے کہ جس سے بہت ہی کم نمازی محفوظ رہے ہوں گے کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل نہیں کرتے جس میں کہا گیا ہے۔

﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ﴾ (البقرۃ:۲۳۸)

''(نماز کی حالت میں) اللہ تعالیٰ کے سامنے باادب کھڑے ہوا کرو۔''

اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی پر کان نہیں دھرتے جس میں بتایا گیا ہے کہ

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خَاشِعُوْنَ○﴾ (المومنون:۱۔۲)

''یقینا ایسے مومنوں نے نجات حاصل کر لی۔ جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔ یعنی ظاہری اعضاء اور دل کی یکسوئی سے نماز میں توجہ کرتے ہیں۔''

دوران نماز ان کے دل میں خوف و ہیبت طاری ہوتا ہے اور ان کے ظاہری اعضا بھی پرسکون ہوتے ہیں، وہ نہ تو داڑھی وغیرہ سے کھیلتے اور نہ ادھر ادھر جھانکتے ہیں بلکہ ان پر خوف وخشیت کی ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے جیسے عام طور پر کسی بادشاہ یا کسی بڑے شخص کے سامنے پیش ہونے سے ہوتی ہے۔

نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ اگر زمین ہموار نہ ہونے کی وجہ سے سجدہ کرنے

میں دقت پیش آئے تو سجدہ کی خاطر پیشانی رکھنے کے لیے مٹی کو برابر کیا جا سکتا ہے؟
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاَ تَمْسَحْ وَأَنْتَ تَصَلِّي فَإِنْ كُنْتَ لاَ بُدَّ فَاعِلاً فَوَاحِدَةً تَسْوِيَةَ الْحَصَى

(ابوداؤد، ج ۱ ص ۳۸۱۔ صحیح الجامع الصغیر البانی، حدیث نمبر ۷۴۵۲۔ (اس حدیث کی اصل صحیح مسلم میں بھی موجود ہے)

''دوران نماز مٹی وغیرہ کو سیدھا نہ کرو اگر بہت ہی ضروری ہو تو صرف ایک مرتبہ کنکریاں برابر کر سکتے ہو (تا کہ پیشانی رکھنے کے لیے جگہ ہموار ہو جائے)''

علماء کرام نے ذکر کیا ہے کہ نماز میں بلاضرورت مسلسل حرکات کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے' جو لوگ دوران نماز بے مقصد حرکات کرتے ہیں کبھی ٹائم دیکھتے ہیں' کبھی کپڑوں کو ٹھیک کرتے ہیں' کبھی انگلی ناک میں ڈالتے ہیں' کبھی اپنی نگاہ کو دائیں بائیں گھماتے ہیں اوپر نیچے دیکھتے ہیں۔

اور ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا نہیں ہوتا کہ ان کی اس کی حرکت کی وجہ سے کہیں ان کی بینائی نہ اچک لی جائے یا شیطان موقع پا کر ان کی نماز کا کچھ حصہ لوٹ کر نہ لے جائے۔

آج کل ایک نئی وباء موبائل فون کی شکل میں چل نکلی ہے جو کہ تقریباً ہر نمازی کی جیب میں ہوتا ہے اور دوران نماز اکثر نمازی حضرات موبائل فون کی بیل ہونے پر اس کو جیب میں نکال کر نمبر دیکھتے اور پھر اس کو جیب میں رکھ لیتے ہیں، جب کہ ہونا تو یہ چاہیے کہ جب نماز کے لیے آئیں تو اس کو بند کر دیں اور اگر کوئی شخص بھول جائے اور نماز کے دوران بیل ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ اس کو فوراً بند کر دے، اگر وہ بیل کرنے والے کا نام اور نمبر دیکھنے میں مصروف ہو گیا جیسا کہ عام لوگوں کا وطیرہ ہے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، کیوں کہ یہ ایک لغو کام ہے اور اللہ تعالیٰ نے سورہ مومنون میں

فلاح پانے والوں کی دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ لغویات سے بچتے ہیں اور یہ بھی لغویات میں سے ہے، اگرچہ یہ ایک ضرورت ہے مگر جو چیز نماز میں خلل کا باعث بنے تو وہ نماز کو ضائع کرنے کا ایک سبب ہے اور اسی طرح اگر مساجد میں سامنے کی دیوار پر کوئی اشتہار یا کعبۃ اللہ یا مسجد نبوی کی تصاویر ہوں یا دیواروں پر نقش نگاری ہو تو ایسی تمام چیزیں نماز میں کوتاہی کا سبب بن سکتی ہیں، لہٰذا ہر نمازی کو اور خاص طور پر ائمہ وخطباء حضرات کو اس طرف خاص توجہ دینا چاہیے۔

## امامت کے لائق وہ شخص ہے جو زیادہ علم والا ہو

حدیث:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لمبی حدیث نقل کی ہے جس میں آتا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری شدید ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ الحدیث

(بخاری ج ۱ ص ۹۳۔ ومسلم ج ۱ ص ۱۹۷ باب اھل العلم والفضل احق بالامامۃ)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرضِ وفات میں امامت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمائی۔ حالانکہ صحابہ میں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سب سے بڑے قاری تھے۔

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے قاری ہونے کا ثبوت ملاحظہ فرمائیں:

روایت ہے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے زیادہ رحم کرنے والے میری امت پر ابوبکر ہیں یعنی نرم دل اور سب سے زیادہ سخت اللہ کے کام بجالانے میں عمر اور سب سے زیادہ سچے عثمان بن عفان اور سب سے زیادہ حلال وحرام سے واقف معاذ بن جبل اور سب سے زیادہ فرائض جاننے والے زید بن ثابت

اور سب سے زیادہ قرأت جاننے والے اُبی بن کعب اور ہر امت کا ایک امین ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔

(ترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۲۴۳)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو باب قائم کیا ہے اس سے بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تائید ہوتی ہے۔

## نماز میں ہاتھ کے ساتھ اشارہ سے بھی سلام کرنا منع ہے

حدیث نمبر ۱:

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ اسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ.

(مسلم ج ۱ ص ۱۸۱، باب الامر بالسکون فی الصلوٰة)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا ہے مجھے کہ میں دیکھتا ہوں تمہیں نماز میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے گویا کہ وہ سرکش گھوڑوں کی دُمیں ہیں۔ نماز میں سکون اختیار کرو۔

حدیث نمبر ۲:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا وَقَالَ إِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغْلًا

(بخاری، ج ۱ ص ۱۶۲، باب لا یرد السلام فی الصلوٰة. ومسلم ج ۱ ص ۲۰۳، باب تحریم الکلام فی الصلوٰة)

حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز

کی حالت میں ہوتے تو آپ ﷺ مجھے سلام کا جواب دیتے جب ہم واپس لوٹے (حبشہ سے) تو میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے مجھے جواب نہ دیا اور آپ ﷺ نے (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) فرمایا کہ بے شک نماز میں مصروفیت ہے۔

## خطبہ کے دوران تحیۃ المسجد پڑھنا جائز نہیں

حدیث:

طبرانی کبیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ((اذا دخل احدكم المسجد والامام على المنبر فلا صلوٰة ولا كلام حتى يفرغ الامام))
جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں اس وقت داخل ہو جب کہ امام ممبر پر ہو تو نماز کلام نہیں جب تک امام فارغ نہ ہو جائے۔ (بحوالہ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۸۴)

## نماز عید میں چھ تکبیریں زائد ہیں پہلی رکعت میں تکبیر اولیٰ کے بعد اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد

حدیث نمبر ۱

عن علقمة والأسود بن يزيد أن بن مسعود كان يكبر في العيدين تسعا تسعا أربعا قبل القراءة ثم كبر فركع وفي الثانية يقرأ فإذا فرغ كبر أربعا ثم ركع

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۹۳، باب التكبير فى الصلوٰة يوم العيد)

حضرت علقمہ اور اسود سے روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ عیدین (عید الضحیٰ والفطر) میں نو نو تکبیریں کہتے تھے چار تکبیریں کہتے قرأت سے پہلے پھر ایک تکبیر

کہتے اور رکوع کرتے، پھر کھڑے ہو جاتے۔ دوسری رکعت میں قرأت کرتے۔ پس جب قرأت سے فارغ ہوتے تو چار تکبیریں کہتے پھر رکوع کرتے۔

## فجر کی نماز اُجالے میں پڑھنا

عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ

(ترمذی ج۱ ص۴۹، باب ما جاء فی الاسفار بالفجر)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کو خوب اچھی طرح روشن کر کے نماز پڑھو اس میں زیادہ اجر وثواب ہے۔

حدیث نمبر۲:

عَنْ عاصم بن عمر بن قتادة عن ابيه عن جده قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اسفروا بالفجر فانه اعظم لاجركم او للاجر رواه البزار ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ج۱ ص۳۱۵)

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ سے مروی ہے یہ اپنے والد سے اور یہ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فجر کی نماز کو روشن کر کے پڑھو بے شک یہ تمہارے اجر وثواب کے لحاظ سے زیادہ بہتر ہے۔ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ یہ ثواب کے لحاظ سے زیادہ بہتر ہے۔

## مسجد کو سیمنٹ اور سونے کے پانی سے نقش کرنا

عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عمر أَخْبَرَهُ أَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَبْنِيًّا بِاللَّبِنِ وَسَقْفُهُ الْجَرِيدُ وَعُمُدُهُ خَشَبُ النَّخْلِ فَلَمْ يَزِدْ فِيهِ أَبُو بَكْرٍ شَيْئًا وَزَادَ فِيهِ عُمَرُ وَبَنَاهُ عَلَى بُنْيَانِهِ

فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّبِنِ وَالْجَرِيدِ وَأَعَادَ عُمُدَهُ خَشَبًا ثُمَّ غَيَّرَهُ عُثْمَانُ فَزَادَ فِيهِ زِيَادَةً كَثِيرَةً وَبَنَى جِدَارَهُ بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوشَةِ وَالْقَصَّةِ وَجَعَلَ عُمُدَهُ مِنْ حِجَارَةٍ مَنْقُوشَةٍ وَسَقَفَهُ بِالسَّاجِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں مسجد نبوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کچی اینٹوں کی بنی ہوئی تھی اور اس کی چھت کھجور کی شاخوں کی تھی اور اس کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں اضافہ کیا اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کی بنا پر تعمیر کیا کچی اینٹوں اور شاخوں سے بنایا اور اس کے ستون دوبارہ لکڑی کے بنا دیئے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس میں تبدیلی کی اور اس میں بہت اضافہ کیا۔ اس کی دیواریں نقش و نگار والے پتھروں اور چونے کی بنائیں اور اس کے ستون بھی منقش پتھروں کے بنائے اور اس کی چھت ساگوان کی لکڑی کی بنائی۔

(بخاری جلد ۲ ص ۶۴ باب بنیان المسجد کتاب الصلوٰۃ)

## جب امام منبر پر چڑھنے کے واسطے نکلے تو اس وقت نہ نماز پڑھے اور نہ کلام کرے

حدیث نمبر ۱:

**عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا قلت لصاحبك انصت والامام يخطب فقد لغوت**

**(طحاوی ج ۱ ص ۲۵۲، باب الصلوٰة عند الخطبة)**

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تو اپنے ساتھی سے کہے کہ خاموش ہو جا اس حال میں کہ امام خطبہ دے رہا ہو تو تو نے لغو

کام کیا۔

حدیث نمبر۲:

عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یخطب یوم الجمعة فقرأ سورة فقال ابو ذر لأُبَی بن کعب متی نزلت هذه السورة فاعرض عنه فلما قضی رسول الله صلی الله علیه وسلم صلوته قال أُبَی لِأَبِیْ ذرٍّ مالك من صلوتك الا ما لغوت فدخل أبو ذرٍّ علی النبی صلی الله علیه وسلم فأخبره بذلك فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم صدق أُبَی

امام طحاوی فرماتے ہیں.

(فقد أمر رسول الله صلی الله علیه وسلم بالانصات عند الخطبة وجعل حکمها فی ذلك کحکم الصلوة وجعل الکلام فیها لغوًا.

(طحاوی ج۱ص۲۵۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرمارہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی سورۃ پڑھی تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یہ سورۃ کب نازل ہوئی تو آپ نے کلام کرنے سے ان سے اعراض کیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز مکمل کی تو اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تو نے نہیں کیا اپنی نماز سے مگر لغو کام۔ تو ابوذر رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کے پاس آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی اس واقعہ کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُبی بن کعب نے سچ کہا ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں

پس نبی علیہ السلام نے حکم دیا خطبہ کے وقت خاموش رہنے کا اور اس کے حکم کو بنایا ہے

نماز کے حکم کی طرح اور کلام کو اس میں لغو قرار دیا ہے۔ کہ جس طرح نماز میں کلام کرنا لغو ہے اسی طرح خطبہ کے وقت بھی۔

حدیث نمبر۳:

عن سلمان الخیر ان النبی علیه السلام قال لان یغتسل الرجل یوم الجمعة ویتطهر بها استطاع من طهر ثم ادهن من دهن او مس من طیب بیته ثم راح فلم یفرق بین اثنین وصلی ما کتب الله له ثم اذا تکلم الإمام غفر له ما بینه وبین الجمعة الاخری.

(طحاوی ج۱ ص۲۵۴)

سلمان الخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل کر کے اچھی طرح طہارت حاصل کر کے تیل لگائے خوشبو ملے پھر نماز کے لیے نکلے اور کسی دو شخصوں کے درمیان تفریق نہ کرے پھر سنتیں وغیرہ پڑھے اور خطبہ کے وقت خاموش بیٹھا رہے تو اس سے اگلے جمعہ تک اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

# مرد اور عورت کا جنازہ پڑھنے کے لیے امام میت کے سینے کے برابر کھڑا ہو

حدیث نمبر۱

عن ابی غالب قال صلیت خلف انس رضی الله عنه علی جنازة فقام حیال صدره. (فتح القدیر ج۲ ص۸۹۔ شرح نقایہ ج۱ ص۱۳۵)

ابوغالب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو آپ میت کے سینہ کے برابر کھڑے ہوئے۔

حدیث نمبر۲:

عن ابراھیم قال یقوم الرجل الذی یصلی علی الجنازۃ عند صدرھا

ابراہیم نخعی نے فرمایا مرد کے جنازہ میں نماز کے لیے سینہ کے برابر کھڑا ہونا چاہیے۔

(طحاوی باب الرجل یصلی علی المیت این ینبغی ان یقوم منہ)

## شہید کا جنازہ پڑھا جائے

حدیث نمبر ۱:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اُتِیَ بِهِمْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ اُحُدٍ فَجَعَلَ یُصَلِّی عَلٰی عَشَرَةٍ عَشَرَةٍ وَحَمْزَةُ هُوَ كَمَا هُوَ وَیُرْفَعُونَ وَهُوَ كَمَا هُوَ مَوْضُوعٌ (ابن ماجہ، ص۱۰۱ باب ما جاء فی الصلوٰۃ علی الشهداء)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لایا جاتا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (شہداء احد کو) احد کے دن، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر دس دس کر کے نماز جنازہ پڑھتے رہے۔ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ وہ اسی طرح رکھا رہا۔ لوگ دوسروں کو اٹھاتے (یعنی جن کی نماز جنازہ ادا ہو چکی تھی) اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (یعنی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو اٹھایا نہیں گیا تھا سب سے آخر میں اٹھایا گیا)۔

حدیث نمبر ۲:

عن ابی مالک الغفاری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلّی علی قتلٰی احد عشرۃً عشرۃ فی کل عشرۃ حمزۃ حتی صلّی علیہ سبعین صلوٰۃ.

(مراسیل ابوداؤد، ص۱۸۔ طحاوی، ج۱ ص۳۳۸، باب الصلوٰۃ علی الشہداء)

حضرت ابو مالک الغفاری سے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء

احد پر دس دس (اکٹھا) کر کے نماز جنازہ پڑھائی۔ ہر دس میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ ان پر ستر مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔

# اونٹوں کی زکوٰۃ کا طریقہ

حدیث نمبر ا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر اونٹ ایک سو بیس سے بڑھ جائیں تو حساب نئے سرے سے شروع ہوگا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۲۵۔ بیہقی ج ۴ ص ۹۲ کتاب الزکاۃ۔ فتح القدیر ج ا ص ۴۹۸ باب صدقۃ السوام کتاب الاموال ابوعبید ص ۳۶۳)

حدیث نمبر ۲:

حماد بن سلمہ فرماتے ہیں کہ میں نے قیس بن سعد سے کہا کہ آپ میرے لیے محمد بن عمرو کی کتاب لیں، تو اس نے مجھے ایک کتاب دی اور یہ بھی کہا کہ اس نے یہ کتاب ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے لی ہے۔ اور یہ کتاب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دادا کے لیے لکھوائی تھی۔ حماد بن سلمہ کہتے ہیں کہ جب میں نے اسے پڑھا تو اس میں اونٹوں کی زکوٰۃ کے نصاب کا بیان تھا۔ پھر حدیث کو بیان کرتے ہوئے ایک سو بیس اونٹوں کے نصاب تک پہنچ گئے (آگے یوں تھا) اور اگر اس مقدار سے زیادہ ہو جائے تو ہر پچاس اونٹوں میں ایک حقہ ہوگا (یعنی تین سال کی اونٹنی ہوگی) اور جو زیادہ ہوگا تو اسے اونٹوں کے پہلے حساب کی طرف لوٹایا جائے گا اور اگر اونٹ پچیس سے کم ہوں تو ان میں بکری ہے، یعنی ہر پانچ اونٹوں میں ایک بکری ہوگی۔ اور زکوٰۃ میں زیادہ بوڑھا اور عیب دار جانور دینا درست نہیں۔

(مراسیل ابوداؤد۔ شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۴۸، ۳۴۹ کتاب الزیادات باب الزکاۃ فی الابل السائمہ)

# گھوڑوں کی زکوٰۃ (اگر کسی نے نسل کشی کے لیے نر اور مادہ اکٹھے کیے ہوں تو اس پر ان کی زکوٰۃ لازم ہوگئی)

حدیث نمبر ۱.

عَنْ جابر قال قال رسول الله صلی علیه وسلم فی الخیل السائمة فی کل فرس دینار (نصب الرایہ، ج ۲ ص ۳۵۷ ۔ دار قطنی ج ۲ ص ۱۲۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چرنے والے گھوڑوں میں سے ہر گھوڑے میں ایک دینار ہے۔

حدیث نمبر ۲:

سائب بن یزید نے زہری کو خبر دی کہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ گھوڑے کی قیمت لگا کر اس کی زکوٰۃ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیتے ہیں۔ (دار قطنی ج ۲ ص ۱۲۶)

## صدقہ فطر کی مقدار

حدیث نمبر ۱:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگ صدقہ فطر لگاتے تھے ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت آیا اور گندم بہ کثرت ہوگئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان دو چیزوں کا بدل نصف صاع گندم کر دیا۔ (سنن ابوداؤد، سنن نسائی)

حدیث نمبر ۲:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا نصف صاع گندم یا ایک صاع کھجور یا جو (صدقہ فطر ہے)۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۳۶)

# صدقہ فطر صاحب نصاب (یعنی مال دار) پر واجب ہے

حدیث.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا: تم عنقریب اہل کتاب کی قوم کی طرف جاؤ گے سو جب تم ان کے پاس جاؤ تو پہلے ان کو یہ دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ پس اگر وہ اس دعوت میں تمہاری اطاعت کریں تو پھر ان کو یہ خبر دینا کہ اللہ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، پس اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کریں تو پھر ان کو یہ خبر دینا کہ اللہ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے مال دار لوگوں سے لی جائے گی اور ان کے فقرا کی طرف لوٹا دی جائے گی۔ پس اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کرلیں تو تم ان ان کے اموال میں عمدہ چیزوں سے اجتناب کرنا اور مظلوم کی دعا سے ڈرنا کیوں کہ مظلوم کی دعا اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔

(بخاری، کتاب الزکوۃ، باب اخذ الصدقۃ من الاغنیاء)

# شک کے دن نفلی روزہ رکھنا

حدیث

روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ رکھو روزہ ایک دن یا دو دن بیشتر رمضان سے بہ نیت استقبال مگر یہ کہ موافق ہو جاویں وہ دن یعنی آخر شعبان کے کسی روزے کے کہ ہمیشہ رکھتا تھا اور آخر شعبان میں وہی دن واقع ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور روزہ رکھو چاند رمضان کا دیکھ کر اور افطار کرو شوال کا چاند دیکھ کر سو اگر بدلی ہو جاوے تو پورے تیس دن لو پھر روزہ موقوف کرو۔

امام ترمذی یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ حدیث ابوہریرہ کی حسن صحیح ہے اسی پر عمل ہے اہل علم کا مکروہ کہتے ہیں ایک دو دن رمضان سے پہلے رمضان کی تعظیم اور اقبال کی نیت سے روزے رکھنے کو اور اگر کوئی دن ایسا آجائے کہ اس میں ہمیشہ روزہ رکھتا ہو تو مضائقہ نہیں ان کے نزدیک۔

**(ترمذی باب ما جاء لا تقدم الشهر بصوم)**

## نفلی نماز اور روزہ اگر شروع کر کے توڑ لے تو قضا کرے

### قرآن پاک سے ثبوت

پہلی آیت:

وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ ''اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔'' (سورۃ محمد: ۳۳)

دوسری آیت:

وَرَهْبَانِيَّةَ ۨابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا (الحدید: ۲۷)

''انہوں نے رہبانیت کو ازخود محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے شروع کیا، ہم نے ان پر رہبانیت فرض نہیں کی تھی، پھر انہوں نے اس کی وہ رعایت نہ کی جو رعایت کرنے کا حق تھا۔

حدیث:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَنَا وَحَفْصَةُ صَائِمَتَيْنِ فَعُرِضَ لَنَا طَعَامٌ اشْتَهَيْنَاهُ فَاَكَلْنَا مِنْهُ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَدَرَتْنِي اِلَيْهِ حَفْصَةُ وَكَانَتْ ابْنَةَ اَبِيْهَا فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا صَائِمَتَيْنِ فَعُرِضَ لَنَا طَعَامٌ اشْتَهَيْنَاهُ فَاَكَلْنَا مِنْهُ قَالَ اقْضِيَا يَوْمًا آخَرَ مَكَانَهُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا (نفلی) روزے سے تھیں۔ ہمارے پاس ایک کھانا آیا جسے کھانے کے لیے ہمارا جی چاہا، ہم نے اس سے کچھ کھا لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ یہ واقعہ بیان کرنے میں حضرت حفصہ نے مجھ سے سبقت کی اور آخر وہ اپنے باپ کی بیٹی تھیں۔ کہنے لگیں یا رسول اللہ ہم دونوں روزے سے تھیں ہمارے پاس کھانا آیا، اسے کھانے کے لیے ہمارا جی چاہا اور ہم نے اس میں سے کچھ کھا لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں اس روزے کے بدلہ ایک روزہ رکھو۔

(ترمذی ص ۱۲۹۔ ابوداؤد ج ا ص ۲۳۳)

اس حدیث پر امام ترمذی نے اس طرح باب باندھا ہے **بَابٌ مَا جَاءَ فِي إِيجَابِ الْقَضَاءِ عَلَيْهِ** اس کا ترجمہ علامہ بدیع الزماں غیر مقلد اس طرح کرتے ہیں: ''باب اس بیان میں کہ جو نفل روزہ توڑ ڈالے اسے قضا واجب ہے۔''

(ترمذی مترجم جلد اول ص ۲۸۵)

# احرام کی حالت میں مرنے والے کا سر ڈھانپنا

حدیث:

**عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَفَّنَ ابْنَهُ وَاقِدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَدْ مَاتَ مُحْرِمًا بِالْجُحْفَةِ وَخَمَّرَ رَأْسَهُ**

(موطا إمام محمد، باب تكفين المحرم، ص ۲۳۷)

حضرت نافع سے مروی ہے کہ بے شک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے واقد بن عبداللہ کو کفن دیا جو کہ حالت احرام میں جحفہ مقام میں فوت ہو گئے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ نے ان کا سر ڈھانپا۔

# قارن دو طواف کرے اور دو سعی کرے

حدیث نمبر ۱:

ابی نصر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے حج کا احرام باندھا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملا تو میں نے آپ سے دریافت کیا کہ میں نے حج کا احرام باندھا ہے تو کیا میں اس پر عمرہ کا احرام اضافہ کر سکتا ہوں؟ فرمایا نہیں ہاں اگر تم نے عمرہ کا احرام باندھا ہوتا تو اس پر حج کا احرام اضافہ کر سکتے تھے۔ ابی نصر بیان کرتے ہیں کہ پھر میں نے آپ سے پوچھا کہ پھر جب میرا حج و عمرہ دونوں کا ارادہ ہو تو مجھے کیا کرنا چاہیے۔ فرمایا اول غسل کرلو پھر دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھو اور ہر ایک کے لیے ایک ایک طواف کرو۔ (طحاوی، باب طواف القارن، ج ۱ ص ۴۷۲)

حدیث نمبر ۲:

**عن زياد بن مالك عن علي وعبد الله قالا القارن يطوف طوافين ويسعى سعيين.** (طحاوی ج ۱ ص ۴۷۲)

زیاد بن مالک حضرت علی اور عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ دونوں نے فرمایا کہ قارن دو طواف کرے اور دو سعی کرے۔

# ذمی کافر کا مسجد میں داخلہ

حدیث نمبر ۱:

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ثقیف کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا تا کہ ان کے دل نرم ہوں، انہوں نے یہ شرط رکھی کہ وہ جہاد میں شریک نہیں ہوں گے، زکوٰۃ نہیں دیں گے اور نماز نہیں پڑھیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاد میں نہ شریک ہونے اور زکوٰۃ نہ دینے

کی تمہیں رخصت ہے۔ لیکن اس دین میں کوئی خیر نہیں جس میں نماز نہ ہو۔
(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۷۲)

حدیث نمبر۲:

حسن بصری سے روایت ہے کہ ثقیف کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مسجد کے پچھلے حصہ میں ان کے لیے خیمہ لگوادیا تاکہ وہ مسلمانوں کی نماز اوران کے رکوع اور سجود کو ملاحظہ کریں۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ آپ انہیں مسجد میں ٹھہرا رہے ہیں، حالانکہ یہ مشرکین ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: بنو آدم نجس ہوتے ہیں زمین نجس نہیں ہوتی۔
(مراسیل ابی داؤد ص ۶، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۷)

حدیث نمبر۳:

ابوالزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلاَ یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ کی تفسیر میں فرماتے تھے کہ غلام یا ذمی مسجد حرام میں جا سکتا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۵۳)

حدیث نمبر۴:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس سال کے بعد ہماری اس مسجد میں کوئی مشرک داخل نہ ہو۔ البتہ جن مشرکوں سے معاہدہ ہے یا ان کے خدام۔ وہ داخل ہو سکتے ہیں۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۲)

## حالت احرام میں نکاح کرنا جائز ہے

حدیث نمبر۱:

عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ وَهُوَ مُحْرِمٌ

(طحاوی، باب نکاح المحرم، ج ۱ص ۴۶۴ ـ نسائی ج ۲ص ۳۶)

حضرت عطا سے مروی ہے یہ روایت کرتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے حضرت میمونہ بنت حارث سے نکاح کیا اس حال میں کہ آپ ﷺ محرم (حالت احرام میں) تھے۔

حدیث نمبر۲:

عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ

(طحاوی ج ۴ص ۴۶۵)

حضرت ابو صالح سے مروی ہے یہ روایت کرتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے نکاح کیا اس حال میں آپ ﷺ حالت احرام میں تھے۔

حدیث نمبر۳:

عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُمَا مُحْرِمَانِ

(طحاوی ج ۱ص ۴۶۵ ـ نسائی ج ۲ص ۲۶ ۱الرخصه فی النکاح للمحرم)

حضرت مجاہد سے روایت ہے یہ روایت کرتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے حضرت میمونہ سے نکاح اس حال میں کیا کہ دونوں (حضور ﷺ اور حضرت میمونہ) حالت احرام میں تھے۔

# حالت احرام میں عورت زعفران، عصفر، ورس کے ساتھ رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے

حدیث نمبرا:

عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْبَسُوا ثَوْبًا مَسَّهُ وَرْسٌ اَوْ زَعْفَرَانٌ يَعْنِىْ فِى الْاَحْرَامِ

(طحاوی، باب لبس الثوب الذی قد مسه ورس او زعفران فی الاحرام، ج۱ ص۳۹۶)

حضرت سالم سے مروی ہے یہ بیان کرتے ہیں ابن عمر سے یہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مت پہنو ایسا کپڑا جس کو ورس یا زعفران سے رنگا ہو یعنی حالت احرام میں۔

حدیث نمبر۲:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَلْبَسَ مَصْبُوغًا بِزَعْفَرَانٍ أَوْ وَرْسٍ

(نسائی، باب النَّهْيُ عَنِ الثِّيَابِ الْمَصْبُوغَةِ بِالْوَرْسِ وَالزَّعْفَرَانِ فِي الْإِحْرَامِ، ج۲ص۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ منع فرمایا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ محرم پہنے ایسا کپڑا جو رنگا ہوا ہو ورس سے اور زعفران سے حالت احرام میں۔

حدیث نمبر۳:

عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ قَالَ لَا يَلْبَسُ الْقَمِيصَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا

السَّرَاوِيلَ وَلَا الْعِمَامَةَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ وَرْسٌ وَلَا زَعْفَرَانٌ

(نسائی ج۲ ص۷)

حضرت سالم اپنے والد سے بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ محرم کون سے کپڑے پہنے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ محرم نہ پہنے قمیص اور نہ ٹوپی اور نہ شلوار اور نہ عمامہ اور نہ کوئی ایسا کپڑا کہ چھوا ہو اس کو ورس نے یا زعفران نے۔

## ضبع (بجو) کا گوشت کھانا حرام ہے

عن عاصم بن ضمرة عن علی بن ابی طالب قال نهی رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عن کل ذی ناب من السباع وعن کل ذی مخلب من الطیر (طحاوی ج۲ ص۲۸۲)

حضرت عاصم بن ضمرہ سے مروی ہے یہ روایت کرتے ہیں حضرت علی بن ابی طالب سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے ہر ناخن والے درندے سے اور ہر چونچ والے پرندے سے۔ (طحاوی ج۲ ص۲۸۴)

عن مجاهد عن ابن عباس قال نهی رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عن اکل کل ذی ناب من السباع

حضرت مجاہد سے مروی ہے یہ بیان کرتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے ہر ناخن والے درندے کے کھانے سے۔

اور ضبع (بجو) کا شمار ناخن والے درندوں میں ہوتا ہے لہذا یہ کھانا منع ہے۔

## کسی لونڈی نے اپنے آقا کی اجازت سے نکاح کیا پھر آقا نے اسے آزاد کر دیا تو اسے نکاح توڑ دینے کا اختیار ہے

عَنْ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ زَوْجُ بَرِيرَةَ حُرًّا فَخَيَّرَهَا رَسُولُ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.

(ترمذی، باب ما جاء فی الامۃ تعتق ولھا زوج، ج۱ص۱۸۶،حسن صحیح)

حضرت عائشہ صدیقہ ﷞ فرماتی ہیں کہ بریرہ کے خاوند نے آزاد کردیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے اختیار دیا تھا (نکاح کے بارے میں)

## عمرہ کرنا مستحب ہے

عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْعُمْرَۃِ أَوَاجِبَۃٌ هِیَ قَالَ لَا وَأَنْ تَعْتَمِرُوا هُوَ أَفْضَلُ

(ترمذی، باب ماجاء فی العمرۃ اواجبۃ ھی ام لا، ج۱ ص۱۵۵)

حضرت جابر ﷛ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کیا عمرہ واجب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ البتہ تم عمرہ کرو یہ افضل ہے۔

## مردے کے ذمہ اگر فرض حج رہتا ہو تو اس کے ورثا پر قضا کرنا مستحب ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُرَیْدَۃَ عَنْ أَبِیہِ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَۃٌ إِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّ أُمِّی مَاتَتْ وَلَمْ تَحُجَّ أَفَأَحُجُّ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ حُجِّی عَنْهَا

(ترمذی باب ما جاء فی الحج عن الشیخ الکبیر والمیت ج۱ص۱۵۵)

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس نے کہا میری والدہ فوت ہوگئی اور اس نے حج نہیں کیا کیا میں اس کی طرف سے حج کرسکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اس کی طرف سے حج کرو۔

# نکاح میں کفو کا اعتبار

حدیث نمبر۱:

عن علی رضی اللہ عنہ رفعہ ثلاث لا تؤخر الصلاۃ إذآ نت والجنازۃ إذا حضرت والأیم إذا وجدت لها کفوًا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث مروی ہے۔فرمایا تین کاموں میں دیر نہ کرو نماز جب اس کا وقت ہو جائے اور جنازہ جب وہ حاضر ہو اور کنواری لڑکی جب اس کے جوڑ کا رشتہ دستیاب ہو۔

(امام سیوطی نے اس کو حسن کہا ہے (الجامع الصغیر ج۱ ص۱۱۸، اور حاکم اور ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے کمافی المستدرک ج۲ ص۱۶۲)

حدیث نمبر۲:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَخَيَّرُوا لِنُطَفِكُمْ وَانْكِحُوا الْأَكْفَاءَ وَأَنْكِحُوا اَيِّمَهُمْ.

(رواہ ابن ماجہ، باب الاکفاء، ص۱۴۲۔ فتح الباری ۹/ ۱۰۷۔ کنز العمال ۸/ ۳۴۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے نطفوں کے لیے عورتیں پسند کرو۔ نکاح کفو میں کرو اور بیواؤں کے نکاح کرو۔

# طلاق مکرہ واقع ہو جاتی ہے

حدیث نمبر۱:

عن صفوان بن غزوان الطائی ان رجلا کان نائمًا فقامت امرأته فاخذت سکینا فجلست علی صدرہ فوضعت السکین علی حلقه فقالت لتطلقی ثلاثا او لاذبحنك فناشدها اللہ فابت فطلقها ثلاثًا ثم اتی

**النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکر لہ ذلک فقال لا قیلولۃ فی الطلاق.**

(المحلی (فی الطلاق) ۱۰ص۲۰۳ بحوالہ نصب الرایہ ۴/ ۲۲۲)

حضرت صفوان بن غزوان الطائی سے روایت ہے کہ ایک آدمی سویا ہوا تھا اس کی بیوی اٹھی اور اس نے چھری پکڑی اور اپنے خاوند کے سینے پر بیٹھ گئی اور چھری اس کے حلق پر رکھ دی اور کہنے لگی مجھے تین طلاقیں دو ورنہ میں تجھے ذبح کردوں گی۔ تو اس کے خاوند نے اس کو اللہ کا واسطہ دیا لیکن اس کی بیوی نے انکار کر دیا تو اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی پھر وہ آدمی آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور سارا معاملہ آپ ﷺ کے سامنے بیان کر دیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ طلاق میں کوئی قیلولہ نہیں ہے۔

حدیث نمبر۲:

**اخرج عبدالرزاق فی مصنفہ عن ابن عمر انہ اجاز طلاق المکرۃ**

حضرت عبداللہ بن عمر مکرہ کی طلاق کو جائز قرار دیتے تھے۔

(الجوہر النقی فی الرد علی البیہقی ۷/ ۳۵۸ بحوالہ نصب الرایہ ۴/ ۲۲۲)

# طلاق کو نکاح کے ساتھ معلق کرنا

حدیث نمبر۱:

ایک آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں جس عورت سے بھی نکاں کرو، اسے تین طلاق ہو جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم نے نکاح کیا تو طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۲۰، ۴۲۱)

حدیث نمبر۲:

ایک آدمی نے کہا کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو وہ میرے لیے میری ماں کی طرح حرام ہوگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے حکم دیا کہ اگر اس نے اس

عورت سے نکاح کیا تو ظہار کا کفارہ دیئے بغیر ہرگز اس کے قریب نہ جائے۔
(موطا امام مالک ص ۵۱۵)

حدیث نمبر۳:

اسود بن یزید کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے کہا اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق اور پھر بعد میں اس عورت سے نکاح کر لیا جب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ عورت کو طلاق ہو چکی ہے لہٰذا اب اسے دوبارہ نکاح کا پیغام دو۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۴۲۱)

حدیث نمبر۴:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر کسی آدمی نے یوں کہا کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق ہو تو نکاح کے بعد طلاق واقع ہو جائے گی اور جتنی طلاقیں ایک یا دو تین کہی ہوں گی اتنی ہی واقع ہو جائیں گی۔
(موطا امام محمد ص ۲۵۴)

# ایک حیوان کو دو حیوانوں کے بدلہ بیچنا

حدیث نمبر۱:

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحیوان اثنین بواحد لا یصلح نسیئاً ولا بأس بہ یداً بید. (اعلاء السنن ج ۱۴ ص ۳۷۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک جانور کو دو جانوروں کے بدلے میں بیچنا یہ ادھار درست نہیں اور اگر نقد ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

حدیث نمبر۲:

عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یدی بأسا

بیع الحیوان بالحیوان اثنین بواحد ویکرهه نسیئة

(اعلاء السنن ج ۱۴ ص ۳۷۰)

کہ نبی علیہ السلام کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے ایک حیوان کو دو حیوان کے بدلے میں بیچنے میں (اگر نقد ہو) اور اگر ادھار ہو نا پسند سمجھتے تھے۔

# مسلمان کو کافر ذمی کے بدلے قتل کیا جائے گا

حدیث نمبر ۱:

عن ابن عمر أن رسول الله صلی الله علیه و سلم قتل مسلما بمعاهد (دار قطنی فی الحدود ص ۳۴۵ بحوالہ نصب الرایہ ج ۴ ص ۳۳۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو معاہد (ذمی) کے بدلے میں قتل کیا۔

حدیث نمبر ۲:

عن عبدالرحمن لبیلیانی أن رسول الله صلی الله علیه وسلم اتی برجل من المسلمین قتل معاهداً من اهل الذمة فقدمه رسول الله صلی الله علیه وسلم فضرب عنقه وقال انا اولی من اوفی بذمته.

(نصب الرایہ فی تخریج احادیث ہدایہ ج ۴ ص ۳۳۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مسلمان آدمی کو لایا گیا جس نے ذمی کو قتل کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف بڑھے اور اس کی گردن مار دی اور فرمایا میں زیادہ حق دار اس کی (حفاظت) کا جس نے اپنے ذمہ کو پورا کیا۔

حدیث نمبر ۳:

عن عبد الله بن عبد العزیز بن صالح الحضرمی قال قتل رسول

الله صلى الله عليه وسلم يوم حنين مسلما بكافر وقال انا اولى او احق من اوفى بذمته

نبی کریم ﷺ نے حنین کے دن مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل کیا اور فرمایا کہ میں زیادہ اولیٰ یا حق دار ہوں اس کی (حفاظت) کا جس نے اپنے ذمہ کو پورا کیا۔

(نصب الرایہ ج۴ص۳۳۶)

## گوہ کھانا مکروہ ہے

حدیث نمبر۱:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ قَالَ أُكِلَ الضَّبُّ عَلٰى مَائِدَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّمَا تَرَكَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقَذُّرًا

(ترمذی ج۲ص۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی علیہ السلام کے دستر خوان پر گوہ کھائی گئی اور آپ ﷺ نے اس کو چھوڑ دیا (یعنی نہیں کھایا) اس کی پلیدگی کی وجہ سے۔

حدیث نمبر۲:

عن عائشة انه اهدى لها ضب فاتاها رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فسالته فنهاها عنه امى عن اكله فجاء ت سائلة فارادت ان تطعمها اياه فقال رسول الله اتطعمينها ما لا تاكلين.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ان کے پاس ایک گوہ ہدیہ میں دی گئی۔ حضور علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے آپ ﷺ سے گوہ کے کھانے کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے اس کے کھانے سے منع فرما دیا۔ پھر ایک سوال کرنے والی خود حضرت عائشہ کے پاس آئی تو حضرت عائشہ نے ارادہ کیا کہ اس کو کھلا دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو اس کو وہ کھلاتی ہے جس کو تو خود نہیں

کھاتی ہے۔ (ترمذی حاشیہ نمبر ۶، ج ۲ ص ۱)

عن علی بن ابی طالب انه نهی اکل الضب و الضبع (حوالہ مذکوہ بالا)

حضرت علی رضی اللہ عنہ گوہ اور بجو کھانے سے منع کرتے تھے۔

## ناخن اور دانت سے ذبح کرنا درست ہے

عَن رافع بن خدیج قال قال رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کل یعنی ما انهر الدم الا السن و الظفر.

(بخاری، باب لا یزکی بالسن و العظم و الظفر، ج ۲ ص ۸۲۷)

حضرت رافع بن خدیج سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ کھاؤ یعنی ہر اس چیز سے ذبح شدہ جس سے خون بہایا جاتا ہے مگر دانت اور ناخن سے ذبح شدہ نہ کھاؤ۔

تشریح:

اس مسئلہ میں تفصیل یہ ہے کہ اگر ناخن اور دانت جسم سے الگ ہوں تو ذبیحہ درست ہے اگر الگ نہ ہوں تو درست نہیں ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں ذکر ہوا۔

## قصاص صرف تلوار سے ہی لیا جائے

عن ابی بکرة عن النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قال لا قود الا بالسیف

(ابن ماجہ ص ۱۹۶ بحوالہ نصب الرایہ ج ۴ ص ۳۴۱)

حضرت ابو بکرہ سے روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں کہ قصاص صرف تلوار سے ہے۔

عن النعمان بن بشیر قال قال رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لا

قود الا بالسیف

حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ قصاص صرف تلوار سے ہے۔

## مسلمان اور ذمی کی دیت برابر ہے ۔

**عن السامة بن زید ان رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جعل دية المعاهد كدية المسلم**

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کہ بے شک نبی ﷺ نے معاہد کی دیت مسلمان کی دیت جیسی مقرر کی (یعنی مسلمان اور کافر دونوں دیت میں برابر ہیں)

(نصب الرایہ ج۴ ص۳۶۷)

**عن سعيد بن المسيب قال قال رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دية كل ذی عهد فی عهده الف دينار.**

حضرت سعید بن میتب سے فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر ذی عہد (ذمی) کی دیت آپ ﷺ کے زمانے میں ایک ہزار دینار تھی۔

(نصب الرایہ ج۴ ص۳۶۶)

## کسی کے گھر میں جانکنے والے کی اگر کوئی غلطی سے آنکھ نکال دے تو ضمان (دیت) دے

حدیث نمبرا:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر کسی آدمی نے تیری اجازت کے بغیر تیرے گھر میں جھانکا اور تو نے اس کو کنکر مار دیا جس سے اس کی آنکھ پھوٹ گئی تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں۔ (بخاری)

تشریح:

اس روایت کے الفاظ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس مسلک کی تائید کرتے ہیں کہ قصداً آنکھ کو پھوڑنا درست نہیں، البتہ اگر کنکر مارنے سے آنکھ پھوٹ جائے تو کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ تاہم گناہ نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی دیت بھی لازم نہیں آئے گی کیوں کہ اس نے ناحق اس کی آنکھ پھوڑی ہے۔ چنانچہ خطا ہونے کی وجہ سے اگرچہ اس پر قصاص لازم نہیں آتا لیکن دیت بہرحال لازم آئے گی۔

حدیث نمبر۲:

عبداللہ بن ابوبکر سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے ایک فیصلہ لکھا جس میں یہ تھا کہ آنکھ کی دیت پچاس اونٹ ہیں۔

(مصنف عبدالرزاق ۹/۳۲۶)

# استنجا کے لیے جتنے مرضی ڈھیلے استعمال کرے کوئی عدد سنت نہیں

حدیث نمبر۱:

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ اتَّبَعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَخَرَجَ لِحَاجَتِهِ فَكَانَ لَا یَلْتَفِتُ فَدَنَوْتُ مِنْهُ فَقَالَ ابْغِنِی أَحْجَارًا أَسْتَنْفِضْ بِهَا أَوْ نَحْوَهُ وَلَا تَأْتِنِی بِعَظْمٍ وَلَا رَوْثٍ فَأَتَیْتُهُ بِأَحْجَارٍ بِطَرَفِ ثِیَابِی فَوَضَعْتُهَا إِلَی جَنْبِهِ وَأَعْرَضْتُ عَنْهُ فَلَمَّا قَضَی أَتْبَعَهُ بِهِنَّ

(بخاری، باب الاستنجاء بالحجارة، ج۱ ص۲۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت

کے لیے نکلے تو میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے گیا۔ آپ ﷺ ادھر اُدھر نہیں دیکھتے تھے۔ میں آپ ﷺ کے قریب ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے پتھر تلاش کر کے لا کر دو میں ان سے استنجا کروں گا اور میرے پاس ہڈی اور گوبر نہ لانا۔ میں اپنے کپڑے میں پتھر لے کر آیا، پس وہ میں نے آپ ﷺ کے پہلو میں لا کر رکھ دیے اور آپ ﷺ سے منہ پھیر لیا۔ جب آپ ﷺ قضاء حاجت سے فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ نے ان پتھروں سے استنجاء کیا۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈھیلوں کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے کیوں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کپڑے میں ڈھیلے لائے تھے کتنے لائے تھے اس کی تعیین نہیں ہے اور آپ ﷺ نے کتنے ڈھیلے استعمال کیے اس بات کا بھی کوئی یقین نہیں ہے۔

**حدیث نمبر۲:**

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ قضاء حاجت کے لیے آئے اور مجھے حکم دیا کہ میں آپ ﷺ کو تین پتھر (یا مٹی کے ڈھیلے) لا کر دوں، پس مجھے دو پتھر مل گئے میں نے تیسرے پتھر کو تلاش کیا تو وہ مجھے نہیں ملا تو میں نے گوبر (کا ٹکڑا) اٹھا لیا پس وہ آپ ﷺ کے پاس لے آیا۔ آپ ﷺ نے دو پتھر لے لیے اور گوبر کو پھینک دیا اور فرمایا یہ نجس ہے۔

**(بخاری، کتاب الوضوء، باب لا یستنجی بروث جلد اول)**

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے دو پر اکتفا فرمایا اگر تین ہی واجب ہوتے تو آپ ﷺ دو پر اکتفا نہ فرماتے۔ امام ترمذی نے اس حدیث پر **باب الاستنجاء بالحجرین** کا عنوان قائم کر کے یہی بتلایا ہے کہ اس واقعہ میں دو پر اکتفا فرمایا گیا۔

**نوٹ:**

اگر کوئی تین پتھر استعمال کر لے تو حنفی اس کو مستحب یا جائز کہتے ہیں۔ مگر واجب یا سنت مؤکدہ نہیں کہتے۔

# نمازشکرانہ یا سجدہ شکر

**حدیث نمبر۱:**

شعثا بیان کرتی ہیں میں نے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کو دو رکعت ادا کرتے ہوئے دیکھا بعد میں انہوں نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کے وقت دو رکعت اس وقت ادا کی تھی جب (غزوہ بدر کے موقع پر) آپ کو فتح کی خوش خبری سنائی گئی (راوی کو شک ہے) یا شاید ابو جہل کے سر (لائے جانے کی خوش خبری سنائی گئی)

(سنن دارمی جلد اول، باب فی سجدۃ الشکر)

**حدیث نمبر۲:**

عبداللہ بن ابی اوفی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ابو جہل کے سر کی خوش خبری سنائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی۔

(ابن ماجہ، باب ما جاء فی الصلوٰۃ والسجدۃ عند الشکر)

# ظہر کا آخر وقت دو مثل پر ہوتا ہے

**حدیث نمبر۱:**

عَنْ أَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ لِلظُّهْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْرِدْ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ أَبْرِدْ حَتَّى رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُولِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ

(بخاری، مواقیت الصلوۃ، باب الابراد بالظہر فی السفر، ج۱ ص۷۷ ومسلم باب استحباب الابراد بالظہر، ج۱ ص۲۲٤)

حضرت ابوذر غفاری سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

ایک سفر پر تھے موذن نے ارادہ کیا ظہر کے لیے اذان کہنے کا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ٹھنڈے وقت میں۔ اس نے پھر اذان کہنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا ٹھنڈے وقت میں یہاں تک کہ جب ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھا تو نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک گرمی کی شدت جہنم کے جوش مارنے کی وجہ سے ہے۔ جب گرمی سخت ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔

حدیث نمبر۲:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا عَنِ الصَّلَاةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ

(ترمذی، باب ما جاء فی تاخیر الظهر، ج۱ ص۴۰. نسائی، باب الابراد بالظهر، ج۱ ص۸۷. وابوداؤد، باب فی صلوٰة الظهر، ج۱ ص۵۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب گرمی زیادہ ہو جائے تو نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو (یعنی تاخیر سے پڑھو) بے شک گرمی زیادہ ہونا جہنم کے جوش مارنے کی وجہ سے ہے۔

حدیث نمبر۳:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ظہر کی نماز پڑھو جب تمہارا سایہ ایک مثل ہو۔ اور عصر کی نماز پڑھو جب تمہارا سایہ دو مثل ہو۔

(موطا امام مالک ص۶۔ مصنف عبدالرزاق ج۱ ص۵۴۲)

# بہشتی زیور

پر

# اعتراضات کے جوابات

مرتب

پیر جی سید مشتاق علی شاہ

پیر جی کتب خانہ

محلہ گوبند گڑھ گلی نمبر 8 مکان نمبر C/36 کالج روڈ گوجرانوالہ

# فہرست مضامین


| عنوان | صفحہ | عنوان | صفحہ |
|---|---|---|---|
| اعتراض نمبر۱ | 4 | اعتراض نمبر۶ | 15 |
| الٹاوضوکرنے سے وضو ہوجاتا ہے | 4 | ہاتھ میں کوئی نجس چیز لگی تھی اس | |
| اعتراض نمبر۲ | 7 | کو زبان سے تین بار چاٹ لیا | |
| چھوٹی لڑکی سے اگر صحبت کی | | تو ہاتھ پاک ہوجائے گا | 15 |
| تو اس پر غسل فرض نہیں | 7 | اعتراض نمبر۷ | 16 |
| اعتراض نمبر۳ (الف) | 8 | کتا نجس نہیں | 16 |
| کتا، بلی، بندر، شیر کی کھال | | اعتراض نمبر۸ | 17 |
| پاک ہے | 8 | بچے کی پیدائش کے وقت بھی | |
| اعتراض نمبر۳ (ب) | 9 | نماز معاف نہیں | 17 |
| بسم اللہ کہہ کر ذبح کرنے سے بھی | | اعتراض نمبر۹ | 18 |
| کھال پاک ہوجاتی ہے | 9 | سبحان ربی العظیم اگر نہیں پڑھا | |
| اعتراض نمبر۴ | 10 | تو سجدہ سہو واجب نہیں | 18 |
| درہم کے برابر گندگی معاف ہے | 10 | اعتراض نمبر۱۰ | 19 |
| اعتراض نمبر۵ | 14 | فرض نماز کی پچھلی دو رکعتوں | |
| چوتھائی حصہ سے کم گندگی معاف ہے | 14 | میں قرأۃ کا مسئلہ | 19 |

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| **اعتراض نمبر ۱۱** | **21** |
| گاؤں میں طلوع فجر کے بعد اور عید کی نماز سے پہلے قربانی کرنا | 21 |
| **اعتراض نمبر ۱۲** | **22** |
| نکاح کے بعد اور رخصتی سے پہلے بچے کی پیدائش | 22 |
| **اعتراض نمبر ۱۳** | **22** |
| بچے کے حرامی اور حلالی ہونے کا مسئلہ | 22 |
| **اعتراض نمبر ۱۴** | **25** |
| ناپاک تیل اور چربی کا صابن بنالیا جائے تو پاک ہو جائے گا | 25 |
| **اعتراض نمبر ۱۵** | **26** |
| وضو کرنے کے بعد اگر کسی کو شبہ ہو جائے تو وہ آخری عضو دھولے | 26 |
| **اعتراض نمبر ۱۶** | **27** |
| کپڑا لپیٹ کر جماع کرنے سے غسل فرض نہ ہوگا | 27 |
| **اعتراض نمبر ۱۷** | **28** |
| اگر کوئی مرد اپنا خاص حصہ کسی مرد یا عورت کی ناف میں داخل کرے تو جب تک منی نہ نکلے غسل فرض نہیں | 28 |
| **اعتراض نمبر ۱۸** | **28** |
| ناپاک چادر میں نماز | 28 |
| **اعتراض نمبر ۱۹** | **30** |
| نمازی کا کپڑا کسی سوکھے نجس مقام پر پڑتا ہو تو کچھ حرج نہیں | 30 |

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## اعتراض نمبر ۱:

بہشتی زیور میں لکھا ہے اگر کوئی الٹا وضو کرلے کہ پاؤں پہلے دھولے پھر مسح کرے پھر دونوں ہاتھ دھو ڈالے یا کسی اور طرح الٹ پلٹ کر وضو کرے تو بھی وضو ہو جاتا ہے۔

(بہشتی زیور حصہ اوّل ص٤٦ مسئلہ نمبر١٨)

## جواب:

معترض نے یہاں پر کئی خیانتیں کی ہیں۔

## پہلی خیانت:

بہشتی زیور حصہ اول ص ۴۵ پر عنوان ہے وضو کا بیان۔ اس میں بالترتیب مکمل وضو کا طریقہ لکھا ہے اور شروع ہی یہاں سے کیا ہے کہ وضو کرنے والے کو چاہیے...... یہ وضو کرنے کا طریقہ ہے...... اس طریقہ پر ہی سب حنفیوں کا عمل ہے لیکن معترض نے اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ یہ حق پوشی اور خیانت کن کا شیوہ ہے۔

## دوسری خیانت:

بہشتی زیور حصہ اول ص ۴۶، ج ۱، مسئلہ نمبر ۱۸: سنت یہی ہے کہ اس طرح وضو کرے جس طرح ہم نے اوپر بیان کیا۔ اور اگر کوئی الٹا وضو کرلے تو پہلے پاؤں دھو ڈالے پھر سر کا مسح کرے۔ پھر دونوں ہاتھ دھوئے پھر منہ دھو ڈالے اور کسی طرح الٹ پلٹ کر وضو کرے تو بھی وضو ہو جاتا ہے۔ لیکن سنت کے موافق وضو نہیں ہوتا اور گناہ کا خوف ہے۔ دیکھو اس عبارت نقل کرنے میں اول اور آخر سے خط کشیدہ عبارت نہیں لکھی۔

## تیسری خیانت:

اسی صفحہ پر مسئلہ ۱۶ میں بھی وضو کی ترتیب کو سنت لکھا ہے اور اس سے پہلے یہ بھی لکھا ہے وضو میں بعض باتیں ایسی ہیں کہ ان کے چھوٹ جانے سے وضو تو ہو جاتا ہے۔ لیکن ان کے کرنے سے ثواب ملتا ہے اور شریعت میں ان کے کرنے کی تاکید بھی آئی ہے۔ اگر کوئی اکثر چھوڑ دیا کرے تو گناہ ہوتا ہے ایسی چیزوں کو سنت کہتے ہیں۔ (ص ٤٦ ج ١)

دیکھو ایک مسئلہ کے بیان میں تین خیانتیں وہ بھی اردو کتاب میں نہ تو فقہ پر اعتراض کرتے وقت ان کو اللہ کا فرمان یاد رہتا ہے۔

﴿وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ۝﴾ (یوسف: ٥٢) ''اور یہ کہ اللہ نہیں چلاتا فریب دغا بازوں کا''

اور نہ فرمان رسول ﷺ یاد رہتا ہے کہ خیانت منافق کی عادت ہے۔

## سنت دشمنی:

فقہ دشمنی نے ان کو سنت دشمنی تک پہنچا دیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے تاکیداً فرمایا ہے عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ میری سنت کو لازم پکڑو۔ بہشتی زیور میں سنت کے مطابق بالترتیب وضو کا مکمل طریقہ لکھا ہے اور اسی کی تاکید ہے کہ سنت کے مطابق وضو کرو اور سب سنی بہشتی زیور میں مذکورہ طریقہ کے مطابق سنت طریقہ سے وضو کرتے ہیں مگر یہ خود ساختہ اہل حدیث سنت پر عمل کرنے والوں کو دعوت عمل دے رہا ہے کہ تم خلاف سنت وضو کیا کرو جس کو بہشتی زیور میں خلاف سنت بھی کہا۔ یہ بھی کہا کہ خلاف سنت پر ثواب نہیں ملتا۔ اور یہ بھی لکھا کہ گناہ ہوتا ہے۔

## حدیث دشمنی:

آنحضرت ﷺ کی عادت مبارک کو سنت کہتے ہیں آپ ﷺ کا باترتیب وضو تقریباً

۲۲ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت فرمایا جیسا کہ نصب الرایہ اور کشف النقاب کے مطالعہ سے ظاہر ہے اور یہ وضو امت میں عملاً بھی متواتر ہے۔ لیکن بعض اوقات بیان جواز کے لیے عادت مبارک کے خلاف بھی کوئی بات حدیث میں مذکور ہوتی ہے۔ مثلاً اسی مسئلہ میں مسند احمد، ابوداؤد اور مختارہ ضیاء میں حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا پہلے دونوں ہتھیلیاں تین بار دھوئیں اور تین بار چہرہ دھویا۔ پھر دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئے پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر سر اور کانوں کا مسح کیا۔
(احیاء السنن ص٣٦ ج١)

اور دار قطنی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ بیان فرمایا کہ کلی فرمائی ناک میں پانی ڈالا، چہرہ مبارک تین مرتبہ دھویا اور تین مرتبہ ہاتھ دھوئے اور تین مرتبہ پاؤں دھوئے پھر سر کا مسح فرمایا۔(نصب الرایہ ص٣٥ ج١)

اب دیکھیے امام احمد (م۲۴۱ھ) میں، امام ابوداؤد (م۲۷۵ھ) میں، امام دار قطنی (م۳۸۵ھ) میں، امام ضیاء (م۶۴۳ھ) میں گزرے ان چاروں حدیث کی کتابوں میں بے ترتیب وضو کا ذکر ہے۔ ان پر تو اعتراض نہیں کیا، اور نہ ہی معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اعتراض ہو تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب پر جو چودھویں صدی میں لکھی گئی۔

## خلیفہ راشد سے دشمنی:

حدیث کی کتاب مصنف ابوبکر ابن ابی شیبہ ہے۔ یہ ابوبکر بن ابی شیبہ امام بخاری، امام داؤد اور ابن ماجہ کے استاد ہیں۔ ان کی وفات ۲۳۵ھ میں ہے۔ اس کتاب کے سب راوی خیر القرون کے ہیں۔ اس میں ص۵۵ ج۱، پر پورا باب ہے اس آدمی کے وضو کا بیان جو ہاتھ دھونے سے پہلے دونوں پاؤں دھوئے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل فرمایا ہے کہ مجھے پرواہ نہیں جس طرح بھی وضو کروں اور جس عضو سے چاہوں شروع کروں اور دوسرا فرمان نقل فرمایا ہے۔ کوئی بات نہیں کہ میں دائیں عضو سے پہلے بایاں دھولوں۔ سیدنا علی

کرم اللہ وجہہ پر اس مسئلہ میں اعتراض نہ کرنا اور بہشتی زیور جو ۱۳۴۲ھ میں لکھی گئی۔ اس کے خلاف زبان درازی کرنا یہ بات عقل سے بالاتر ہے۔

**صحابہ رضی اللہ عنہم دشمنی:**

امام ابوبکر بن ابی شیبہ ۲۳۵ھ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ م ۳۲ھ سے نقل فرماتے ہیں کوئی بات نہیں کہ تو وضو میں دونوں پاؤں دونوں ہاتھوں سے پہلے دھولے۔ (ص ۵۵ ج ۱) اس کے راوی مدینہ کے مشہور تابع امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اس کے برعکس نہ کسی حدیث نبوی میں، نہ کسی خلیفہ راشد سے، نہ کسی اور صحابی سے، نہ کسی تابعی یا تبع تابعی سے ثابت ہے کہ سنت کے رہ جانے سے وضو ہوتا ہی نہیں۔ بلکہ یہ لوگ محدثین دشمنی میں بھی آگے آگے ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۷۹ھ) نے ترمذی شریف ص ۱۴، ج ۱ پر صراحت فرمائی ہے کہ سنت کے رہ جانے سے وضو ہو جاتا ہے لیکن اعتراض کرنے والا اتنا اندھا ہے اسے پتہ نہیں کہ وہ کس کس پر حملہ کر رہا ہے۔ یہ بات پھر یاد رکھیں کہ حدیث کی کتابوں میں دونوں طرح کی روایات ہیں با ترتیب وضو کی بھی اور بے ترتیب وضو کی بھی۔ لیکن فقہ نے صاف صاف سمجھا دیا کہ سنت تو با ترتیب وضو کرنا ہی ہے لیکن اگر کبھی کسی وجہ سے بے ترتیب ہو جائے تو اس وضو سے نماز ہو جائے گی اگرچہ ایک سنت کے ثواب سے محروم رہا اور اگر زیادہ دفعہ ایسا کرے گا تو گناہ بھی ہوگا۔ دیکھو ایک آدمی وضو کر کے مسجد میں آ گیا۔ دوسرے شخص نے دیکھ کر بتا دیا کہ کہنی کے قریب تھوڑی سی جگہ خشک رہ گئی ہے۔ اب اس نے صرف کہنی پر پانی بہا لیا۔ اب کہنی پاؤں کے بعد دھلی۔ وضو کی ترتیب ٹوٹ گئی۔ کیا کسی حدیث میں ہے کہ اس وضو سے اس کی نماز ادا نہیں ہوئی آہ! یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے کہ فقہ قرآن اور حدیث کے خلاف ہے۔

**اعتراض نمبر ۲:**

چھوٹی لڑکی سے اگر کسی مرد نے صحبت کی، جو ابھی جوان نہیں ہوئی تو اس پر غسل

واجب نہیں۔(بھشتی زیور حصہ اول ص ۷۵ مسئلہ نمبر ۵)

## جواب:

جھوٹ اور خیانت کے بغیر غیر مقلدین کی کوئی بات نہیں ہوتی، بہشتی زیور میں آگے یہ بھی لکھا ہے لیکن عادت ڈالنے کے لیے اس سے غسل کرانا چاہیے۔(ص ۷۵ ج ۱)

یہ بتایا جائے کہ یہ مسئلہ کس آیت یا کس حدیث کے خلاف ہے۔

غیر مقلد نہ کوئی آیت پیش کر سکا اور نہ کوئی حدیث جس سے معلوم ہو گیا کہ اس کی یہ بات کہ ''فقہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔'' یہ قرآن پر بھی جھوٹ ہے، حدیث پر بھی جھوٹ ہے اور فقہ پر بھی جھوٹ ہے۔

## رسول ﷺ دشمنی:

جناب رسول اقدس ﷺ کا فرمان تو یہ ہے کہ بچہ جب تک بالغ نہ ہو وہ مرفوع القلم ہے یعنی اس پر کچھ بھی فرض ہے نہ واجب، لیکن یہ غیر مقلد فقہ دشمنی میں رسول ﷺ دشمنی تک جا پہنچا۔ رسول پاک ﷺ نابالغ پر کچھ واجب نہیں کرتے مگر یہ غیر مقلد غیر واجب کو واجب کر رہے ہیں، چھوٹی لڑکی کو انزال ہی نہیں ہوتا۔ غیر مقلد کو بہشتی زیور کے اس مسئلہ پر تو اعتراض ہے جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ ۲۵۶ھ ائمہ اربعہ کے خلاف اس بات کے قائل ہیں کہ جوان عورت کو بھی انزال نہ ہو تو غسل کر لے تو زیادہ احتیاط ہے لیکن وضو بھی کافی ہے۔ (بخاری مع تیسیر الباری ص ۱۸٤ ج ۱) یہاں اعتراض کیوں نہ کیا۔

## اعتراض نمبر ۳ (الف):

کتا، بلی، بندر، شیر وغیرہ کی کھال بنانے سے پاک ہو جاتی ہے۔

(بہشتی زیور ص ٦١)

اعتراض نمبر۳ (ب):

بسم اللہ کہہ کر ذبح کرنے سے بھی کھال پاک ہو جاتی ہے۔

(بهشتی زیور حصه اول ص ٦١ مسئله ٢٣)

جواب:

دونوں اعتراض کا جواب اکٹھا ملاحظہ فرمائیں۔

خیانت کے بغیر حوالہ دینا شاید غیر مقلدین کے ہاں بہت بڑا گناہ ہے۔ بہشتی زیور میں آگے لکھا ہے بنائی ہو یا بے بنائی البتہ ذبح کرنے سے ان کا گوشت پاک نہیں ہوتا۔ اور ان کا کھانا درست نہیں۔ (بهشتی زیور ص ٦١ ج ١)

اچھا اب وہ آیت یا حدیث دکھائیں جو اس مسئلہ کے خلاف ہو ورنہ اعتراف کرو کہ ہم فقہ دشمنی میں اتنے آگے ہیں کہ قرآن وحدیث پر بھی جھوٹ بولتے ہیں۔ آپ کی فقہ نبوی کی کتاب نزل الابرار من فقہ النبی المختار حصہ اول رجب ۱۳۲۸ھ میں شائع ہوئی۔ اس میں بھی یہی مسئلہ لکھا ہے: **وما يطهر بالدباغة يطهر بالزكوة وهل يشترط لطهارة جلده كون الزكاة شرعية فيه قولان.** (ص ٣٠ ج ١) جو دباغت سے پاک ہو جاتی ہے وہ ذبح سے بھی پاک ہو جاتی ہے اور کھال کے پاک ہونے میں شرعی ذبح کی شرط ہونے میں دو قول ہیں۔ یعنی ایک قول غیر شرعی ذبح یعنی جھٹکا سے بھی کھال پاک ہو جاتی ہے۔ جب یہ مسئلہ ۱۳۲۸ھ میں نبی پاک ﷺ کے سر ڈال کر شائع کر دیا گیا تو آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہوا۔ لیکن بہشتی زیور پر فوراً اعتراض کر دیا۔ کیا قرآن پاک نے ذبح کو زکوٰۃ فرمایا ہے یا نہیں۔ بہشتی زیور کے پہلے حصہ میں ۴۹ عقائد اور ۲۳۶ فقہی مسائل تھے۔ جن میں سے صرف تین مسائل پر غیر مقلد نے اعتراض کیے ان میں سے بھی کسی ایک کو بھی نہ قرآن کے خلاف ثابت کر سکا نہ حدیث کے۔ **فللہ الحمد**

## اعتراض نمبر۴:

بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ نجاست غلیظہ میں سے اگر پتلی بہنے والی چیز کپڑے یا بدن میں لگ جائے تو اگر پھیلاؤ میں روپے کے برابر یا اس سے کم ہو تو معاف ہے بغیر ہٹائے اگر نماز پڑھے تو ہو جائے گی اگر نجاست غلیظہ میں گاڑھی چیز لگ جائے۔ جیسے پاخانہ اور مرغی کی بیٹ وغیرہ۔ تو اگر وزن میں ساڑھے چار ماشہ یا اس سے کم ہو تو بے دھوئے ہوئے نماز درست ہے۔(بهشتی زیور ص ۱۰۲ حصه دوم مسئله نمبر ٦ نجاست کے پاک کرنے کا بیان)

## جواب:

خیانت اور فریب میں واقعی آپ لوگ اپنی مثال آپ ہیں، شیطان تو ایک سچ بول گیا تھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو آیت الکرسی بتا گیا تھا جہاں پڑھی جائے یہ نہیں آتا۔ لیکن آپ کی قسمت میں زندگی میں شاید ایک بھی سچ نہیں۔ دیکھو آگے صاف لکھا ہے کہ لیکن نہ دھونا اور نماز پڑھتے رہنا مکروہ اور برا ہے۔ (ص۳، ج۲) اور در مختار و شامی میں صراحت ہے کہ مکروہ تحریمی ہے۔ اب آپ وہ آیت یا حدیث لکھوائیں جس میں اس مسئلہ کا صاف صاف غلط ہونا مذکور ہے۔ مگر قرآن وحدیث کا لفظ تو وہ صرف جھوٹ بولنے کے لیے بولتے ہیں۔ اب آئیے پہلے یہ پتہ کریں کہ نجاست غلیظہ کن کن کو کہتے ہیں۔

## مسئلہ۲:

خون اور آدمی کا پاخانہ، پیشاب اور منی اور شراب اور کتے بلی کا پاخانہ اور پیشاب اور سور کا گوشت اور اس کے بال ہڈی وغیرہ اس کی ساری چیزیں اور گھوڑے، گدھے اور خچر کی لید اور گائے بیل بھینس وغیرہ کا گوبر اور بکری بھیڑ کی مینگنی غرضیکہ سب جانوروں کا پاخانہ اور مرغی اور بطخ اور مرغابی کی بیٹ اور گدھے اور سب حرام جانوروں کا پیشاب یہ سب چیزیں نجاست غلیظہ ہیں۔(بهشتی زیور ص ۲ حصه ۲)

اب ذرا آپ اپنی خود ساختہ فقہ محمدی پڑھیں اس میں لکھا ہے، منی پاک ہے خشک ہو یا تر، گاڑھی ہو یا پتلی، حیض کے خون کے سوا سب خون پاک ہیں۔ شرمگاہ کی رطوبت بھی پاک ہے، شراب پاک ہے، ہر حلال اور حرام جانور کا پیشاب پاک ہے حتی کہ کتے کے پیشاب پاخانے کے ناپاک ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ خنزیر اور کتے کا لعاب پاک ہے۔ (نزل الابرار ص٤٩ ج١)

خنزیر پاک ہے اگرچہ اس کا کھانا حرام ہے۔ (بدور الاھلہ ص١٦)

حلال اور حرام جانوروں کا دودھ پاک ہے۔ (بدور الاھلہ ص١٨)

اب غور کریں کہ فقہ حنفی میں خون، منی، شراب، ہر جانور کا پیشاب، خنزیر، گائے، بیل، بھینس کا گوبر، بکری بھیڑ کی مینگنی، مرغی بطخ اور مرغابی کی بیٹ، گدھے خچر اور سب حرام جانوروں کا پیشاب ایک درہم کے برابر لگا ہو تو نماز مکروہ ہوگی اور نمازی گناہ گار ہوگا۔ آپ کے ہاں یہ سب کی سب چیزیں پاک ہیں جب یہ پاک ہوئیں تو پھر پورا جسم بھی ان سے لت پت ہو، کپڑے بھی اور جانماز بھی تو آپ کے نزدیک بھی نماز ہو جائے گی۔

ہمارے ہاں انسان کا پیشاب پاخانہ اور حیض کا خون ناپاک ہیں۔ آپ کے ہاں یہ مسئلہ کہ "ہر کہ جامہ ناپاک نماز گزارد نمازش صحیح ست" (عرف الجادی ص٢٢)

یعنی نمازی کے کپڑے نجس ہوں (پیشاب پاخانہ خون حیض میں لت پت ہوں) تو بھی نماز صحیح ہے۔

کیوں کہ شرمگاہ چھپانا تو آپ کے ہاں ضروری نہیں جیسا کہ نواب نور الحسن بن نواب صدیق حسن نے لکھا ہے ہر کہ در نہیں نماز عورتش نمایاں شد نمازش صحیح ست۔

(عرف الجادی ص٢٢)

کہ نماز میں شرمگاہ ننگی رہے تو نماز صحیح ہے۔

## استنجاء کا بیان:

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی تین پتھروں سے استنجاء کرے تو وہ کافی ہے۔
(مسند احمد ص۱۰۸ ج۶، ص۱۳۳ ج۶۔ دارمی ص۹۱۔ ابوداؤد ص۶ ج۱۔ نسائی ص۱۸ ج۱)

اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی روایت کرتے ہیں کہ تین پتھروں سے استنجاء کافی ہے۔(مجمع الزوائد ص۲۱۱ ج۱ بحواله طبرانی)

اور حضرت عروہ کی مرسل حدیث میں ہے ثلاثة احجار تفني في الاستنجاء.
(مطالب العاليه ص۱۸ ج۱)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قول یہی ہے کہ پتھروں سے استنجاء کافی ہے اگرچہ پانی سے پاخانہ کا مقام نہ دھوئے۔ امام سفیان ثوری، عبداللہ بن المبارک، شافعی، احمد اور اسحاق یہی فرماتے ہیں۔(ص۱۰ ج۱)

اور پھر پانی استنجاء کے باب میں امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اہل علم حضرات اگرچہ پتھروں سے استنجاء کافی سمجھتے ہیں۔ لیکن پانی سے استنجاء کو بہتر سمجھتے ہیں۔ یہاں بھی ان ہی پانچ اماموں کے نام لکھے ہیں۔(ترمذی ص۱۱ ج۱)

اس بات میں شک نہیں کہ ڈھیلے سے نجاست بالکل ختم نہیں ہوتی خشک ہو جاتی ہے تو جب بالاتفاق پانی سے استنجاء کیے بغیر نماز جائز ہے تو اتنی مقدار قابل برداشت ہوئی۔ فقہاء اس مقام کا نام نہیں لیتے کیوں کہ احیاء ایمان کا شعبہ ہے مقام استنجاء کی تعبیر درہم سے کر دیتے ہیں۔ اور یہ تعبیر بھی صاحب بہشتی زیور نے نئی نہیں کی بلکہ امام ابوبکر بن ابی شیبہ (م۲۳۵ھ) نے درہم کا لفظ سعید المسیب (م۹۰ھ)، حکیم بن عتبہ (م۱۱۳ھ)، حماد بن ابی سلیمان (م۱۲۰ھ) زہری، ابراہیم نخعی (م۹۵ھ) سے نقل کی ہے۔(ص۴۲۹ ج۱)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر نجاست ایک درہم یا اس سے کم ہو گی تو نماز ہو گئی مگر اس نے برا کام کیا۔(المبسوط ص ٦٣ ج ١)

اگر ایک درہم ہو گی تو اجماع ہے کہ نماز مکروہ ہو گی۔(البحر الرائق ص ٢٢٨ ج ١)

اگر نجاست ایک درہم سے کم ہو تو دھونا مستحب ہے۔ایک درہم کے برابر ہو تو دھونا واجب ہے اور ایک درہم سے زائد ہو تو دھونا فرض ہے۔(منحة الخالق ص ٢٢٨ ج ١)

اس سے بڑھ کر سنئے! امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ احادیث کے ساتھ ساتھ فقہاء کے مذاہب بھی نقل کرتے ہیں وہ باب غسل دم الحائض میں فرماتے ہیں "بعض اہل علم تابعین کا کہنا ہے کہ اگر (خون حیض) ایک درہم کے برابر لگا ہو اور بے دھوئے نماز پڑھ لی تو نماز دہرانا ہو گی (مگر ان کا نام امام ترمذی نے ذکر نہیں کیا) اور ان تابعین میں سے بعض نے کہا کہ اگر درہم سے زیادہ لگا ہو اور نماز پڑھ لی تو نماز دہرانا ہو گی (ایک درہم پر دہرانا نہیں) اور یہی قول سفیان ثوری اور ابن المبارک کا ہے۔اور بعض اہل تابعین تو کہتے ہیں کہ درہم سے زیادہ بھی لگا ہو تو نماز دہرانا ضروری نہیں یہی قول امام احمد اور اسحاق کا ہے۔اور امام شافعی کا قول ہے کہ اگر ایک درہم سے کم ہو تو بھی نماز دہرائی جائے اور انہوں نے اس قول میں تشدد کیا ہے۔(ص ٣٥ ج ١)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی تابعی وغیرہ کا حوالہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے ساتھ نہیں دیا اور ان کے قول کو اعتدال سے ہٹا ہوا اور سخت بھی فرما دیا ہے۔ چنانچہ آج تک شوافع اس قول کی سختی کو محسوس کر کے چھوڑ بھی دیتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "میرے استاد علامہ ابو طاہر شافعی نے اپنے شیخ الحسن العجیبی حنفی سے نقل کیا کہ وہ ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم نجاست قلیلہ میں زیادہ تنگی اور عورتوں پر زیادہ تشدد نہ کیا کریں۔ اور اس بارے میں ہم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب اختیار کریں کہ درہم سے کم مقدار معاف ہے۔اور ہمارے شیخ ابو طاہر (شافعی) اسی

قول کو پسند فرماتے تھے اور اسی پر عامل تھے۔(عقد الجید ص ۱۵۲)

اب ان اعتراض کرنے والے غیر مقلدین کا نہ کتب احادیث پر اعتراض نہ تابعین پر نہ امام ترمذی پر اور نزلہ بر عضو ضعیف ے ریزد کہ سارغصہ بہشتی زیور پر۔ بلکہ ترمذی شریف سے تو معلوم ہوا کہ امام احمد ایک درہم سے زائد نجاست لگی ہو اور نماز پڑھ لی جائے تو بھی لوٹانا ضرور نہیں فرماتے۔

غیر مقلدو! تم صرف حنفیوں کو دعوت عمل دیتے ہو۔ سعودیہ کے حنابلہ کو دعوت عمل کیوں نہیں دیتے۔

## اعتراض نمبر۵:

اگر نجاست خفیفہ کپڑے یا بدن میں لگ جائے تو جس حصہ میں لگی ہے اگر اس کے چوتھائی سے کم ہو تو معاف ہے۔

(بہشتی زیور حصہ دوم ص ۱۰۳ مسئلہ نمبر ۷ نجاست کے پاک کرنے کا بیان)

## جواب:

غیر مقلدین کی خیانت: اس عبارت سے آگے ہے کہ ”اگر چوتھائی یا اس سے زیادہ ہو تو معاف نہیں، یعنی اگر آستین میں لگی ہے تو آستین کی چوتھائی سے کم ہو۔ اگر کلی میں لگی ہے تو اس کی چوتھائی سے کم ہو۔ اگر دوپٹہ میں لگی ہے تو اس کی چوتھائی سے کم ہو تب معاف ہے۔ اسی طرح اگر نجاست خفیفہ ہاتھ میں لگی ہے تو ہاتھ کی چوتھائی سے کم ہو تو معاف ہے۔ اسی طرح اگر ٹانگ میں لگ جائے تو اس کی چوتھائی سے کم ہو تب معاف ہے۔ غرضیکہ جس عضو میں لگے اس کی چوتھائی سے کم ہو اور اگر پوری چوتھائی ہو تو معاف نہیں، اس کا دھونا واجب ہے۔ یعنی بے دھوئے ہوئے نماز درست نہیں۔“ (ص ۳ ج ۲)

اور معاف ہونے کا مطلب بھی پچھلے مسئلہ میں آ گیا کہ نماز دہرانا ضروری نہیں۔

البتہ اتنی نجاست سے نماز پڑھنا مکروہ اور بُرا ہے۔ یہ بات بھی معترض نے بیان نہیں کی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ نجاست خفیفہ کس کو کہتے ہیں؟

بہشتی زیور مسئلہ ۴: حرام پرندوں کی بیٹ اور حلال جانوروں کا پیشاب جیسے بکری، گائے، بھینس وغیرہ اور گھوڑے کا پیشاب نجاست خفیفہ ہے۔ (ص ۲ ج ۲)

یاد رہے جو چیزیں ہمارے ہاں نجاست خفیفہ ہیں، جیسے حلال جانوروں کا پیشاب، وہ غیر مقلدوں کے ہاں نجاست نہیں بلکہ پاک ہے۔ بلکہ صرف پاک ہی نہیں بوقت ضرورت ان کا کھانا پینا بھی جائز ہے۔ (فتاوی ثنائیہ ص ۲۷ ج ۲۔ فتاوی ستاریہ ص ۶۳ ج ۱)

آپ کب تک قرآن وحدیث کا نام لے کر جھوٹ بولتے رہیں گے۔ ایک دفعہ تو جھوٹ بولنے کی قسم توڑ دی اور اس مکمل حنفی مسئلہ کے خلاف ایک آیت یا ایک حدیث لکھوا دیں اور اپنے اس مکمل مسئلہ کے موافق ایک آیت یا ایک حدیث لکھوا دیں۔

**اعتراض نمبر ۶:**

ہاتھ میں کوئی نجس چیز لگی تھی۔ اس کو کسی نے زبان سے تین دفعہ چاٹ لیا تو بھی پاک ہو جائے گا۔ (بہشتی زیور حصہ دوم ص ۱۰۵ مسئلہ نمبر ۲۶ نجاست کے پاک کرنے کا بیان)

**جواب:**

غیر مقلدین کی خیانت: کہتے ہیں پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل سکتا ہے لیکن جبلت (عادت) سے انسان نہیں ہٹ سکتا۔ یہاں بھی اگلی عبارت چھوڑ دی۔ آگے لکھا ہے: ''مگر چاٹنا منع ہے۔ یا چھاتی پر بچے کی قے کا دودھ لگ گیا۔ پھر بچے نے تین دفعہ چوس کر پی لیا تو پاک ہو گیا۔'' (ص ۵ ج ۲ مسئلہ نمبر ۲۶)

اس مسئلہ میں دو باتیں ہیں: ① نجاست چاٹنا منع ہے۔ اس کے خلاف آپ ایک آیت یا ایک حدیث لکھوا دیں کہ نجاست چاٹنا جائز ہے۔ ہم مان لیں گے کہ یہ مسئلہ قرآن یا

حدیث کے خلاف ہے۔ ④ یہ بتانا مقصود ہے کہ جس طرح پانی پاک بھی ہے اور پاک کرنے والا بھی ہے اسی طرح انسان کا تھوک پاک بھی ہے اور پاک کرنے والا بھی ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''اگر ہمارے پاس ایک ہی کپڑا ہوتا اور اس کو حیض کا کچھ خون لگ جاتا تو اس پر تھوک کر ناخن سے صاف کر لیتیں۔'' (بخاری: ۳۱۲)

اور حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ تمام امہات المومنین رضی اللہ عنہن ایسا ہی کرتی تھیں۔

اور حضرت امام حسن بن علی، عبداللہ بن عمر اور میمون بن مہران رضی اللہ عنہم بھی تھوک سے خون کو صاف کر لیتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۲۵ ج ۱)

آپ میں ہمت ہے تو ایک آیت یا ایک حدیث دکھا دیں کہ انسانی تھوک نہ پاک ہے، نہ پاک کنندہ۔ عام طور پر ہر گھر میں یہ مسئلہ پیش آتا ہے کہ لڑکیاں جب گھر میں سوئی سلائی کا کام کرتی ہیں تو انگلی میں سوئی چبھ جاتی ہے اور خون نکل آتا ہے تو وہ دو تین مرتبہ اس کو چوس (چاٹ) کر تھوک دیتی ہیں۔ اس سے خون بھی بند ہو جاتا ہے اور انگلی بھی صاف ہو جاتی ہے تو ان کو سمجھانے کے لیے اگر لکھ دیا کہ یہ انگلی تو پاک ہو گئی مگر چاٹنا منع ہے تو یہ کس آیت یا حدیث کے خلاف ہے؟

## اعتراض نمبر ۷:

کتے کا لعاب نجس ہے اور خود کتا نجس نہیں۔ سو اگر کتا کسی کے کپڑے یا بدن سے چھو جائے تو نجس نہیں ہوتا۔ چاہے کتے کا بدن سوکھا ہو یا گیلا۔

(بہشتی زیور ص ٦ ج ٢ مسئلہ نمبر ٤١)

## جواب:

غیر مقلدین کی خیانت: اگلی عبارت چھوڑ دی ہے۔ ''ہاں اگر کتے کے بدن پر کوئی

نجاست لگی ہو تو اور بات ہے۔'' آپ کوئی آیت یا حدیث پیش فرمائیں جس سے اس مسئلہ کے دونوں حصے غلط ہو جائیں۔ یعنی فقہ میں ہے کہ کتے کا لعاب نجس ہے۔ آپ کے ہاں کتے کا لعاب بلکہ پیشاب اور پاخانہ بھی پاک ہے۔ آپ آیت یا حدیث پیش کریں کہ کتے کا لعاب، پیشاب اور پاخانہ پاک ہے۔ اور دوسرا حصہ یہ ہے کہ کتا خود نجس نہیں۔ آپ کے ہاں بھی یہی مسئلہ ہے اگر کتا خنزیر کی طرح نجس العین ہوتا تو اس سے شکار کرنے کی اجازت قرآن میں کیوں ہوتی؟ اور کھیت و مویشی کی رکھوالی کے لیے کتا رکھنے کی اجازت کیوں ہوتی؟ اور سنیے امام بخاری باب ۳۳ میں لکھتے ہیں کہ امام زہری اور امام سفیان کے نزدیک کتے کے جھوٹے پانی سے وضو جائز ہے۔

اور تیسیر الباری میں علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں: ''اس حدیث سے امام بخاری نے کتے کے پاک ہونے پر دلیل دی ہے۔'' (ص ۱۸۱ ج ۱)

**اعتراض نمبر ۸:**

بہشتی زیور کا ایک اور مسئلہ بھی قرآن و حدیث کے خلاف ہے ''کسی کے لڑکا پیدا ہو رہا ہے، لیکن ابھی سب نہیں نکلا، کچھ باہر نکلا اور کچھ نہیں نکلا۔ ایسے وقت بھی اگر ہوش و حواس باقی ہیں تو نماز پڑھنا فرض ہے۔''

(بہشتی زیور ص ۱۶۲ حصہ دوم مسئلہ نمبر ۳ نفاس کا بیان)

**جواب:**

**غیر مقلدین کی خیانت:** پہلے پورا مسئلہ پڑھیں پھر اس کے خلاف آیت یا حدیث پیش کریں۔

**مسئلہ نمبر ۱:**

کسی کے لڑکا پیدا ہو رہا ہے، لیکن ابھی سب نہیں نکلا، کچھ باہر نکلا اور کچھ نہیں نکلا۔

ایسے وقت بھی اگر ہوش وحواس باقی ہیں تو نماز پڑھنا فرض ہے۔قضا کر دینا درست نہیں۔ البتہ اگر نماز پڑھنے سے بچہ کی جان کا خوف ہو تو نماز قضا کر دینا درست ہے۔اسی طرح دائی جنائی کو اگر یہ خوف ہو کہ اگر میں نماز پڑھنے لگوں گی تو بچہ کو صدمہ پہنچے گا،تو ایسے وقت میں دائی کو بھی نماز قضا کر دینا درست ہے۔لیکن ان سب کو پھر جلدی قضا پڑھ لینا چاہیے (یعنی دائی کو ضروری کاموں سے فارغ ہونے کے بعد اور جننے والی کو پاک ہونے کے بعد جلدی کرنی چاہیے۔)(ص ٦٤ ج ٢)

یہ ہے مکمل مسئلہ۔اب وہ کون سی آیت ہے جس سے بقائی ہوش وحواس اور خون نفاس آنے کے بغیر اسے آپ فرض نماز معاف کرتے ہیں۔

کون سا قاعدہ آپ نے لیا ہے جس سے خدا کا فرض اس کو معاف کر رہے ہیں۔فقہ اور قرآن وحدیث پر جھوٹ نہ بولیں۔اگر آپ کے پاس اس کے خلاف قرآن وحدیث میں کوئی دلیل ہو تو پیش کریں۔

## اعتراض نمبر۹:

بہشتی زیور کا یہ مسئلہ بھی قرآن وحدیث کے خلاف ہے "نماز کے اول میں سبحانك اللهم پڑھنا بھول گئی یا رکوع میں سبحان ربی العظیم نہیں پڑھا یا سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ نہیں کہا۔یا رکوع سے اٹھ کر سمع الله لمن حمده کہنا یاد نہیں رہا یا نیت باندھتے وقت کندھے تک ہاتھ نہیں اٹھائے یا اخیر تشہد میں درود شریف یا دعا نہیں پڑھی، یونہی سلام پھیر دیا تو ان سب صورتوں میں سجدہ سہو واجب نہیں ہے۔"

(بهشتی زیور ص ١٤١ حصه دوم مسئله نمبر ٣٦ سجده سهو كا بیان)

## جواب:

غیر مقلدین کی خیانت: یہ جتنے کام اس مسئلہ میں گنے ہیں یہ سنت ہیں۔دیکھو بہشتی

زیور ص ۱۹، ج ۲۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی جان بوجھ کر چھوڑے گی تو نماز خلاف سنت ہو گی۔ (دیکھو ص ۱۹ مسئلہ ۹، ص ۲۰، مسئلہ ۱۰) اور سنت بھول کر رہ جائے تو سجدہ سہو نہیں ہوتا۔ سجدہ سہو واجب کے چھوڑنے پر ہوتا ہے۔ (دیکھو ص ۱۸ مسئلہ ۵) اب اگر آپ کے پاس کوئی آیت یا حدیث ہے کہ سنت کے بھول کر رہ جانے پر بھی سجدہ سہو واجب ہے تو لائیے ورنہ بات بات پر قرآن وحدیث پر جھوٹ بولنے سے توبہ کیجیے۔

امام نسائی اپنی سنن میں باب باندھتے ہیں: کم از کم کتنی نماز جائز ہے اور ایک بدری صحابی کی حدیث دو سندوں سے نقل کی ہے کہ خود رسول اقدس ﷺ نے ایک آدمی کو نماز کا طریقہ سکھایا کہ قبلہ رو ہو کر ① اللہ اکبر کہہ (ہاتھ اٹھانے اور پھر ہاتھ باندھنے کا ذکر نہ فرمایا) ② پھر قرآن پڑھ (آمین کا کوئی ذکر نہ فرمایا) ③ اور رکوع کر (نہ رکوع کی تکبیر نہ تسبیح نہ سمع اللہ لمن حمدہ، ربنا لک الحمد) ④ پھر سیدھا کھڑا ہو ⑤ پھر سجدہ کر (نہ سجدہ کی تکبیرات کا ذکر نہ تسبیحات کا) ⑥ پھر سیدھا بیٹھ ⑦ پھر سجدہ کر (نہ تکبیرات کا ذکر نہ تسبیحات کا، پھر نہ التحیات کا ذکر نہ درود کا نہ دعا کا نہ سلام کا)...... مگر اس کے بعد فرمایا جب تو نے یہ کام پورے کر لیے تو تیری نماز پوری ہے اور اگر ان میں سے کوئی کام چھوڑا تو تیری نماز ناقص ہے۔ رقم: ۱۳۱۵

اب بتایئے اگر اس حدیث پر آپ کو اعتراض نہیں تو بہشتی زیور پر کیوں اعتراض ہے اور سب سے اہم بات اس حدیث میں یہ ہے کہ جن مسائل پر غیر مقلدین ہر مسجد میں فساد اور ہر گھر میں فتنہ ڈالتے ہیں ان میں سے ایک مسئلہ بھی اس حدیث میں نہیں، نہ ٹانگیں اتنی چوڑی کرنا کہ جسم کارٹون بن جائے نہ سینے پر ہاتھ رکھنا۔ نہ فاتحہ نہ آمین، نہ رفع یدین۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ حدیث تقریباً صحاح ستہ کی ہر کتاب میں ہے۔

**اعتراض نمبر ۱۰:**

بہشتی زیور کا ایک اور مسئلہ بھی قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ فرض کی پچھلی دو

رکعتوں میں یا ایک رکعت میں الحمد پڑھنی بھول گئی۔ چپکے کھڑی رہ (تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار کھڑی رہ، ورنہ نماز پھر سے لوٹا دے) کہ رکوع میں چلی گئی تو بھی سجدہ سہو واجب نہیں۔(بهشتی زیور حصه دوم ص ١٤١ مسئله نمبر ٣٧)

جواب:

غیر مقلدین کی خیانت: اس سے پہلے بہشتی زیور ص ۲۰، ج ۲ مسئلہ نمبر ۱۷ میں ہے: ''اگر پچھلی دو رکعتوں میں الحمد للہ نہ پڑھے، بلکہ تین دفعہ سبحان اللہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ کہہ لے تو بھی درست ہوگی۔ لیکن الحمد پڑھ لینا بہتر ہے۔ اور اگر کچھ نہ پڑھے تو (تین تسبیح کی مقدار) چپکی کھڑی رہے تو بھی حرج نہیں، نماز درست ہے۔'' جب فرض کی تیسری چوتھی رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنی واجب ہی نہیں، نہ قرآن میں اس کے وجوب کی دلیل ہے نہ حدیث میں۔ تو اس کا چھوڑنا ترک واجب نہ ہوا تو سجدہ سہو کیسے واجب ہوگا۔ وہ تو ترک واجب پر واجب ہوتا ہے۔ امام ابوبکر بن ابی شیبہ ۲۳۵ھ نے اپنی حدیث کی کتاب میں باقاعدہ باب باندھا ہے کہ جو تیسری چوتھی رکعت میں قرأت نہیں کرتے تھے، سبحان اللہ کہتے تھے۔ پھر اس باب کے تحت حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، ابراہیم نخعی اور اسود نخعی رضی اللہ عنہم کا یہی طریقہ نقل کیا ہے۔ اور ان رکعتوں میں فاتحہ کے واجب ہونے کا کوئی باب نہیں باندھا۔ اب غیر مقلد کو نہ اعتراض حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ہے نہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر، نہ تابعین پر نہ ابن ابی شیبہ پر اس کو اعتراض ہے۔ صرف اور صرف بہشتی زیور پر اعتراض ہے۔

بہشتی زیور حصہ دوم میں تقریباً ساڑھے چار سو مسائل ہیں۔ ان میں سے صرف سات مسائل کے بارہ میں غیر مقلد نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ مسائل قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔ لیکن وہ ایک کو بھی قرآن وحدیث کے خلاف ثابت نہ کر سکا۔ یہ اس پر قرض ہے کہ ان مسائل کو قرآن وحدیث کے خلاف اور باقی تقریباً چار سو پینتیس (۴۳۵) مسائل کو قرآن و

حدیث کے موافق ثابت کرے۔

اعتراض نمبر ۱۱:

ایک اور مسئلہ بہشتی زیور کا قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ ''اگر کوئی دیہات میں رہتی ہو تو وہاں طلوع فجر کے بعد بھی قربانی دینا درست ہے۔''
(بهشتی زیور ص ۲۳۱ حصه سوم مسئله نمبر ٤ قربانی کا بیان)

جواب:

غیر مقلدین کی خیانت: ص ۳۷، ج ۳ مسئلہ ۴، بقر عید کی نماز ہونے سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں۔ جب لوگ نماز پڑھ چکیں تب کرے۔ البتہ اگر کوئی کسی دیہات میں اور گاؤں میں رہتی ہو تو وہاں طلوع صبح صادق کے بعد بھی قربانی کر دینا درست ہے۔ شہر کے اور قصبہ کے رہنے والے نماز کے بعد ادا کریں۔ بتائیے یہ مسئلہ کس آیت یا حدیث کے خلاف ہے۔ بات واضح ہے کہ قربانی کے تین دن ہیں اور دن طلوع فجر سے شروع ہوتا ہے۔ تو قربانی جائز ہو گی لیکن جہاں شہر اور قصبہ میں نماز عید پڑھی جاتی ہے وہاں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نماز عید کے بعد قربانی کریں۔ لیکن جس بستی میں عید کی نماز نہ پڑھی جاتی ہو۔ ان کے لیے تو کوئی آیت وحدیث نہیں کہ وہ قربانی کے لیے شہر کی عید کا انتظار کریں۔ غیر مقلد صاحب نے بہشتی زیور پر تو اعتراض جڑ دیا مگر یہ مسئلہ تو حدیث کی کتاب ترمذی میں بھی ہے۔ امام ترمذی ترمذی شریف میں باب باندھتے ہیں: ''نماز کے بعد قربانی کرنے کا بیان'' پھر حدیث پاک نقل فرماتے ہیں کہ نماز عید سے قبل قربانی ذبح نہ کرو۔

اس کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم اس کے قائل ہیں کہ شہر میں جب تک امام نماز عید نہ پڑھا لے قربانی نہ کرے اور ایک قوم نے اہل علم میں سے گاؤں والوں کو رخصت دی ہے کہ وہ طلوع فجر کے بعد قربانی کرلیں اور یہی قول

امام عبداللہ بن المبارک کا ہے۔ (زیر رقم: ۱۵۰۸)

یاد رہے بہشتی زیور حصہ سوم میں کل مسائل ۴۶۷ ہیں۔ ان میں سے صرف ایک مسئلہ کے بارہ میں غیر مقلد نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ لیکن وہ ایک مسئلے کو بھی قرآن وحدیث کے خلاف ثابت نہ کرسکا۔ یہ بھی اس پر قرض ہے اور باقی ۴۶۶ مسائل میں سے ہر مسئلہ کے موافق آیت یا حدیث پیش کرنا بھی اس پر قرض ہے۔ لیکن یہ قرض چکانا اس کے بس کی بات نہیں ہے۔

اعتراض نمبر۱۲:

نکاح ہوگیا لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ بچہ پیدا ہوگیا تو وہ بچہ شوہر ہی سے ہوگا۔ اس کو حرامی کہنا درست نہیں۔ اگر شوہر کا نہ ہو تو وہ انکار کرے اور انکار کرنے پر لعان کا حکم ہو گا۔ (بہشتی زیور حصہ چہارم ص ۳۱۴ مسئلہ نمبر ۹ لڑکے کے حلالی ہونے کا بیان)

جواب:

غیر مقلد کی خیانت: بہشتی زیور کی مکمل عبارت: ''نکاح ہوگیا لیکن ابھی (رواج کے موافق) رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ بچہ پیدا ہوگیا (اور شوہر انکار نہیں کرتا کہ میرا بچہ نہیں ہے) تو وہ بچہ شوہر ہی سے (کہا جائے گا) حرامی نہیں (کہا جائے گا) اور (دوسروں کو) اس کا حرامی کہنا درست نہیں۔ اگر شوہر کا نہ ہو تو وہ انکار کرے اور انکار کے بعد لعان کا حکم ہوگا۔''

(ص ٣٦، ج ٤، مسئلہ ٩)

اعتراض نمبر۱۳:

میاں پردیس میں ہے اور مدت ہوگئی۔ برسیں گزر گئیں کہ گھر نہیں آیا اور یہاں لڑکا پیدا ہوگیا (اور شوہر اس کو اپنا ہی بتاتا ہے) تب بھی وہ (از روئے قانون شرع) حرامی

نہیں۔اسی شوہر کا ہے۔البتہ اگر شوہر خبر پا کر انکار کرے گا تو لعان کا حکم ہوگا۔

(ص ٦٤، ج ٤، مسئلہ ١٠) (بہشتی زیور مکمل مدلل ص ٣٤٢)

## جواب:

دونوں اعتراضوں کا جواب اکٹھا ملاحظہ فرمائیں۔

## حضرت تھانوی کی وضاحت:

۲۷ شعبان ۱۳۲۸ھ کو یعنی آج سے ۹۳ سال قبل حضرت نے خود ان دونوں مسئلوں کی وضاحت فرمائی کہ بہشتی زیور کے ان مسئلوں کا یہ مطلب نہیں کہ بدوں صحبت کے حمل رہ جاتا ہے اور وہ حمل اسی شوہر کا ہو جاتا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان صورتوں میں اوپر دیکھنے والوں کو خود اسی کا یقین کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں کہ ان میں صحبت نہیں ہوئی۔ پس ان کو شرعاً یہ اجازت نہیں کہ محض ظاہری دوری کو زن وشوہر میں دیکھ کر یہ کہہ دیں کہ جب ہمارے علم میں ان کے درمیان صحبت واقع نہیں ہوئی تو واقع میں بھی صحبت نہیں ہوئی اور یہ حمل حرام کا ہے اور یہ عورت حرام کار ہے اور یہ بچہ ولد الحرام ہے پس دیکھنے والوں کو یہ حکم لگانے کا حق نہیں۔ کیوں کہ کسی کو حرام کار یا حرام زادہ کہنا بہت بڑی تہمت ہے اور گناہ عظیم ہے۔ اس کا منہ سے نکالنا بدوں قطعی دلیل کے جائز نہیں۔ بلکہ جب بعید سے بعید احتمال بھی وقوع صحبت کا رہے گا یوں سمجھیں گے کہ شاید یہی بعید صورت صحبت کی واقع ہوئی ہو اور دوسروں کو اس کی اطلاع نہ ہوئی ہو۔ اور وہ بعید احتمال یہاں دو ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کسی بزرگ کی کرامت سے زن وشوہر ایک جگہ جمع ہو گئے ہوں اور ان میں صحبت واقع ہوئی ہو۔

دوسرے یہ کہ کسی جن نے دونوں کو ایک جگہ جمع کر دیا ہو اور صحبت ہو گئی ہو اور حمل رہ گیا ہو اور بزرگوں کی کرامت اور جن کا تصرف اہل سنت والجماعت کے نزدیک شرعاً، عقلاً اور وقوعاً ثابت ہے۔ اور گو اس کا احتمال بعید ہی ہو لیکن ہم مسلمان عورت کو تہمت سے بچانے

کے لیے اور بچہ کو عار سے بچانے کے لیے اس احتمال کو ممکن مانیں گے۔اور یوں کہیں گے کہ شاید ایسی ہی صورت ہوئی ہو۔اور بعض صورتوں میں ممکن ہے کہ شوہر اسی طرح خفیہ آیا ہو جیسے بعض اشتہاری مجرم رات کو اپنے گھر آ جاتا ہے اور رات ہی کو چلا جاتا ہے۔اس لیے اس حمل کو اس شوہر کی طرف منسوب سمجھیں گے اور نسب کو ثابت مانیں گے۔البتہ خود شوہر کو اس کا علم قطعی ہو سکتا ہے کہ میں نے صحبت کی ہے یا نہیں۔سو اس کو شرعاً مجبور نہیں کیا گیا کہ خواہ مخواہ تو اس بچہ کو اپنا ہی مان، بلکہ اس کو اختیار دیا گیا ہے۔اگر تو نے صحبت نہیں کی ہے تو اس نسب کو نفی کر سکتا ہے۔مگر چونکہ حاکم شرع کو کسی دلیل قطعی سے خود شوہر کا راست گو ہونا یقینی طور پر معلوم نہیں ہو سکتا، بلکہ احتمال ہے کہ کسی اور رنج و غصہ سے عورت کو بدنام کرتا ہو۔اس لیے اس کے نفی کرنے پر حاکم شرع سکوت نہ کرے گا۔ بلکہ مقدمہ قائم کر کے لعان کا قانون نافذ کرے گا۔ پھر لعان کے بعد دوسروں کو بھی شرعاً اجازت ہو گی کہ اس بچہ کو اس شوہر کا نہ کہیں گے۔کیوں کہ اب قانون شرعی سے اس بچہ کا نسب کٹ چکا ہے یعنی شرعاً جبر نہیں کہ اب بھی اسی کا مانو، بلکہ قانوناً اس سے منقطع سمجھیں گے اور واقعہ کے اعتبار سے پھر یوں کہیں گے کہ غیب کا علم خدا تعالیٰ کو ہے۔اسی طرح عورت کی نسبت کہیں گے کہ خدا کو خبر ہے کہ مرد سچا ہے یا عورت۔(ضمیمہ بہشتی زیور ص ۴۷،۴۷، حصہ چہارم)

کسی بچہ کے نسب کی نفی کرنا اس کو قتل کر دینے سے بھی سخت ہے کہ اب اس کا کوئی والی وارث نہیں۔اور اس کی والدہ بلکہ پورے خاندان کی عزت کا برباد کرنا ہے۔اگر نسب کا مدار وسوسوں پر رکھا جائے تو میاں بیوی کے اکٹھے رہتے ہوئے بھی ایسی صورتیں سامنے آتی ہیں کہ میاں بیوی لعان کر رہے ہیں۔اس لیے نسب اس سے ثابت ہو گا جس کے نکاح میں ہے۔یہ حدیث بخاری ۲۰۵۳، مسلم ۱۴۵۷، ابوداؤد ۲۲۷۳، ترمذی ۱۱۵۷، نسائی ۳۵۱۲، ابن ماجہ ۲۰۰۴ پر ہے۔صرف مسند احمد میں ۲۵ جگہ ہے۔اس لیے اس اٹل قانون کو توڑنے کا کسی

غیر کوئی حق نہیں۔ ہاں خاوند کو یہ حق ہے کہ اگر اسے یقین ہے کہ بچہ اس کا نہیں تو وہ انکار کر دے لیکن اس کے صرف انکار سے بھی یہ قانون نہیں ٹوٹے گا۔ با قاعدہ عدالت میں مقدمہ دائر کر کے عدالت لعان کے بعد بچہ کے نسب کی نفی کرے گی۔ جب خود خاوند بھی صاف انکار سے اس قانون کو نہیں توڑ سکتا، صرف عدالت لعان کے بعد فیصلہ دے گی تو ''ماوشما'' (ہم اور آپ) کو انکار نسب کا کوئی قانونی حق نہیں۔ بہشتی زیور حصہ چہارم میں تقریباً پونے تین سو مسائل ہیں، جن میں سے صرف دو مسئلوں کے بارہ میں غیر مقلد نے یہ جھوٹا دعویٰ کیا کہ یہ قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔ مگر ایک کو بھی قرآن وحدیث کے خلاف ثابت نہ کر سکا۔ ان بے چاروں کو نہ فقہ کا علم ہے نہ قرآن کا نہ حدیث کا۔ اگر یہ غیر مقلد ان دو مسئلوں کے خلاف اور باقی مسائل کے موافق آیات واحادیث لکھ دے تو ہم برملا اعتراف کریں گے کہ خود ساختہ اہل حدیثوں میں بھی ایک شخص واقعتاً قرآن وحدیث کا علم رکھتا ہے۔

اعتراض نمبر ۱۴:

ناپاک تیل یا چربی کا صابن بنالیا جائے تو پاک ہو جائے گا۔

(بھشتی گوھر ص ٤١٦ مسئله ٢٧ پاکی ناپاکی کے بعض مسائل)

**جواب:**

غیر مقلد نے حصہ چہارم کے بعد بہشتی زیور کے بقایا چھ حصوں پر کوئی اعتراض نہیں کیا اب یہ اعتراض گیارہویں حصہ پر کیا ہے جو بہشتی گوہر کے نام سے مشہور ہے۔

اس مسئلہ کے خلاف نہ کوئی آیت قرآنی پیش کر سکا اور نہ کوئی صحیح صریح غیر معارض حدیث۔ اس مسئلہ کا تعلق تبدیلی ماہیت سے ہے۔ اس کا بیان خود بہشتی زیور میں موجود ہے۔ تبدیلی ماہیت سے بھی احکام بدل جاتے ہیں۔ مثلاً انگور کا پانی پاک ہے۔ لیکن جب کہ وہ ایک دوسری چیز شراب بن گیا تو وہ نجس ہو گیا۔ اور شراب جب پھر دوسری چیز بن گئی یعنی سرکہ ہو گئی تو پاک ہو گئی۔ تبدیل ماہیت کے یہ معنی ہیں کہ ایک چیز ایسی دوسری چیز بن

جائے جس کا حکم شے اول کے بالکل خلاف ہے۔ مثلاً ناپاک چیز ایک ایسی چیز کی طرف مستحیل ہوگئی کہ وہ چیز پاک ہے تو وہ ناپاک چیز پاک ہوگئی۔ جیسے کھاد ( گوبر، گوں وغیرہ) ناپاک ہے مگر جب مٹی ہوگئی تو مٹی ایک پاک چیز ہے۔ اب وہ پاک ہوگئی۔ یا انڈا پاک ہے، مگر جب خون بن گیا تو خون ایک ناپاک چیز ہے تو انڈا ناپاک ہوگیا اور جب وہ خون گوشت کا لوتھڑا بن گیا تو گوشت ناپاک چیز ہے۔ پھر پاک ہوگیا۔ ( بہشتی زیور ص ۱۰۸ ج ۹)

اور آپ کی فقہ میں بھی یہی لکھا ہے کہ ماہیت بدلنے سے چیز پاک ہو جاتی ہے۔ جیسے گدھا نمک کی کان میں گرا اور وہ نمک بن گیا تو پاک بھی ہے حلال بھی۔ اسی طرح خنزیر نمک کی کان میں گر کر نمک بن گیا تو پاک بھی ہوگیا اور حلال بھی۔ (نزل الابرار ص ۵۰ ج ۱)

## اعتراض نمبر ۱۵:

ایک مسئلہ بہشتی گوہر کا یہ بھی قرآن وحدیث کے خلاف ہے ''کہ وضو کے بعد اگر کسی عضو کے نہ دھونے کا شبہ ہو، لیکن وہ عضو متعین نہ ہو تو ایسی صورت میں شک رفع کرنے کے لیے بائیں پاؤں کو دھو ڈالے۔'' ( بہشتی گوہر ص ۴۲۱ مسئلہ نمبر ۶ حدث اصغر کا بیان)

## جواب:

غیر مقلدین کی خیانت: پورا مسئلہ یوں ہے: ''وضو کے بعد اگر کسی عضو کی نسبت نہ دھونے کا شبہ ہو، لیکن وہ عضو متعین نہ ہو ایسی صورت میں شک رفع کرنے کے لیے بائیں پیر کو دھوئے۔ اسی طرح اگر وضو کے درمیان کسی عضو کی نسبت یہ شبہ ہو تو ایسی صورت میں اخیر عضو کو دھوئے۔ مثلاً کہنیوں تک ہاتھ دھونے کے بعد شبہ ہوا تو منہ دھو ڈالے اور اگر پیر دھوتے وقت یہ شبہ ہوا تو کہنیوں تک ہاتھ دھو ڈالے۔ یہ اس وقت ہے اگر کبھی کبھی شبہ ہوتا ہو۔ اگر کسی کو اکثر اس قسم کا شبہ ہوتا ہو تو اس کو چاہیے کہ اس شبہ کی طرف خیال نہ کرے اور اپنے وضو کو کامل سمجھے۔ ( بہشتی گوہر ص ۱۵)

یہ ہے پورا مسئلہ، اب اس کے خلاف کوئی آیت یا حدیث پیش کریں۔ اور ایک آیت یا حدیث اس پر پیش کریں کہ اگر کسی کو یہ مسئلہ پیش آ جائے تو قرآن و حدیث میں اس کے لیے کیا حکم ہے۔

فقہ حنفی کا یہ مسئلہ تو عین اس حدیث کے موافق ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

**دع ما یریبك الی ما لا یریبك** رواہ الترمذی وابن حبان۔

''جو چیز تمہیں شک میں ڈالے اس سے نکل کر جو شک سے بچائے اسے اختیار کرو۔''

افسوس کہ فقہ دشمنی نے ان لوگوں کو حدیث دشمنی تک پہنچا دیا ہے۔

**اعتراض نمبر۱۶:**

کپڑا لپیٹ کر جماع کرنے سے غسل فرض نہ ہوگا۔

(بہشتی گوہر، باب جن صورتوں میں غسل فرض نہیں ہوتا ص۴۲۳)

**جواب:**

**غیر مقلدین کی خیانت:** یہ مسئلہ بھی خیانت کر کے کانٹ چھانٹ کر کے نقل کیا ہے بہشتی گوہر میں ہے: ''اگر کوئی مرد اپنے خاص حصے میں کپڑا لپیٹ کر جماع کرے تو غسل فرض نہ ہوگا۔ بشرطیکہ کپڑا اس قدر موٹا ہو کہ جسم کی حرارت اور جماع کی لذت اس کی وجہ سے محسوس نہ ہو۔ مگر احوط یہ ہے کہ غیبت حشفہ سے غسل واجب ہو جائے گا۔''

(بہشتی گوہر ص۷ مسئلہ نمبر۳)

اب بتایا جائے کہ وہ کون سی آیت یا حدیث ہے جس کے خلاف یہ مسئلہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان تو یہ ہے کہ جب دونوں ختنوں کا موقع آپس میں مل جائیں تو غسل لازم ہے۔ انزال ہو یا نہ ہو۔ (مسلم) اور یہاں کپڑے کے اتنا موٹا ہونے کی وجہ سے التقاء ختانین نہیں ہوا تو غسل کیسے فرض ہوگا۔ مگر پھر بھی حضرت تھانوی نے فرمایا ہے کہ

احتیاطاً غسل کرے۔

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تو فرماتے ہیں کہ بغیر کپڑے کے بھی التقاء ختانین ہو جائے تو غسل فرض نہیں صرف احوط ہے اور آپ کی کتاب نزل الابرار میں لکھا ہے کہ

**ولو لف الحشفة بخرقة ثم اولجها فان وجد لذة الجماع اغتسل والا لا.** (ص ٢٠٤ ج ١)

''اگر حشفہ پر کپڑا لپیٹ لے پھر اس کو داخل کرے، اگر جماع کی لذت پائے تو غسل فرض ہے ورنہ نہیں۔'' یہاں تو احتیاط کا نام و نشان تک نہیں۔''

## اعتراض نمبر ١٧:

اگر کوئی مرد اپنا خاص حصہ کسی مرد یا عورت کی ناف میں داخل کرے اور منی نہ نکلے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔ (بہشتی گوہر، باب جن صورتوں میں غسل فرض نہیں ہوتا ص ١٨ مسئلہ نمبر ١٠)

## جواب:

بتایئے یہ مسئلہ کس آیت یا حدیث کے خلاف ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تو صاف فرماتے ہیں کہ مخصوص جگہ میں داخل کرنے سے بھی غسل فرض نہیں ہوتا، حالانکہ یہ بات حدیث کے صاف الفاظ کے خلاف ہے۔ (مسلم)

اور ائمہ اربعہ کے بھی خلاف ہے اور بہشتی گوہر کا مسئلہ نہ کسی آیت کے خلاف نہ کسی حدیث کے خلاف، نہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کے خلاف، مگر فقہ سے دلی بغض ان کو ایسے بے ہودہ اعتراضات پر مجبور کرتا ہے۔

## اعتراض نمبر ١٨:

بہشتی گوہر میں ہے: ''اگر کوئی چادر اس قدر بڑی ہو کہ اس کا نجس حصہ (اوڑھ کر نماز پڑھتے ہوئے) نماز پڑھنے والے کے اٹھنے بیٹھنے سے جنبش نہ کرے تو کچھ حرج نہیں اور اسی

طرح اس چیز کو بھی پاک ہونا چاہیے جس کو نماز پڑھنے والا اٹھائے ہوئے ہو۔ بشرطیکہ وہ چیز خود اپنی قوت سے رکی ہوئی نہ ہو۔ مثلاً نماز پڑھنے والا کسی بچے کو اٹھائے ہوئے ہو اور اس بچہ کا جسم یا کپڑا نجس ہو۔ اور وہ بچہ خود اپنی طاقت سے رکا ہوا نہ ہو تب تو اس کا پاک ہونا نماز کی صحت کے لیے شرط ہے۔ اور جب اس بچہ کا بدن کپڑا اس قدر نجس ہو جو مانع نماز ہے تو اس صورت میں اس شخص کی نماز درست نہ ہوگی۔ اور خود اپنی طاقت سے رکا ہوا بیٹھا ہے تو کچھ حرج نہیں۔ اس لیے کہ وہ اپنی قوت اور سہارے سے بیٹھا ہے۔ پس یہ نجاست اس کی طرف منسوب ہوگی۔ اور نماز پڑھنے والے سے کچھ اس کا تعلق نہ سمجھا جائے گا۔ اس طرح اگر نماز پڑھنے والے کے جسم پر کوئی ایسی نجس چیز ہو جو اپنی جائے پیدائش میں ہو، اور خارج میں اس کا کچھ اثر موجود نہ ہو تو کچھ حرج نہیں۔ مثلاً نماز پڑھنے والے کے جسم پر کوئی کتا بیٹھ جائے اور اس کے منہ سے لعاب نہ نکلتا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اس لیے کہ اس کا لعاب اس کے اندر ہے اور وہی اس کے پیدا ہونے کی جگہ ہے۔ پس مثل اس نجاست کے ہوگا جو انسان کے پیٹ میں رہتی ہے۔ جس سے طہارت شرط نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی ایسا انڈا جس کی زردی خون ہوگئی ہو نماز پڑھنے والے کے پاس ہو، تب بھی کچھ حرج نہیں۔ اس لیے کہ اس کا خون اسی جگہ ہے جہاں پیدا ہوا ہے، خارج میں اس کا کچھ اثر نہیں۔ بخلاف اس کے کہ اگر شیشی میں پیشاب بھرا ہو۔ اور وہ نماز پڑھنے والے کے پاس ہو اگرچہ منہ اس کا بند ہو۔ اس لیے کہ یہ پیشاب ایسی جگہ نہیں ہے جہاں پیشاب پیدا ہوتا ہے۔

(بہشتی گوہر، نماز کی شرطوں کا بیان، مسئلہ نمبر ا ص ۲۹)

جواب:

اس مسئلہ کے خلاف کوئی آیت یا حدیث ہو تو اس کو لکھ کر ترجمہ بھی لکھیں اور اگر نہ لکھ سکو تو قرآن حدیث کا نام لے کر جھوٹ بولنے سے توبہ کرو۔ اور اس کے بعد جو آپ کے

ہاں بدور الاہلہ میں نواب صدیق حسن خاں نے لکھا ہے کہ سر پر گندگی اٹھا کر نماز پڑھے تو نماز صحیح ہے۔(بدور الاھلہ ص۳۹)

اور نجس کپڑوں میں قصداً بلا عذر نماز پڑھے تو نماز صحیح ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے کپڑوں کا پاک ہونا شرط نہیں۔(بدور الاھلہ ص۳۹)

ذرا کوئی آیت یا حدیث صحیح صریح غیر معارض با ترجمہ لکھیں۔جن سے آپ کے یہ دونوں مسئلے ثابت ہوں۔ہاں ذرا اپنے مذہب کے ان مسائل کے موافق بھی ایک ایک آیت یا ایک ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض لکھیں۔

علامہ وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں: ''کتا اور اس کا لعاب ہمارے محققین اہل حدیث کے ہاں پاک ہے۔'' (نزل الابرار ص۳۰ ج۱)

علامہ وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں: ''کتے کی کھال کا ڈول اور مصلیٰ بنانا جائز ہے۔''

(نزل الابرار ص۳۰ ج۱)

علامہ وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں: ''کتے کو اٹھا کر نماز پڑھے تو نماز جائز ہے۔''

(نزل الابرار ص۳۰ ج۱)

علامہ وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں: ''کتے نے کپڑے یا بدن کو کاٹا، اگرچہ لعاب لگ گیا ہو تو بھی کپڑا اور جسم پاک ہے۔'' (نزل الابرار ص۳۰ ج۱)

دیکھیے آپ کے ہاں یہ مسائل نبی ﷺ کی فقہ کے ہیں، کسی امتی امام کی فقہ کے نہیں ہیں۔

**اعتراض نمبر۱۹:**

اگر نماز پڑھنے کی حالت میں نماز پڑھنے والے کا کپڑا کسی (سوکھے) نجس مقام پر پڑتا ہو تو کچھ حرج نہیں۔(بہشتی گوہر، باب نماز کی شرطوں کا بیان ص۳۰ مسئلہ نمبر۶)

جواب:

بتایئے یہ مسئلہ کس آیت یا حدیث صحیح صریح غیر معارض کے خلاف ہے۔نماز کے لیے طہارت مکان نمازِ شرط ہے نہ کہ گردونواح بھی اور طہارت بدن اور طہارت لباسِ شرط ہے جب کہ آپ کے ہاں نہ مکان نماز کا پاک ہونا شرط ہے نہ بدن نمازی کا پاک ہونا شرط ہے۔اور نہ ہی نماز کے کپڑوں کا پاک ہونا شرط ہے نہ ہی نمازی کی اٹھائی ہوئی چیزوں کا پاک ہونا شرط ہے۔اور آپ کے نزدیک انسان میں سے صرف اس کا پیشاب، پاخانہ، اور خون حیض نجس ہے۔

خاتمہ:

بہشتی زیور کے ہزاروں مسائل میں سے انیس مسائل کو غیر مقلدین نے خلاف قرآن وحدیث قرار دیا تھا۔مگر ایک مسئلہ کو بھی نہ قرآن کے خلاف ثابت کر سکا نہ احادیث کے۔گویا قرآن حدیث کا نام لے کر جھوٹ ہی بولا، جو بہت بڑا گناہ ہے۔

آخر میں گزارش یہی ہے کہ آج کل دین بےزاری کا دور ہے۔اور دین بےزاری غیر مقلدین کی ہی حرکتوں کا نتیجہ ہے۔اس وقت ملک کے کونے کونے سے اطلاعات آ رہی ہیں کہ بیسیوں غیر مقلد ہر شہر میں منکر حدیث ہوتے چلے جا رہے ہیں۔لیکن خودساختہ اہل حدیث ان کو راہ راست پر لانے کے لیے (نہ تحریراً نہ تقریراً) کوئی کوشش نہیں کر رہے۔آپ کے اس قسم کے پمفلٹ امت کو دین بےزاری کے سوا کچھ نہیں دے رہے۔اس گناہ کو چھوڑ کر توبہ کریں، ورنہ اب آپ اپنے لائے ہوئے سیلاب انکار حدیث کو روکنے سے عاجز ہو چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ دین حق پر استقامت نصیب فرمائیں اور غیر مقلدین کے وساوس سے محفوظ فرمائیں۔(آمین)

# فہرست کتب

## پیر جی کتب خانہ

محلہ گوبند گڑھ گلی نمبر 8 مکان نمبر C/36 کالج روڈ گوجرانوالہ فون نمبر: 055 4445401

| | |
|---|---|
| 1......امام ابوحنیفہ پر اعتراضات کے جوابات | 250 |
| 2......فقہ حنفی پر اعتراضات کے جوابات | 250 |
| 3......بہشتی زیور پر اعتراضات کے جوابات | 30 |
| 4......فتاویٰ عالمگیری پر اعتراضات کے جوابات | 100 |
| 5......حقائق الفقہ بجواب حقیقۃ الفقہ | 300 |
| 6......آفتابِ محمدی بجواب شمع محمدی | 180 |
| 7......سرور العینین فی تکبیرات العیدین | 30 |
| 8......جرابوں پر مسح غیر مقلد علماء کی نظر میں | 30 |
| 9......مسائل اربعہ غیر مقلد علماء کی نظر میں | 30 |
| 10......ننگے سر نماز غیرِ مقلد علماء کی نظر میں | 30 |
| 11......علمائے اہل سنت کی تصنیفی خدمات | 150 |
| 12 بیس رکعات تراویح کا ثبوت | 30 |
| 13......منزل | 6 |
| 14 ...مجموعہ وظائف | 200 |
| 15 ....خاص خاص سورتیں اور ان کے فضائل | 15 |

# سرور العینین

فی

## تکبیرات العیدین

★

مرتب

سید مشتاق علی

پیرجی کتب خانہ

۸ گوبند گڑھ کالج روڈ گوجرانوالہ

## باب اوّل

# عیدین کی نماز میں زائد تکبیریں چھ کہنی چاہئیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس باب میں ہم انشاء اللہ العزیز وہ احادیث درج کریں گے جن سے نماز عیدین میں چھ زائد تکبیریں کہنے کا ثبوت ملتا ہے اور ان احادیث کے مطابق ہی اہل سنت والجماعت حنفیوں کا یہ مسلک ہے کہ عیدین میں چھ زائد تکبیریں کہنی چاہئیں. مگر نام نہاد اہلِ حدیث ان احادیث پر عمل نہیں کرتے.

۱۔ عن القاسم ابی عبد الرحمٰن انه قال حدثنی بعض اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم قال صلی بنا النبی صلی الله علیه وسلم یوم عید فکبر اربعا و اربعا ثم اقبل علینا بوجهه حین انصرف فقال لا تنسوا کتکبیر الجنائز واشار باصابعه وقبض ابهامه (طحاوی ج ۲ ص۳۳۸)

ابو عبد الرحمٰن قاسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عید کی نماز پڑھائی تو (بشمول تکبیر رکوع کے) چار چار تکبیریں کہیں جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا بھول نہ جانا عید کی تکبیریں جنازہ کی طرح چار ہیں. آپ نے ہاتھ کی انگلیوں سے اشارہ فرمایا اور انگوٹھا بند کرلیا۔

۲۔ عن مکحول قال اخبرنی ابو عائشة جلیس لابی

هريرة ان سعيد بن العاص سأل ابا موسى الاشعري وحذيفة بن اليمان كيف كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكبر في الاضحىٰ والفطر فقال ابوموسىٰ كان يكبر اربعا تكبيرهٗ على الجنائز فقال حذيفة صدق فقال ابوموسىٰ كذالك كنت اكبر في البصرة حيث كنت عليهم قال ابو عائشة وانا حاضر سعيد بن العاص،

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۶۳ ، طحاوی ج ۲ ص ۴۳۹ ، مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۶)۔

حضرت مکحول رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہمنشین ابو عائشہ نے بتلایا کہ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز میں کتنی تکبیریں کہا کرتے تھے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا (بشمول تکبیر رکوع کے) چار چار تکبیریں کہا کرتے تھے جیسا کہ آپ جنازہ میں کہتے تھے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ٹھیک کہتے ہیں، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب میں بصرہ کا حاکم تھا تو اسی طرح تکبیریں کہا کرتا تھا، حضرت ابو عائشہ کہتے ہیں کہ میں حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے سوال کے وقت خود موجود تھا۔

۳۔ عن مكحول قال حدثني رسول حذيفة وابي موسىٰ رضي الله عنهما ان رسول الله صلى الله

علیہ وسلم کان یکبر فی العیدین اربعا و اربعا سوی تکبیرۃ الافتتاح، (طحاوی ج ۲ ص ۴۳۹)

حضرت مکحول رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت حذیفہ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے قاصد نے مجھے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں عیدوں میں (بشمول تکبیر رکوع کے) چار چار تکبیریں کہتے تھے سوائے تکبیر تحریمہ کے۔

۴۔ عن علقمۃ والاسود بن یزید قال کان ابن مسعود جالسا وعندہ حذیفۃ وابوموسی الاشعری فسألہما سعید بن العاص عن التکبیر فی الصلوٰۃ یوم الفطر والاضحیٰ فجعل ھٰذا یقول سل ھٰذا وھٰذا یقول سل ھٰذا فقال لہ حذیفۃ سل ھٰذا لعبد اللہ بن مسعود فسألہ فقال ابن مسعود یکبر اربعا ثم یقرأ ثم یکبر فیرکع ثم یقوم فی الثانیۃ فیقرأ ثم یکبر اربعا بعد القراءۃ،

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۹۳، معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۳۰۳)

حضرت علقمہ اور حضرت اسود بن یزید رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے پاس حضرت حذیفہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما بھی تھے حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے ان دونوں بزرگوں سے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز میں تکبیر کے متعلق سوال کیا، یہ کہنے لگے کہ ان سے پوچھو اور وہ کہنے لگے کہ ان سے پوچھو، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ

نے ان سے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھو، چنانچہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا چار تکبیریں کہے (بشمول تکبیر تحریمہ کے) پھر قرارت کرے پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرے پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو اور قرارت کرے پھر چار تکبیریں (بشمول تکبیر رکوع کے) کہے قرارت کے بعد۔

۵۔ عن کردوس قال ارسل الولید الی عبد اللہ بن مسعود وحذیفۃ وابی مسعود وابی موسی الاشعری بعد العتمۃ فقال ان ھٰذا عید المسلمین فکیف الصلوٰۃ؟ فقالوا سل ابا عبد الرحمٰن فسألہ فقال یقوم فیکبر اربعا ثم یقرأ بفاتحۃ الکتاب وسورۃ من المفصل ثم یکبر و یرکع فتلک خمس ثم یقوم فیقرأ بفاتحۃ الکتاب وسورۃ من المفصل ثم یکبر اربعا یرکع فی آخرھن فتلک تسع فی العیدین فما انکرہ واحد منھم،

(معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص۳۰۲ و مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص۱۷۴)

حضرت کردوس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت ابومسعود حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کے پاس ایک تہائی رات کے بعد پیغام بھیجا (جس میں انہوں نے کہا کہ) یہ مسلمانوں کی عید کا دن ہے اس میں نماز کا کیا طریقہ ہے؟ ان سب بزرگوں نے کہا کہ ابو

عبدالرحمٰن ( عبداللہ بن مسعود ) سے پوچھو، چنانچہ قاصد نے ان سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کھڑے ہو کر چار تکبیریں (بشمول تکبیر تحریمہ کے) کہے پھر سورۃ فاتحہ اور مفصل سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھے، پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے پس یہ پانچ تکبیریں ہوئیں، پھر کھڑے ہو کر سورۃ فاتحہ اور مفصل سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھے پھر چار تکبیر کہے جن میں سے آخری تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے پس یہ نو تکبیریں ہوئیں دونوں عیدوں میں، ان بزرگوں میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔

۶۔ عن ابن مسعود فی الاولیٰ خمس تکبیرات بتکبیرۃ الرکعۃ و بتکبیرۃ الاستفتاح و فی الرکعۃ (الاخری) اربعۃ بتکبیرۃ الرکعۃ، (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۹۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (عید کی نماز میں) پہلی رکعت میں پانچ تکبیریں ہیں۔ رکوع کی تکبیر اور تکبیر تحریمہ کو ملا کر، اور دوسری رکعت میں چار تکبیریں ہیں رکوع والی تکبیر ملا کر۔

۷۔ عن علقمۃ والاسود بن یزید ان ابن مسعود کان یکبر فی العیدین تسعا تسعا اربعا قبل القراءۃ ثم کبر فرکع و فی الثانیۃ یقرأ فاذا فرغ کبر اربعا ثم رکع،

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۹۳، معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۳۰۴)

حضرت علقمہؒ اور حضرت اسودؒ بن یزید سے روایت ہے کہ حضرت

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عیدین میں نو نو تکبیریں کہتے تھے چار تکبیریں (بشمول تکبیر تحریمہ کے) قرأت سے پہلے پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرتے اور دوسری رکعت میں پہلے قرارت کرتے پھر قرأت سے فارغ ہو کر چار تکبیریں (بشمول تکبیر رکوع کے) کہتے اور رکوع کرتے

۸۔ عن کردوس قال کان عبد اللہ بن مسعود یکبر فی الاضحیٰ والفطر تسعا تسعا یبدأ فیکبر اربعا ثم یقرأ ثم یکبر واحدۃ فیرکع بہا ثم یقوم فی الرکعۃ الآخرۃ فیبدأ فیقرأ ثم یکبر اربعا یرکع باحداھن، (معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۳۰۲)

حضرت کردوسؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں نو نو تکبیریں کہتے تھے۔ آپ نماز شروع فرماتے تو (بشمول تکبیر تحریمہ کے) چار تکبیریں کہتے، پھر قرارت کرتے پھر ایک تکبیر کہہ کر رکوع کرتے، پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے تو قرارت سے ابتدا کرتے، پھر چار تکبیریں کہتے اور ان چار میں سے ایک کے ساتھ رکوع کرتے۔

۹۔ عن عبد اللہ قال التکبیر فی العید اربعا کالصلوٰۃ علی المیت، (معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۳۰۵)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عید میں چار تکبیریں ہوتی ہیں جیسا کہ نماز جنازہ میں۔

۱۰۔ عن عامر ان عمر و عبد اللہ رضی اللہ عنہما اجتمع رأیہما فی تکبیر العیدین علیٰ تسع تکبیرات خمس

فی الاولیٰ واربع فی الآخرۃ ویو الی بین
القراءتین ، (طحاوی ج ۲ صـ۴۲۹)

حضرت عامر شعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا اس پر اتفاق رائے ہوا کہ عیدین کی تکبیریں نو ہیں پانچ پہلی رکعت میں (بشمول تکبیر تحریمہ و تکبیر رکوع کے) اور چار دوسری میں (بشمول تکبیر رکوع کے) اور دونوں رکعتوں میں قراءت پے در پے کرے۔

۱۱۔ عن حماد عن ابراھیم فی حدیث طویل فاجمعوا امرھم علیٰ ان یجعلوا التکبیر علی الجنائز مثل التکبیر فی الاضحیٰ والفطر اربع تکبیرات فاجمع امرھم علیٰ ذالک ، (طحاوی ج ۱ صـ۳۳۳)

حضرت حماد رحمہ اللہ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت کرتے ہیں۔ ایک طویل حدیث کے ذیل میں کہ ”پس ان سب کا اس پر اتفاق ہوا کہ جنازہ کی تکبیریں اتنی ہوں جتنی عیدین کی نماز میں ہیں یعنی چار تکبیریں۔

۱۲۔ عن عبد اللہ بن الحارث قال شھدت ابن عباس کبر فی صلوٰۃ العید بالبصرۃ تسع تکبیرات والیٰ بین القراءتین قال وشھدت المغیرۃ بن شعبۃ فعل ذالک ایضا ، الحدیث ،

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ صـ۲۹۴، مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ صـ۱۷۴)

حضرت عبداللہ بن حارث رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت عبداللہ

بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر ہوا ۔ انہوں نے بصرہ میں عید کی نماز میں نو تکبیریں کہیں ، اور دونوں (رکعتوں میں) قرأتیں پے در پے کیں ، حضرت عبداللہ بن حارث رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت مغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے بھی ایسا ہی کیا ،

۱۳- عن عبد اللہ بن الحارث انہ صلی خلف ابن عباس رضی اللہ عنہما فی العید فکبر اربعا ثم قرأ ثم کبر فرفع ثم قام فی الثانیۃ فقرأ ثم کبر ثلثا ثم کبر فرفع ، (طحاوی ج ۲ ص ۴۳۹)

حضرت عبداللہ بن حارث رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے عید کی نماز پڑھی تو انہوں نے پہلے چار تکبیریں کہیں پھر قرارت کی پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا ، پھر آپ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے تو پہلے قرارت کی پھر تین تکبیریں کہیں پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا ۔

۱۴- عن ابن جریج قال ثنا یوسف بن ماھک اخبرنی ان ابن الزبیر لم یکن یکبر الا اربعا سوی تکبیرتین للرکعتین ، (طحاوی ج ۲ ص ۴۴۰)

حضرت ابن جریج رح فرماتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یوسف بن ماہک نے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما چار تکبیریں کہتے تھے ، دونوں رکوعوں کی تکبیروں کے علاوہ ۔

۱۵- عن قتادۃ عن جابر بن عبد اللہ و سعید بن المسیب

قال تسع تکبیرات ویوالی بین القراءتین

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۴)

حضرت قتادہ رحمہ اللہ حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ دونوں عیدوں میں نو تکبیریں ہیں اور دونوں قراتیں پے درپے ہوں

۱۶۔ عن محمد عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہ قال تسع تکبیرات خمس فی الاولی واربع فی الآخرۃ مع تکبیرۃ الصلوٰۃ (طحاوی ج ۲ ص ۳۴۴)

حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا عید کی نماز میں نو تکبیریں ہیں، پانچ پہلی رکعت میں چار دوسری رکعت میں نماز کی تکبیر سمیت

۱۷۔ عن محمد بن سیرین عن انس انہ کان یکبر فی العید تسعاً فذکر مثل حدیث عبداللہ،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۴)

حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ عید کی نماز میں نو تکبیریں کہتے تھے۔

۱۸۔ عن ابراھیم ان اصحاب عبداللہ کانوا یکبرون فی العید تسع تکبیرات،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۳)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ

بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب عید کی نماز میں نو تکبیریں کہتے تھے (پانچ پہلی رکعت میں اور چار دوسری رکعت میں)

۱۹۔ عن الشعبی قال ارسل زیاد الی مسروق انا یشغلنا اشغال فکیف التکبیر فی العیدین قال تسع تکبیرات قال خمسا فی الاولیٰ واربعا فی الآخرۃ و والیٰ بین القراءتین،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۷۴، مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۲۹۴)

حضرت امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زیاد نے حضرت مسروق رحمہ اللہ کی طرف پیغام بھیجا کہ ہمیں تو کاموں میں ہی مصروفیت رہتی ہے، آپ یہ بتلائیے کہ عیدین کی نماز میں تکبیریں کس طرح کہی جاتی ہیں، آپ نے فرمایا نو تکبیریں ہیں پانچ پہلی رکعت میں (بشمول تکبیر تحریمہ و تکبیر رکوع کے) اور چار دوسری رکعت میں (بشمول تکبیر رکوع کے) اور دونوں قراتیں پے در پے کرے۔

۲۰۔ عن ابراھیم عن الاسود و مسروق انھما کانا یکبران فی العید تسع تکبیرات،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۷۴)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ حضرت اسود اور حضرت مسروق رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ عید کی نماز میں نو تکبیریں کہتے تھے (پہلی رکعت میں پانچ بشمول تکبیر تحریمہ و تکبیر رکوع کے اور دوسری میں چار بشمول تکبیر رکوع کے)

۲۱۔ عن ھشام عن الحسن و محمد انھما کانا

يكبران تسع تكبيرات ، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۵)

حضرت ہشام رحمہ اللہ حضرت حسن بصری اور حضرت محمد بن سیرین رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ عید کی نماز میں نو تکبیریں کہتے تھے۔

---

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازوں میں چھ زائد تکبیریں واجب ہیں۔ تین پہلی رکعت میں ثناء کے بعد اور قراءت سے پہلے، اور تین دوسری رکعت میں قراءت سے فارغ ہو کر رکوع میں جانے سے پہلے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کی نماز میں چھ تکبیریں ہی زائد کہتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۱-۲-۳ سے واضح ہے، یہی عمل جلیل القدر صحابۂ کرام کا تھا چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول عیدین کی نماز میں چھ زائد تکبیریں ہی کہنے کا تھا جیسا کہ حدیث نمبر ۷-۸ سے ظاہر ہے، اور جب آپ سے عیدین کی نماز میں تکبیرات کے متعلق سوال ہوتا تھا تو آپ چھ زائد تکبیریں کہنے کا فتویٰ دیتے تھے۔ حضرت سعید بن العاص اور حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہما نے عیدین کی تکبیروں کے متعلق آپ سے دریافت کیا تو آپ نے چھ ہی تکبیریں بتلائیں جیسا کہ حدیث نمبر ۴-۵-۶ سے ظاہر ہے۔ حضرت حذیفہ بن یمان حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ سے آپ کی تصدیق و تصویب یا آپ سے موافقت منقول ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا اس پر اتفاق رائے ہوا کہ عیدین کی نماز میں نو تکبیریں ہونی چاہئیں۔ پانچ پہلی رکعت میں بشمول تکبیر تحریمہ اور تکبیر رکوع کے اور چار دوسری میں بشمول تکبیر رکوع کے،

جیسا کہ حدیث نمبر ۱ سے ظاہر ہے ، حدیث نمبر ۱ سے ثابت ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جنازہ کی تکبیرات میں اختلاف تھا ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کسی ایک صورت پر متفق کرنے کے لیے مشورہ فرمایا سب کا اس پر اتفاق ہوا کہ جنازہ کی تکبیریں اتنی ہوں جتنی عیدین کی نماز میں ہیں یعنی چار ، کیونکہ عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ چار اور دوسری رکعت میں تکبیر رکوع کے ساتھ چار تکبیریں ہوتی ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس ۔ حضرت جابر بن عبد اللہ ۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر حضرت مغیرہ بن شعبہ ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم بھی عیدین کی نماز میں نو تکبیروں کے قائل تھے پہلی رکعت میں پانچ بشمول تکبیر تحریمہ و تکبیر رکوع کے اور دوسری رکعت میں چار بشمول تکبیر رکوع کے ۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۲ ۱۰ ۱۲ ، ۱۳ ، ۱۴ ، ۱۵ ، ۱۶ ، ۱۷ سے ظاہر ہے ، جلیل القدر تابعین ، حضرت سعید بن المسیبؒ ۔ حضرت اسودؒ بن یزید ، حضرت مسروقؒ ، حضرت خواجہ حسن بصریؒ حضرت محمدؒ بن سیرینؒ ، نیز حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کا بھی اسی پر عمل ہے اور اسی پر وہ فتویٰ دیتے تھے جیسا کہ حدیث ۱۵ ، ۱۸ ، ۱۹ ، ۲۰ ، ۲۱ سے واضح ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کو غیر مقلدین تسلیم نہیں کرتے کہتے ہیں کہ عیدین کی نماز میں بارہ تکبیریں زائد ہیں صرف چھ تکبیروں کو زائد ماننا بدعت اور گمراہی ہے۔ (العیاذ باللہ)

چنانچہ جماعت اہلحدیث کے ایک مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"صورت مرقومہ بالا میں واضح و لائح ہو کہ صلاۃ عیدین کی تکبیریں

شریعت محمدیہ میں بارہ ہیں اور نو بھی بعض صحابہ سے ثابت ہیں جیساکہ جامع ترمذی سے ظاہر ہوتا ہے، اور تیرہ بھی بعض وقت کہنی ثابت ہیں جیساکہ مجمع الزوائد میں ہے اور جو ماسوا ان کے ہیں سب بدعت ہیں کیونکہ بدعت اسی چیز کو کہتے ہیں جو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ میں نہ ہو، اور لوگ اس کو اپنی طرف سے شرعی حکم سمجھ کر عوام الناس میں مروج کر دیں تو معلوم ہوا کہ یہ جو آجکل لوگوں میں صلوٰۃ عیدین کی تکبیریں چھ مروج ہیں۔ یہ بالکل بدعت اور سبب گمراہی ہیں کیونکہ ان کا ثبوت شریعت محمدیہ میں نہیں ہے .....

........ اور جو یہ چھ تکبیریں ہیں یہ مذہبی تکبیر گھڑی ہوئی ہیں، خدا اور رسول کی طرف سے یہ حکم قطعاً نہیں اور جو کوئی کہے کہ یہ حکم خدا اور رسول کا ہے تو وہ بڑا کاذب بلکہ اکذب ہے، اور نیز معلوم ہوا کہ یہ تمام دنیا میں عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں قرات تکبیروں کے بعد پڑھی جاتی ہے اور دوسری رکعت میں تکبیروں کے قبل پڑھی جاتی ہے سو یہ غلط اور خلاف سنت نبوی ہے بلکہ سنت یوں ہے کہ قرارت تکبیروں کے بعد دونوں رکعتوں میں ہونی چاہیئے"

(فتاویٰ ستاریہ ج ۱ ص ۱۱۸)

ملاحظہ فرمائیے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عیدین کی نماز میں دونوں رکعتوں میں چھ زائد تکبیریں کہنا متعدد احادیث سے ثابت ہے، جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عیدین کی نماز میں تکبیرات کہنے کا یہی طریقہ بتلاتے ہیں

## بابِ دوم

ناظرینِ کرام : اس باب میں ہم فریق مخالف کے دلائل نقل کر کے ان کے جوابات عرض کریں گے انشاءاللہ لیکن جواب دینے سے قبل ایک بات عرض کئے دیتا ہوں. وہ یہ ہے کہ فریق مخالف ہر مسئلے میں یہ بات کہتا ہے کہ صرف ہم ہی قرآن اور حدیث کو مانتے ہیں اور ہم ہی قرآن و حدیث پر عمل کرتے ہیں اور ہمارا ہر ہر مسئلہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اور ہر مسئلہ کے متعلق کہا کرتے ہیں کہ ہم تو بخاری مسلم کو مانتے ہیں اور یہ مسئلہ بخاری مسلم میں دکھاؤ تو مانیں گے۔ مگر اپنے اس دعویٰ کے مطابق عمل نہیں کرتے۔ مسئلہ تکبیراتِ عیدین فریق مخالف کے پاس نہ تو قرآن کی کوئی ایسی آیت ہے۔ جس سے بارہ تکبیریں ثابت ہوتی ہوں اور نہ ہی کوئی ایسی حدیث ہے جو صحیح۔ صریح۔ مرفوع ہو جس سے بارہ تکبیرات کا سنتِ رسولؐ ہونا ثابت ہوتا ہے بلکہ بخاری اور مسلم میں تو سرے سے بارہ تکبیرات کے متعلق کوئی حدیث ہی نہیں بارہ تکبیریں ثابت کرنے کے لئے سب سے اعلیٰ اور وزنی دلیل جو فریق مخالف پیش کرتا ہے وہ ترمذی کی روایت ہے جو بہت ضعیف ہے جیسا کہ آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

**دلیل ۱** حدثنا مسلم بن عمرو ابو عمرو والحذاء المدینی نا عبداللہ بن نافع عن کثیر بن عبداللہ عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کبّر فی العیدین فی الاولی

سبعًا قبل القرأة وفی الاٰخرة خمسًا قبل القرأة
(ترمذی باب فی التکبیر فی العیدین ص ۱۱۹ / ۱۰۷)

ترجمہ: روایت ہے کثیر بن عبداللہ سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے وہ کثیر کے دادا سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیریں کہیں عیدوں کی نماز میں پہلی رکعت میں سات قرأت سے پہلے اور دوسری رکعت میں پانچ قرأت سے پہلے ترمذی مترجم ص ۲۲۴ / ۱۰۷ از علامہ بدیع الزمان۔

**الجواب** اس حدیث کا دارومدار کثیر بن عبداللہ پر ہے جو نہایت ضعیف ہے

قال ابن معین لیس بشئ وقال الشافعی وابوداؤد رکن من أرکان الکذب وضرب أحمد علی حدیثہ وقال الدار قطنی وغیرہ متروک وقال ابو حاتم لیس بالمتین وقال النسائی لیس بثقۃ وقال ابن حبان لہ عن أبیہ عن جدہ نسخۃ موضوعۃ۔ میزان الاعتدال ص ۴۰۶ / ۳ اور تہذیب تہذیب ص ۴۲۳، ۴۲۴ / ۸ میں ہے قال ابو طالب عن احمد منکر الحدیث لیس بشئ۔ وقال عبداللہ بن احمد ضرب ابی علی حدیث کثیر بن عبداللہ فی المسند ولم یحدثنا عنہ وقال الاجری سئل ابوداؤد عنہ فقال کان احد الکذابین۔ وقال ابن عبدالبر مجمع علی ضعفہ وقال النسائی والدارقطنی متروک الحدیث۔ وقال ابن ابی حاتم سألت ابا زرعۃ عنہ فقال واہی الحدیث لیس بقوی۔ وقال ابوحاتم لیس بالمتین وقال ابن حبان روی عن ابیہ عن جدہ

نسخة موضوعة لا یحل ذکرھا فی الکتب ولا الروایۃ عنه الاعلی جھۃ التعجب ۔

**دلیل ۲** حدثنا مسدد نا المعتمر قال سمعت عبداللہ ابن عبد الرحمٰن الطائفی یحدث عن عمرو شعیب عن ابیه عن عبداللہ بن عمرو بن العاص قال قال نبی اللہ صلی اللہ علیه وسلم التکبیر فی الفطر سبع فی الاولی وخمس فی الاخرۃ والقراءۃ بعدھما کلیتھما (ابو داؤد ص۱۶۳ ج۱ باب التکبیر فی العیدین)

ترجمہ۔ مسدد، معتمر، عبداللہ، عمرو بن شعیب، ان کے والد، ان کے دادا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عید فطر میں سات تکبیریں ہیں پہلی رکعت میں، پانچ تکبیریں دوسری رکعت میں اور قرأت دونوں رکعتوں میں بعد تکبیروں کے ہے۔ (ابو داؤد مترجم ص۴۳۱ ج۱ از وحید الزمان)

**الجواب** اس سند میں عبداللہ بن عبدالرحمٰن الطائفی ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں فیه نظر، ضعفاء البخاری ص۱۹ علامہ زیلعیؒ نصب الرایہ ص۲۱۷ ج۲ میں فرماتے ہیں

قال ابن قطانؒ ضعفه جماعة منھم ابن معینؒ علامہ ذہبیؒ میزان الاعتدال ص۴۵۲ ج۲ پر لکھتے ہیں۔ ذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال ابن معین صویلح وقال مرۃ ضعیف وقال النسائی وغیرہ لیس بالقوی۔ وکذا قال ابو حاتم۔ قال ابن عدی اما سائر حدیثه فعن عمرو بن شعیب، وھی مستقیمة فھو ممن یکتب حدیثه

ثم خلطہ بمن بعدہ فوھم۔

**دلیل ۳**

حدثنا قتیبۃ نا ابن لھیعۃ عن عقیل عن ابن شھاب عن عروۃ عن عائشۃ اَنَّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یکبر فی الفطر والاضحیٰ فی الاولیٰ سبع تکبیرات وفی الثانیۃ خمسا۔

(ابوداؤد ص ۱۶۳ ج ۱)

ترجمہ: قتیبہ، ابن لہیعہ، عقیل، ابن شہاب، عروہ، حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر میں اور عید الاضحیٰ میں پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہتے تھے۔

(مترجم ابوداؤد جلد ۱ ص ۴۳۱ از علامہ وحید الزمان)

**الجواب**

علامہ وحید الزمان غیر مقلد اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں مگر یہ حدیث ضعیف ہے اس کے اسناد میں ابن لہیعہ ہے کہی حاکم نے منفرد ہوا ساتھ اس حدیث کے ابن لہیعہ اور وہ ضعیف ہے (ابوداؤد مترجم ج ۱ ص ۴۳۱)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں۔

ابن لھیعۃ ضعیف عند اھل الحدیث ضعفہ یحییٰ بن سعید القطان وغیرہ (ترمذی ص ۸ ج ۱ ایچ۔ ایم سعید کراچی)

**دلیل ۴**

حدثنا ھشام بن عمار ثنا عبد الرحمٰن بن سعد بن عمار بن سعد مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدثنی ابی عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یکبر فی العیدین

فی الاولیٰ سبعا قبل القراءۃ وفی الآخرۃ خمسا قبل القراءۃ
(ابن ماجہ ص۹۱)

ترجمہ: سعد موذن سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز میں پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات تکبیریں کہتے تھے اور دوسری رکعت میں بھی قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں کہتے تھے۔
(مترجم ابن ماجہ ص۵۳۳ ج۱ از علامہ وحید الزمان)

**الجواب** علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں۔ اگرچہ اس حدیث کا اسناد ضعیف ہے جیسے عراقی نے کہا۔
(ابن ماجہ مترجم ص۵۳۳ ج۱)

اس کی سند میں عبد الرحمٰن بن سعد بن عمار سعد القرظ راوی ضعیف ہے (میزان الاعتدال ص۵۶۶ ج۲) دوسرا راوی سعد بن عمار مجہول ہے میزان ص۱۲۴ ج۲)

## بابِ سوم

## نمازِ عیدین

(۱) عیدین کی نماز شعائر اسلام میں سے ہے جو آپؐ نے سینکڑوں کے مجمع میں ادا فرمائی۔

(۱) کیا وجہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ تو ثابت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن بچیوں سے گانا سُنا۔ آنحضرتؐ اور حضرت عائشہؓ نے فوجی کرتبوں کا مشاہدہ فرمایا مگر نہ نمازِ عیدین کا حکم موجود ہے کہ یہ واجب ہے یا سنّت اور نہ ہی نمازِ عید پڑھنے کا طریقہ درج ہے نہ ہی خطبے مذکور ہیں

(۲) ترمذی۔ ابوداؤد میں نمازِ عید کے دو طریقے درج ہیں کیا غیر مقلدین کے نزدیک دونوں حق ہیں اور دونوں کے حق ہونے کا وہی معنی ہے جو مذاہب اربعہ کے حق ہونے کا آپ لیا کرتے ہیں کہ ہر مذہب میں ایک چوتھائی حق اور تین چوتھائی باطل ہے تو کیا بارہ تکبیروں کے ساتھ نمازِ عید پڑھنے والے کے پاس بھی آدھا حق اور آدھا باطل ہے۔ کیا کسی صحیح صریح حدیث میں ہے کہ دونوں طریقے حق ہیں؟

(۳) کیا کسی صحیح صریح غیر معارض حدیث میں ہے کہ ان دونوں طریقوں میں سے فلاں طریق صحیح اور فلاں غلط ہے یا فلاں راجح اور فلاں مرجوح ہے یا یہ فیصلہ اب امتی مجتہدین پر چھوڑا گیا ہے۔

(۴) جو فیصلہ صراحتہً کتاب وسنت میں موجود نہ ہو اس میں اجماع اور قیاس شرعی کی طرف رجوع کا حکم ہے تو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں سب صحابہ کا اجماع اس پر ہوا کہ نمازِ جنازہ بھی چار تکبیروں سے ہوا کرے گا اور نمازِ عیدین (الفطر۔ الاضحٰی) دونوں کی ہر رکعت میں بھی چار چار تکبیریں ہوں گی۔ (طحاوی شرح معانی الآثار ص۳۳۳ ج۱)

یہ بالکل ایسا ہی ہے۔ جس طرح عہدِ فاروقی میں شراب کی حد کے بارہ میں

۸۰ کوڑوں پر اجماع ہو گیا ام الولد کی بیع کے ترک پر اجماع ہو گیا۔ اگر کوئی شخص صحبت کرے تو محض دخول سے غسل فرض ہو جاتا ہے انزال ہو یا نہ ہو اس پر اجماع ہو گیا اور یہ اجماع اس کے مخالف احادیث کے نسخ کی دلیل ہے تو بارہ تکبیروں والی روایات جن میں سے ایک بھی صحیح نہیں اگر کوئی صحیح بھی ہوتی تو یہ اجماع اس کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے۔

(۵) جب ان دونوں طریقوں میں ترجیح امتیوں نے دینی ہے تو صحابہ اور خیر القرون کے تابعی مجتہد امام اعظمؒ نے چھ زائد تکبیروں سے عیدین کی نماز کو راجح قرار دیا ہے ان کے مقابلہ میں بعد والے امتیوں کی ترجیح کا کیا اعتبار۔

(۶) عیدین کی نماز میں ثناء سبحانک اللھم یا اللھم باعد بینی پڑھنے کے لئے صلوٰۃ الرسول ص۴۱۱ پر ابن خزیمہ کا حوالہ دیا ہے حالانکہ ابن خزیمہ میں کوئی ایسی حدیث موجود نہیں ہے۔

(۷) ہر ہر تکبیر پر رفع الیدین کریں کوئی صحیح صریح حدیث موجود نہیں ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ص۱۶۹ ج۴ ثنائیہ ص۵۲۵ ج۱)

(۸) حکیم صادق صاحب لکھتے ہیں "پھر امام اونچی آواز سے اور مقتدی آہستہ الحمد شریف پھر امام اونچی آواز سے قرأت پڑھے اور مقتدی چپ چاپ سنیں (صحیح مسلم) (صلوٰۃ الرسول ص۴۱۱)

یہ تفصیل خاص نماز عیدین کے بارہ میں صحیح مسلم میں ہرگز نہیں ہے۔

(۹) صادق نے لکھا ہے عیدین میں ق۔ والقرآن المجید اور اقتربت الساعۃ وانشق القمر اور سبح اسم اور ھل اتاک کا پڑھنا آیا ہے۔ (صلوٰۃ الرسول ص۴۱۱) کیونکہ دونوں طرح پڑھنا حق ہے اور حق کا وہی معنیٰ ہے جو محمد جوناگڑھی نے سراج محمدی اور طریق محمدی میں اور حکیم صادق نے

سبیل الرسول میں لیا ہے۔

(۱۰) ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض سے ثابت کریں کہ اگر عیدین میں مندرجہ بالا چاروں سورتوں کے علاوہ کوئی اور سورتیں پڑھ لے تو اس کی نماز عید باطل ہو گی یا مکروہ۔

(۱۱) نماز کے لئے عورتیں دورِ نبوت میں باہر میدان میں جاتی تھیں مگر ان کے لئے علیحدہ قناتیں لگا کر پردہ کرنے کا کوئی ثبوت حدیث میں نہیں۔ آج کل جو لوگ پردہ کے لئے قناتیں لگاتے ہیں کیا وہ صحابیات اور امہات المومنین سے اپنی عورتوں کے پردہ کی زیادہ اہمیت سمجھتے ہیں۔

(۱۲) کیا بعض صحابہ نے عورتوں کو نماز کے لئے مساجد میں جانے سے روکا؟ وہ کون کون تھے؟ اہلِ قرآن کہتے ہیں کہ وہ ہماری جماعت کے تھے یہ بات کہاں تک صحیح ہے؟

(۱۳) ان روکنے والوں کے پاس کوئی آیت قرآنی تھی یا حدیثِ نبوی یا قیاس تو حدیث کے خلاف قیاس کرنے والا کون ہوتا ہے؟ ان کا شرعی حکم کیا ہے؟

(۱۴) حکیم صادق صاحب نے لکھا ہے "عیدگاہ کو جاتے اور واپس آتے ہوئے اونچی آواز سے یہ تکبیر پڑھتے رہیں۔

اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ، واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد

(دار قطنی صلوٰۃ الرسول صفحہ ۴۰۹) حالانکہ کسی صحیح صریح غیر معارض حدیث میں خاص اس تکبیر کا بلند آواز سے عیدگاہ کو جاتے اور واپس آتے پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔

(۱۵) ایام تشریق میں نمازوں کے بعد مندرجہ بالا تکبیر کہنے کے بارہ میں حکیم صادق صاحب نے لکھا ہے کہ تکبیریں بلند آواز سے بکثرت پڑھتے رہیں (نماز کے

کے بعد) (دارقطنی) دار قطنی کی جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے وہ پرلے درجہ کی ضعیف اور جھوٹی ہے کیونکہ سند کے راوی عمرو بن شمر اور جابر جعفی دونوں کذاب ہیں افسوس ہے کہ یہ مذہب بھی کتنا یتیم ہے جس کا مدار ایسی جھوٹی روایات پر ہے۔

(۱۶) اس جھوٹی روایت میں بھی نہ بلند آواز کا لفظ نہ بکثرت کا صرف حکیم صاحب کی ہاتھ کی صفائی ہے۔

(۱۷) حکیم صاحب نے صلوٰۃ الرسول کے حاشیہ صـ۴۱۱ پر اکیلے اکیلے نماز عید کو بھی جائز قرار دیا ہے کیا کسی ایک ہی حدیث صحیح صریح غیر معارض میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اکیلے نماز عید پڑھی ہو یا دوسروں کو اکیلے نمازِ عید پڑھنے کا حکم دیا ہو۔

(۱۸) حکیم صاحب نے صلوٰۃ الرسول صـ۴۱۱ پر بارہ تکبیروں کی حدیث نقل کی ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ اس کے راوی کثیر بن عبداللہ کو امام شافعیؒ نے رکن من ارکان الکذب فرمایا ہے۔ امام احمد۔ ابن معین۔ نسائی۔ دارقطنی۔ ابوزرعہ اور ابن حبان نے اس کو ضعیف کہا ہے (نصب الرایہ صـ۲۱۷ ج۲) کیا یہ کتمان حق نہیں۔

(۱۹) حکیم صادق صاحب نے مشکوٰۃ کے حوالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمرؓ کا بھی بارہ تکبیروں سے عید پڑھنا لکھا ہے مگر سند کا راوی ابراہیم بن ابی یحییٰ ہے امام مالکؒ فرماتے ہیں وہ نہ حدیث میں ثقہ ہے نہ دین میں۔ امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعید القطان اسے کذاب کہتے ہیں امام احمد فرماتے ہیں تَرَکُوا حدیثہ ابن معین اُسے کذاب رافضی کہتے ہیں وہ تقدیر کا منکر بھی تھا اور معتزلی بھی امام علی بن المدینی اسے کذاب کہتے ہیں۔

امام نسائی اور دارقطنی اُسے متروک کہتے ہیں (میزان الاعتدال ص۵۵ ج۱)
دیکھئے حکیم صادق کس طرح کذابوں پر ایمان لے آیا ہے اپنے نام کی لاج بھی نہیں رکھی۔

(۲۰) پھر سند بھی متصل نہیں امام جعفرؒ نے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عید پڑھتے دیکھا نہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا زمانہ پایا نہ حضرت علی کا نہ حضراتِ حسنینؓ کا۔

(۲۱)

(۲۲) عیدین میں دو خطبوں کا پڑھنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں چنانچہ لکھا ہے "دو خطبوں کی روائتیں اگرچہ ضعیف ہیں مگر جمعہ پر قیاس سے اس مسئلہ کی تائید ہوتی ہے کہ عیدین کے جمعہ کی طرح دو خطبے پڑھے جائیں (فتاویٰ علمائے حدیث ص۱۹۷ ج۴) قیاس کو کارِ ابلیس بھی کہا جاتا ہے۔ اور اس پر ایمان بھی رکھا جاتا ہے۔

(۲۳) نماز عید سے پہلے "نعت یا تلاوتِ قرآن مجید یا پھر وعظ یہ سب خطبہ میں شامل ہیں (فتاویٰ اہلحدیث ص۳۹۵ ج۲ فتاویٰ علمائے حدیث ص۱۹۸ ج۴) اس کی دلیل میں حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش فرمائیں۔

(۲۴) حکیم صادق صاحب لکھتے ہیں "عیدین کا خطبہ منبر پر نہ پڑھیں (صحیح مسلم، صلوٰۃ الرسول ص۴۱۱) مگر عون المعبود ص۵۶ ج۳ اور فتاویٰ علمائے حدیث ص۱۹۹ ج۴ پر حضرت جابرؓ سے حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ کا خطبہ منبر پر پڑھا۔ صادق صاحب امتی کے قول کی آڑ لے کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے کیوں منکر ہو رہے ہیں۔

(۲۵) فتاویٰ علمائے حدیث صفحہ ۲/۴ پر لکھا ہے "کہ مرد یا عورت کو عیدگاہ یا جامع مسجد سے روکنے والا "بہت بڑا کافر اور بڑا سرکش ہے" کیا واقعی آپ حضرت عائشہؓ۔ حضرت عمرؓ حضرت ابن مسعودؓ اور تمام مہاجرین انصار جنہوں نے ان کے کہنے سے اپنی عورتوں کو مسجد اور عیدگاہ میں جانے سے روک لیا" سب کو بڑے کافر اور بڑے سرکش سمجھتے ہیں۔

(۲۶) مولوی عبداللہ روپڑی فتاویٰ اہل حدیث صفحہ ۲/۴ اور مولوی علی محمد سعیدی فتاویٰ علمائے حدیث صفحہ ۱۹۶/۴ پر لکھتے ہیں کہ زائد تکبیروں کے درمیان اللہ کا ذکر کرنا چاہیئے مگر جو حدیث پیش کی ہے۔

عن جابرؓ قال مضت السنۃ ان یکبر وا الصلوٰۃ فی العیدین سبعًا و خمسًا بذکر اللہ ما بین کل تکبیر تین۔ بیہقی صفحہ ۲۹۲/۳)

لیکن اس کی سند میں بعض راویوں کے حالات معلوم نہیں ایک راوی علی بن عاصم ہے اس کے بارہ میں امام یزید بن ھارون کہتے ہیں ہم ہمیشہ سے اُسے جھوٹا جانتے ہیں امام احمد ابن معین اور امام نسائی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں (حاشیہ نصب الرایہ صفحہ ۲۱۹/۲)

(۲۷) پاک و ہند میں شروع سے سب مسلمان اہل سنت والجماعت حنفی تھے انگریز کے منحوس قدم اس ملک میں آنے سے پہلے سب مسلمان عیدین چھ زائد تکبیروں کے ساتھ پڑھتے تھے کسی نے اس نماز کو فاسد نہ کہا تھا۔ انگریز کے دور میں مولوی عبدالوہاب غیر مقلد نے جماعت غرباء اہلحدیث کی بنیاد رکھی۔ جس کا مقصد تحریک جہاد کو فیل کر کے انگریز کو خوش کرنا تھا۔ اس کو مسلمانوں کا اتفاق ہرگز پسند نہ تھا چنانچہ اس نے دہلی میں بارہ تکبیروں والی عید شروع کر کے مسلمانوں میں نئے افتراق کا اضافہ کیا۔ اُس کا یہ حربہ

انگریز کو خوش کرنے کے لئے تھا۔

(۲۸) اس دن سے عید جو مسلمانوں کے اجتماع اور خوشی کا دن تھا لڑائی فساد اور بغض وعناد کا دن بن گیا۔

(۲۹) عوام جہاں کو براہ راست احادیث کی کتابیں دیکھنے کی دعوت دی انہوں نے جب ہر باب میں مختلف احادیث دیکھیں ان میں تطبیق یا ترجیح کی اہلیت نہ تھی اس لئے وہ منکرِ حدیث بن گئے۔

(۳۰) پھر اس فرقہ کے نزدیک جھوٹ بھی کوئی عیب نہیں بلکہ کمال ہے حرف عیدین کے بارہ میں جھوٹ ملاحظہ ہوں۔

ان کی مشہور کتاب حقیقۃ الفقہ میں لکھا ہے "نماز عید میں بارہ تکبیروں کی حدیث صحیح ہے ہدایہ ص ۶۶۶/۱ شرح وقایہ ص ۱۵۱ حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲/۲ ص ۲۰۵ حالانکہ یہ ہدایہ اور شرح وقایہ دونوں پر سفید نہیں سیاہ جھوٹ ہے۔

(۳۱) عیدین میں تکبیر جہر سے کہے یہی سنت ہے۔ درمختار ص ۳۸۵/۱ ہدایہ ص ۶۶۲/۱ شرح وقایہ ص ۱۵۰ حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲/۲ یہ فقہ کی ان تینوں مشہور کتابوں پر بالکل جھوٹ ہے لعنت اللہ علی الکاذبین۔

(۳۲) عیدین میں چھ تکبیروں کی بابت ابن مسعود کا قول ہے۔ (ہدایہ ص ۶۶۵/۱ شرح وقایہ ص ۱۵۲ حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲ یہ بھی جھوٹ ہے۔

ہدایہ اور شرح وقایہ میں چھ تکبیروں کے ساتھ نماز پڑھنے کو ہی مذہب قرار دیا ہے۔

(۳۳) دونوں رکعتوں میں قبل قرأت تکبیرات کہے قدوری ص ۴۰ حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۳/۲ ص ۲۰۴ یہ بھی بالکل جھوٹ ہے قدوری میں نماز پڑھنے کا وہی طریقہ ہے جس طرح احناف کا عمل ہے۔

(۳۴) تکبیر بلند آواز سے کہے راستہ میں اور عید گاہ میں اور مختار ص ۳۸۹ ج ۱) حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲ ج ۲ ۴۰۴ اس حوالے میں بھی فریب کیا یہ صرف عید الاضحیٰ کے بارہ میں تھا مگر ناقل نے عید الاضحیٰ کا ذکر حذف کر دیا۔

(۳۵) عیدین میں سورت اعلیٰ اور غاشیہ پڑھنا مسنون ہے۔ در مختار ص ۳۸۷ ج ۱ حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۳ ج ۲ ۴۰۸۔

(۳۶) عید الفطر کے دن خطیب صدقۃ الفطر کے مسائل بیان کرے در مختار ص ۳۸۵ ج ۱ حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۳ ج ۲ ۴۰۹۔

(۳۷) مصافحہ بعد عید کے مکروہ ہے یہ طریقہ رافضیوں کا ہے در مختار ص ۳۸۵ ج ۱ حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۳ ج ۲ ۴۱۰۔

(۳۸) معانقہ بھی بعد عید کے بے اصل اور مکروہ ہے در مختار ص ۳۸۵ ج ۱ حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۳ ج ۲ ۴۱۱۔

ان ۳۵ تا ۳۸ چاروں مسائل کی نسبت در مختار کی طرف محض جھوٹ ہے اگر کوئی لامذہب محمد یوسف جے پوری اور داؤد راز سے جھوٹ کی یہ سیاہی اتارنا چاہے تو ہدایہ۔ شرح وقایہ۔ قدوری۔ در مختار کی اصل عربی عبارات پیش کرے جن کا یہ ترجمہ ہے۔

(۳۹) ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش کریں کہ تکبیرات زائد امام جہراً کہے اور مقتدی آہستہ۔

(۴۰) نماز عید میں زائد تکبیرات فرض ہیں یا واجب یا سنت وغیرہ حکم صریح حدیث سے دکھائیں۔

# قربانی صرف تین دن تک جائز ہے

## دلیل نمبر ۱

عن سلمة بن اکوع قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ضحیٰ منکم فلا یصبحن بعد ثالثة وبقی فی بیتہ منہ شئ (بخاری شریف ص۸۳۵ ج۲ و مسلم ص۱۵۹ ج۲)

حضرت سلمہ بن رکوع فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو قربانی کرے پس تیسری رات کے بعد نہ صبح کرے کہ اس کے گھر میں قربانی کے گوشت میں سے کچھ بچا ہوا موجود ہو۔

جب چوتھے دن قربانی کے گوشت کی ایک بوٹی رکھنا بھی درست نہیں تھا تو پورا جانور ذبح کر کے کھانا کیسے درست ہو سکتا ہے۔

# حضرت ابوہریرہؓ کا اثر

## دلیل نمبر ۲

من طریق ابن ابی شیبہ نا زید بن الحباب عن معاویة ابن صالح حدثنی ابو مریم سمعت ابا هریرة یقول: الاضحیٰ ثلاثة ایام (محلی ابن حزم ص۳۷۷ ج۷)

ابن ابی شیبہ سے ہے کہ ہمیں زید بن حباب نے معاویہ بن صالح سے بیان کیا انہوں نے ابو مریم سے انہوں نے کہا کہ میں نے ابو ہریرہ سے سنا ہے کہ قربانی تین دن ہے۔

# حضرت انسؓ کا اثر

## دلیل نمبر ۳

من طریق وکیع عن شعبۃ عن قتادہ عن انس قال الاضحیٰ یوم النحر ویومان بعدہ (محلی صفحہ ۳۷۷ ج ۷)

وکیع نے شعبہ سے نقل کیا ہے انہوں نے قتادہ سے انہوں نے انسؓ سے قربانی دس، گیارہ اور بارہ تاریخ تک ہے۔

# حضرت ابن عمرؓ کا اثر

**دلیل نمبر ۴:** نافع سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ:

الاضحیٰ یومان بعد یوم الاضحیٰ (موطا امام) قربانی دس، گیارہ اور بارہ تاریخ تک ہے۔

دلیل نمبر ۲-۳-۴ کے متعلق مولانا الیاس اثری صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں یہ تین اقوال حضرت ابو ہریرہؓ حضرت انسؓ اور حضرت عمرؓ کا[1] سنداً صحیح و درست ہیں۔
(القول الانیق صفحہ ۴۰)

# فریق مخالف کے دلائل کا جواب

چار دن تک قربانی ثابت کرنے کے لئے غیر مقلدین کے پاس نہ تو قرآن پاک کی کوئی صریح آیت ہے اور نہ کوئی بخاری مسلم بلکہ پورے صحاح ستہ میں ان کو کوئی دلیل نہیں ملتی ہے۔ اہل سنت سے ہر بات میں کہتے ہیں کہ بخاری مسلم میں یہ بات دکھاؤ۔ مگر اپنی دفعہ ان کو پتہ نہیں کیا ہو جاتا ہے۔ چار دن تک قربانی ثابت کرنے کے لئے

---

[1] نوٹ: صحیح ابن عمرؓ ہے۔ عمرؓ نہیں۔

سب سے اہم اور ان کے نزدیک سب سے صحیح اور وزنی جو دلیل ہے وہ مولانا الیاس اثری نے پیش کی ہے وہ ہم یہاں پر نقل کر کے اس کا جواب دیتے ہیں ملاحظہ فرمائیں مولانا حافظ محمد الیاس اثری صاحب غیر مقلد مدرس جامعہ سلفیہ ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ اپنے رسالہ۔ القول الانیق فی توضیح ایام التشریق المعروف ایام قربانی کی تحقیق کے ص۳ پر جبیر بن مطعمؓ کی روایت نقل کی ہے روایت کے الفاظ اس طرح ہیں

| | |
|---|---|
| عن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ | جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ |
| أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایام التشریق |
| قال: کل ایام التشریق ذبح (دارقطنی ج۲ ص۲۸۴) | ذبح (قربانی) کے دن ہیں۔ |

**جواب:** یہ روایت حضرت عمرو بن دینارؒ کی سند والی ہے خود اثری صاحب نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۱۱ پر نمبر ۲ کے تحت اس سند کو نقل کیا ہے۔ اس کی سند میں کئی خرابیاں ہیں پہلی خرابی عمرو بن دینار کی حضرت جبیرؓ بن مطعم سے ملاقات ثابت نہیں کیونکہ حضرت جبیرؓ بن مطعم کی وفات ۵۶ھ یا ۵۸ھ یا ۵۹ھ میں ہوئی۔ دیکھئے تہذیب التہذیب ج۲ ص۶۴ جبکہ عمرو بن دینار کی وفات ۱۲۵ھ یا ۱۲۶ھ میں ہوئی (تہذیب التہذیب ج۸ ص۳۰) جب کہ تقریب التہذیب میں ۱۲۶ھ میں وفات لکھی ہے اور کل عمر حضرت عمرو بن دینار کی ستر سال سے زائد ہے (تہذیب التہذیب) اس الحاظ سے عمرو بن دینار کی پیدائش ۵۵ھ یا ۵۶ھ میں بنتی ہے اگر حضرت جبیرؓ بن مطعم کی وفات ۵۶ھ یا ۵۸ھ یا ۵۹ھ میں ہو تو عمرو بن دینار کی ملاقات قطعاً متصور نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت جبیرؓ بن مطعم کے شاگردوں میں عمرو بن دینارؒ کا نام نہیں ملتا اور عمرو بن دینار کے استاذوں میں حضرت جبیرؓ بن مطعم کا نام نہیں ملتا۔ البتہ حضرت جبیرؓ بن مطعم کے لڑکے محمدؒ اور نافعؒ اس عمرو بن دینار کے استاذ یقیناً ہیں۔

دوسری خرابی اس سند کا ایک راوی احمد بن عیسیٰ الیتیمی الخشاب ہے جو بہت

بڑا جھوٹا ہے۔ اور وضاع ہے
امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں قوی نہیں ہے محدث ابن طاہرؒ فرماتے ہیں کَذَّابٌ یَضَعُ الْحَدِیْثَ (بہت بڑا جھوٹا ہے جعلی حدیثیں بناتا ہے) ابن حبانؒ بھی سخت ضعیف قرار دیتے ہیں۔ محدث مسلمہؒ فرماتے ہیں۔ کَذَّابٌ حَدَّثَ بِاَحَادِیْثَ مَوْضُوْعَۃٍ (بہت بڑا جھوٹا ہے جھوٹی روایتیں بیان کرتا ہے) محدث اور مورخ ابن یونس فرماتے ہیں وکان مُضْطَرِبَ الْحَدِیْثِ جداً (اور سخت مضطرب الحدیث ہے) لسان المیزان ص۲۹۱

تیسری خرابی: اس کی سند میں عمرو بن ابی سلمہ واقع ہے۔ امام ابن معین کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں کہ ان کی حدیثیں لکھی تو جاسکتی ہیں لیکن ان سے استدلال و احتجاج صحیح نہیں ہے۔ محدث عقیلی کہتے ہیں کہ ان کی حدیث میں وہم ہوتا ہے۔ امام ساجی کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے امام احمد فرماتے ہیں کہ اس نے زہیر سے باطل روایتیں نقل کی ہیں (تہذیب التہذیب ص۴۳-۴۴ / ۸-۷)

چوتھی خرابی: اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابومعید بھی ہے اور یہ بھی ضعیف ہے۔

پانچویں خرابی: اس حدیث کی سند میں مرکزی راوی سلیمان بن موسیٰ ہے۔
مولانا الیاس اثری صاحب نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۱۱ پر تینوں سندیں سلیمان بن موسیٰ سے ہی نقل کی ہیں۔ سلیمان بن موسیٰ کیسا راوی ہے وہ آپ ملاحظہ فرمائیں
امام بخاریؒ فرماتے ہیں عِنْدَہٗ مَنَاکِیْرُ (تہذیب التہذیب ص۲۲۷ / ۴ وکتاب الضعفاء الصغیر للبخاری ص۲۴ م التاریخ الصغیر) کہ سلیمن بن موسیٰ کے پاس ضعیف قسم کی حدیثیں ہیں۔
امام نسائیؒ فرماتے ہیں لیس بالقوی فی الحدیث (حدیث میں قوی نہیں ہے) نیز فرماتے ہیں فی حدیثہ شیٔ (اس کی حدیث میں کچھ خرابی ہے (تہذیب التہذیب ص۲۲۷ / ۴)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# ننگے سر نماز
## غیر مقلد علماء کی نظر میں

مولانا محمد اسمٰعیل سلفی کا فتویٰ
مولانا سیّد محمد داؤد غزنوی کا فتویٰ
پیر سیّد محب اللہ شاہ راشدی کی تحقیق
مولانا محمد اسحٰق بھٹی کی ایک فکر انگیز تحریر

جمع و ترتیب :-

پیر جی سیّد مشتاق علی شاہ

ناشر
مکتبہ فاروقیہ ۸ گوبند گڑھ گوجرانوالہ

# مولانا محمد اسمٰعیل سلفی غیر مقلد کا فتویٰ

سوال : بدن پر کپڑے ہوتے ہوئے سر پر سے ٹوپی یا پگڑی اُتار کر رکھ دینی اور کوئی عذر بھی نہ ہو اور ہمیشہ اس طرح نماز پڑھنا، اگرچہ فرض نماز باجماعت مسجد میں ہو اس کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ کیا اس طرح نبی علیہ الصّلوٰۃ والسلام یا صحابہؓ سے ثبوت ملتا ہے؟ اگر ملتا ہے تو عبارت مع صفحہ تحریر فرمادیں۔

۲۔ ننگے سر نماز پڑھنی افضل ہے یا سر ڈھانک کر، اگر سر ڈھانک کر نماز پڑھنی افضل ہے تو اسکی دلیل پیش فرمائیے گا؟

(عبداللہ خطیب جامع مسجد اہل حدیث ڈیرہ غازیخاں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الجواب : وباللہ التوفیق : متذکرہ صدر سوال پر تین وجوہ سے غور کیا جا سکتا ہے۔ ۱۔ مطلق جواز اور اباحت کے لحاظ سے، ۲۔ افضلیت یعنی آنحضرتؐ اور صحابہؓ کے عام عمل کے لحاظ سے، ۳۔ حرمت اور عدم جواز کے لحاظ سے۔

نماز میں ستر مغلظ (شرمگاہ) کا ڈھانپنا بالاتفاق ضروری ہے ان میں سے اگر کوئی حصّہ ننگا ہو تو نماز نہیں ہوگی اور ان اعضاء کا ننگا رکھنا شرعاً حرام ہے۔ بہز بن حکیم سے مروی ہے: اِحْفَظْ عَوْرَتَكَ اِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ اَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ (رواہ الخمسۃ الا النسائی) بیوی اور مملوکہ کے سوا اعضاء ستر دیکھنے کا کسی کو موقع نہ دے۔

شوکانی فرماتے ہیں: والحق وجوب ستر العورة فی جمیع الاوقات الا وقت قضاء الحاجة وافضا الرجل الی اہلہ۔ اھ (نیل الاوطار ص ۶۴ ج ۲)

حد ستر میں اہلِ علم مختلف ہیں۔ جمہور ناف سے گھٹنہ تک ڈھکنا ضروری سمجھتے ہیں بعض صرف ران ڈھانپنا واجب سمجھتے ہیں۔ امام احمد اور امام مالک سے ایک روایت میں آیا ہے: العورة القبل والدبر۔ (نیل الاوطار ص ۶۴ ج ۲) غرض ستر کی جو حد بھی اہلِ علم کے نزدیک ہے اگر اسے ننگا رکھا جائے تو نماز نہیں ہو گی۔ اعضاءِ ستر کو ویسے بھی ننگا رکھنا درست نہیں۔ نماز میں تو قطعاً حرام اور ناجائز ہو گا۔ سر چونکہ بالاتفاق اعضاءِ ستر میں نہیں اس لیے اگر کسی وقت ننگے سر نماز پڑھی جائے تو نماز بالاتفاق جائز ہو گی اس کے لیے نہ بحث کی ضرورت ہے نہ احادیث کی ٹٹول کی ضرورت، جس طرح کوئی پنڈلی، پیٹ، پشت وغیرہ اعضاء ننگے ہوں تو نماز جائز ہے سر ننگے بھی درست ہے لیکن اسے عادت نہیں بنانا چاہیے۔ امام اگر نماز کے بعد پاؤں آسمان کی طرف کرے یا مقتدی کوئی ایسی حرکت کریں حدیث میں اس سے رکاوٹ ثابت نہیں ہو گی لیکن عقلمند ایسا کرنے سے پرہیز کرے گا۔ ننگے سر کی عادت بھی قریباً اسی نوعیت کی ہے۔ جواز کے باوجود ایسی عادات عقل وفہم کے خلاف ہیں۔ عقلمند اور متدین آدمی کو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

آنحضرت، صحابہ کرام اور اہلِ علم کا طریق وہی ہے جو اب تک مساجد میں متوارث اور معمول بہا ہے۔ کوئی مرفوع حدیث صحیح میری نظر سے نہیں گزری جس سے اس عادت کا جواز ثابت ہو خصوصاً باجماعت فرائض میں بلکہ عادت مبارک یہی تھی کہ پورے لباس سے نماز ادا فرماتے تھے۔

امام بخاری فرماتے ہیں: باب وجوب الصلوٰة فی الثیاب وقول اللہ تعالیٰ:

خُذُوا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ومن صلّٰی ملتحفا فی ثوب واحد و
یذکر عن سلمة بن الاکوع ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بزرّہ ولو
بشوکة. فی اسنادہ نظر. الخ. (صحیح بخاری مع فتح مطبوعہ مصر ص۳۱۸ ج ۱) امام بخاری
کا مطلب یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ زینت کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ اعضاء ستر ڈھانپنے کے
علاوہ اچھے کپڑوں میں ادا کی جائے۔ عام ذہن کے لوگوں کو اس قسم کی احادیث سے
غلطی لگی ہے کہ ایک کپڑے میں نماز ادا کی جائے تو سر ننگا رہے گا۔ حالانکہ ایک کپڑے
کو اگر پوری طرح لپیٹا جائے تو سر ڈھکا جا سکتا ہے۔

اس مضمون کی احادیث اُمِّ ہانی، ابوہریرہ، جابر بن عبداللہ، سلمہ بن اکوع، عمر بن ابی سلمہ
طلق بن علی وغیرہ سے صحیح بخاری، سنن ابی داؤد وغیرہ دواوین سنّت میں موجود ہیں لیکن
کسی میں سر ننگا رکھنے کا ذکر نہیں خصوصاً جس میں عادت اور کثرتِ عمل ثابت ہو، پھر
احادیث میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ صورت یا تو
صرف اظہار جواز کے لیے ہے، یا کپڑوں کی کم یابی کی وجہ سے۔ ان حالات سے
جواز یا اباحت تو ثابت ہو سکتی ہے سنّت یا استحباب ظاہر نہیں ہوتا۔ حضرت ابوہریرہؓ
کی روایت میں ہے: اولکلکم ثوبان۔ (ابوداؤد ص۲۱۵) طلق کی روایت میں ہے او کلکم
یجد ثوبین۔ (ابوداؤد مع عون ص۲۴۱) کیا سب کو دو کپڑے میسر آ سکتے ہیں؟

حضرت عمرؓ کے اثر میں مزید تفصیل ملتی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں قام رجل الی
النبی صلّی اللہ علیہ وسلم فسئالہ عن الصّلوٰة فی الثوب الواحد فقال اوکلکم
یجد ثوبین۔ ثم سئل رجل عمر فقال اذا وسع اللہ فاوسعوا جمع رجل علیہ
ثیابہ صلّی رجل فی ازارٍ ورداءٍ فی ازارٍ وقمیص فی ازارٍ وقباء فی سراویل
ورداءٍ فی سراویل وقمیص فی سراویل وقباء فی تبانٍ وقباءٍ فی تبان و
قمیص قال واحسبہ فی تبان ورداءٍ۔ (صحیح بخاری ص۲۶۳) حضرت عمرؓ سے ایک آدمی
نے ایک کپڑے میں نماز کے متعلق دریافت کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ وسعت

دے تو نماز میں بھی وسعت سے کام لینا چاہیے۔ اسکے بعد حضرت عمرؓ نے حسب استطاعت نماز میں لباس کی مختلف قسموں کا ذکر فرمایا۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد حکم ہو یا صرف خبر اس میں کپڑوں کی قلت اور عدم استطاعت صراحۃً سمجھ میں آتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر پورے کپڑے میسر ہو سکیں اور کوئی مانع نہ ہو تو تکلّف سے مسکنت کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ ابن منیر فرماتے ہیں: الصحیح انہ کلام فی معنی الشرط کانہ قال ان جمع رجل علیہ ثیابہ فحسن۔ اھ۔ (فتح ص۳۲۴) اگر ایک سے زائد کپڑے نماز میں استعمال کرے تو بہتر ہے

حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وفی ھذا الحدیث دلیل علی وجوب الصلوٰۃ فی الثیاب لما فیہ من ان الاقتصار علی الثوب الواحد کان لضیق الحال وفیہ ان الصلوٰۃ فی الثوبین افضل من الثوب الواحد وصرح القاضی عیاض بنفی الخلاف فی ذالک۔ اھ۔ (فتح الباری ص۳۲۴) اس حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ (مستطیع کے لیے) زیادہ کپڑوں میں نماز پڑھنا واجب ہے کیونکہ ایک کپڑے کی اجازت صرف ضیق کی وجہ سے تھی اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نماز میں دو کپڑے استعمال کرنا افضل ہے غرض کسی حدیث سے بھی بلا عذر ننگے سر نماز کو عادت اختیار کرنا ثابت نہیں محض بے عملی یا بدعملی یا کسی کی وجہ سے یہ رواج بڑھ رہا ہے بلکہ جہلاء تو اسے سنّت سمجھنے لگے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

اسکی تائید دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ ابنِ عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر فرماتے ہیں۔ اذا صلی احدکم فلیاتزر ولیرتد۔ اھ (سنن الکبریٰ ص۲۳۵) نافع فرماتے ہیں عبداللہ بن عمرؓ مرفوعاً فرماتے ہیں: اذا صلّی احدکم فلیلبس ثوبیہ فان اللہ عز وجل احق ان یزین لہ... الخ (سنن الکبریٰ) نافع فرماتے ہیں عبداللہ بن عمرؓ نے مرفوعاً فرمایا نماز دو کپڑوں میں پڑھو۔ اللہ کی بارگاہ میں زینت سے حاضر ہونا زیادہ مناسب ہے۔

نافع فرماتے ہیں میں ایک دن اونٹوں کی گھاس کے سلسلہ میں نماز سے پیچھے رہ گیا، عبداللہ بن عمرؓ آئے تو میں ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھ رہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کیا تمھارے پاس دو کپڑے نہیں؟ میں نے عرض کیا دو ہی موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا: ارءیت لو بعثتک الیٰ بعض اھل المدینۃ اکنت تذھب فی ثوب واحد؟ قلت لا۔ قال واللہ احق ان یتجمل لہ؟ الخ۔ (بیہقی سنن ص۲۳۶) اگر میں مدینہ میں کسی کے پاس

تمہیں بھیجتا تو تم ایک کپڑے میں جاتے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا اللہ کی بارگاہ میں زینت سے حاضر ہونا زیادہ مناسب ہے۔ ان احادیث میں سر ڈھانپنے کی صراحت نہیں، لیکن دو کپڑوں سے سر ڈھانپنے کا زیادہ امکان ہو جاتا ہے۔ کپڑا موجود ہو تو سر ننگے نماز ادا کرنا یا ضد سے ہوگا یا قلتِ عقل سے۔ نیز یہ ثابت ہوتا ہے کہ اچھے کپڑوں کے ساتھ تجمل سے نماز پڑھنا مستحب اور مسنون ہے۔ آیت خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ کے مضمون سے بھی اسی سے وضاحت ہو جاتی ہے۔

ابوداؤد میں ایک اثر ہے جس سے شاید کوئی کم سواد آدمی استدلال کرے حدثنا عبد اللہ بن محمد الزهری ثنا سفیان بن عیینة قال رأیت شریکاً صلّی بنا فی جنازة العصر فوضع قلنسوته بین یدیه یعنی فی فریضة۔ (ابوداؤد ص۲۵۶ ج۱ عون) یعنی شریک نے فرضوں کی نماز بوقت عصر ٹوپی اتار کر پڑھی اور ٹوپی اپنے سامنے رکھی۔ اھ۔ اوّل تو یہ نہ مرفوع حدیث ہے نہ کسی صحابی کا اثر۔ دوم معلوم نہیں یہ شریک کون بزرگ ہیں۔ شریک بن عبد اللہ نخعی تبع تابعی ہیں یا شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر تابعی۔ ان دونوں میں کم و بیش ضعف ہے لیکن یہ ان کا عمل ہے جو کسی طرح بھی قابلِ حجّت نہیں۔ سوم امام ابوداؤد نے اسے باب الخط اذا لم یجد عصا میں ذکر فرمایا ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہاں ضرورتاً سر ننگا رکھا گیا ہے کیونکہ جب انھیں سترہ کے لیے کوئی چیز نہ ملی تو انھوں نے سُترہ کا کام ٹوپی سے لے لیا۔ ضرورت اور عذر سے سر ننگا رکھا جائے تو اس میں بحث نہیں۔ بحث اس میں ہے کہ فیشن اور عادت کے طور پر نماز میں سر ننگا رکھنا کہاں تک درست ہے؟ حافظ عینی نے شرح بخاری میں مختلف مذاہب کے ذکر میں تفصیل سے کام لیا ہے۔ ان کی بحث کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ ایک کپڑے میں درست ہے لیکن جب وسعت ہو کپڑے میسّر آسکیں تو پھر ایک پر اقتصار مستحسن نہیں۔ حافظ ابن قدامہ مقدسی فرماتے ہیں: الفصل الثانی فی فضیلة وهو ان یصلی فی ثوبین او اکثر فانه اذا بلغ فی الستر یروی عن عمرؓ انه قال اذا وسع اللہ فاوسعوا۔ اھ (ص۶۲۱ مغنی ابن قدامہ مع الشرح) یعنی فضیلت اس میں ہے کہ دو یا دو سے زیادہ کپڑوں میں نماز ادا کرے کیونکہ اس میں ستر اور پردہ زیادہ ہے۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے جب اللہ تعالیٰ مال

یں وسعت فرمائیں، تو تم بھی کو وسعت سے کام لینا چاہیے اس کے بعد تمیمی کا قول ذکر فرمایا ہے۔ الثوب الواحد یجزی والثوبان احسن والاربع اکمل قمیص و سراویل وعمامۃ وازار۔ اھ (ابن قدامہ صفحہ ۶۲۱) ایک کپڑا جواز نماز کے لیے کافی ہے دو کپڑے بہتر ہیں چار ہوں تو نماز اور کامل ہو گی قمیص، پاجامہ، پگڑی اور ازار۔

ان تمام گزارشات سے مقصد یہ ہے کہ سر ننگا رکھنے کی عادت اور بلا وجہ ایسا کرنا اچھا فعل نہیں یہ عمل فیشن کے طور پر روز بروز بڑھ رہا ہے۔ یہ اور بھی نامناسب ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پگڑی کے متعلق تحنیک کا رواج تھا، یعنی پگڑی کا ایک لپیٹ گردن کے نیچے سے باندھتے تھے آج کی عربی پگڑیاں اور ہماری پگڑیاں اس وقت کی پگڑیوں سے وضع میں مختلف ہیں ایسی پگڑی کا اتارنا اور بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔ وللتفصیل وقت اخر۔

ویسے یہ مسئلہ کتابوں سے زیادہ عقل و فراست سے متعلق ہے اگر اس جنس لطیف سے طبیعت محروم نہ ہو تو ننگے سر نماز ویسے ہی مکروہ معلوم ہوتی ہے۔ ضرورت اور اضطرار کا باب اس سے الگ ہے۔

والسلام

(فتاویٰ علمائے حدیث صفحہ ۲۸۶/ج۴ تا صفحہ ۲۸۹/ج۴)

## مولانا محمد داؤد غزنوی کا فتویٰ

یہی استفتاء مولانا سید داؤد غزنوی سے بھی کیا گیا تھا مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کے جواب موصول ہونے کے بعد انھوں نے مختصر جواب جو لکھا ہے وہ بھی ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث بحوالہ الاعتصام)

اقول وباللہ التوفیق: ننگے سر نماز پڑھنے کے متعلق میں نے طالب علمی کے زمانہ میں اپنے والد بزرگوار (حضرۃ الامام مولانا عبدالجبار الغزنوی نوراللہ مرقدہ) سے کہا تھا، انھوں نے اس کا مختصر مگر بڑا جامع جواب ارشاد فرمایا وہ عرض کیے دیتا ہوں۔ فرمایا کہ سر اعضاء ستر میں سے تو نہیں لیکن نماز میں سر ننگا رکھنے کے مسئلہ کو اس لحاظ سے نہیں بلکہ آداب نماز کے لحاظ سے دیکھنا چاہیے۔ اس کے بعد فرمایا کہ مرد کے کندھے بھی اعضاء ستر میں سے نہیں لیکن صحیح بخاری میں ہے: لا یصلی احدکم فی الثوب الواحد لیس علی عاتقہ شیء۔ یعنی ایک کپڑے میں کوئی نماز نہ پڑھے جب تک اس کے کندھے پر کوئی کپڑا نہ ہو۔ اس کے بعد فرمایا کہ مؤطا اور فتح الباری دیکھ لو۔ مؤطا میں امام مالک فرماتے ہیں: قال مالک احب الی ان یجعل الذی یصلی فی القمیص الواحد علی عاتقیہ ثوبا او عمامۃ قال الزرقانی لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یصلی احدکم فی الثوب الواحد لیس علی عاتقہ شیء "کہ میرے نزدیک پسندیدہ چیز یہ ہے کہ جو شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھے وہ اپنے دونوں کندھوں پر کپڑا ڈالے یا اپنے سر پر عمامہ باندھے اس کی شرح میں زرقانی فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ کا یہ فتویٰ اس حدیث کی بنا پر ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے جب تک اس کے کندھے پر کپڑا نہ ہو"۔

مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پڑھنے پڑھانے والے امام مالکؒ کی اس اصطلاح سے واقف ہیں جب کسی مسئلہ کے متعلق وہ فرماتے ہیں "احب الیّ" (میرے نزدیک پسندیدہ بات یہ ہے) اس سے مراد وجوب ہوتا ہے جس کی تصریح حافظ ابنِ عبد البر اور دیگر شارحین مؤطا نے کی ہے۔ حافظ ابنِ حجرؒ اس حدیث: لیس علی عاتقه شیٔ کے ذیل میں فرماتے ہیں: لیحصل الستر لجزءٍ من اعالی البدن وان کان لیس بعورۃ۔ یعنی کندھوں کو کپڑے سے ڈھانکنے کا حکم اس لیے آپؐ نے دیا تاکہ بدن کا اعلیٰ حصّہ بھی نماز میں ڈھکا رہے اگرچہ وہ عورت یعنی اعضاء ستر میں سے نہیں ہے۔ زرقانی نے امام مالکؒ کا ایک اور قول بھی نقل کیا ہے جو سائل کے سوال کے جواب کے لیے کافی واضح ہے۔ فرماتے ہیں: قال مالك فی المبسوط لیس من امر الناس ان یلبس الرجل الثوب الواحد فی الجماعت فکیف بالمسجد وقال تعالیٰ خُذُوا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ۔ (ص۲۸۸ ج۱) "یعنی امام مالکؒ نے مبسوط میں فرمایا ہے کہ لوگوں کو اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ ایک کپڑے میں نماز جماعت کے ساتھ پڑھیں، چہ جائیکہ ان کو مسجد میں اجازت دی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تم ہر نماز کے وقت لباس پہنا کرو۔"

شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ اختیارات میں فرماتے ہیں: واللّٰه تعالیٰ امر بقدر زائد علیٰ ستر العورۃ فی الصّلوٰۃ وھو اخذ الزینته فقال خُذُوا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ۔ (ص۴۲) "یعنی اللہ تعالیٰ نے نماز کے لیے ستر عورۃ (اعضاء ستر کے ڈھانکنے) کے علاوہ ایک زائد حکم بھی دیا ہے اور وہ ہے اچھا لباس پہننا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے خُذُوا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ"

اس کی مزید تاکید حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جسے صاحبِ مغنی نے حافظ عبد البر سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے نافع کو دیکھا کہ

کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھ رہے تھے۔ فرمایا تم دو کپڑے نہیں پہن سکتے ہو؟ نافع نے عرض کیا، جی ہاں پہن سکتا ہوں۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر تمھیں محلہ میں کسی کے پاس بھیجا جائے تو تم ایک کپڑے میں جاؤ گے؟ نافع نے عرض کیا۔ ایسا تو نہیں کروں گا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: فاللہ احق ان یزین لہ او الناس؟ قلت بل اللہ۔ (ص۶۲۱/۱) پس اللہ عزوجل اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ اس کی حاضری کے لیے زینت کا لباس پہنا جائے یا لوگ اس کے مستحق ہیں؟ نافع نے عرض کیا نہیں حضور! اللہ ہی اسکے مستحق ہیں۔

ابتداء عہد اسلام کو چھوڑ کر جب کہ کپڑوں کی قلت تھی، اس کے بعد اس عاجز کی نظر سے کوئی ایسی روایات نہیں گزری جس میں بہ صراحت یہ مذکور ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یا صحابہ کرام نے مسجد میں اور وہ بھی نماز باجماعت میں ننگے سر نماز پڑھی ہو۔ چہ جائیکہ معمول بنالیا ہو۔ اس لیے اس بدرسم کو جو پھیل رہی ہے بند کرنا چاہیے اگر فیشن کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھی جائے تو نماز مکروہ ہوگی۔ اگر تعبد یا خشوع و خضوع اور عاجزی کے خیال سے پڑھی جائے تو یہ نصاریٰ کے ساتھ تشبہ ہوگا اسلام میں ننگے سر رہنا سوائے احرام کے، تعبد یا خشوع و خضوع کی علامت نہیں اور اگر کسل اور سستی کی وجہ سے ہے تو یہ منافقوں کی ایک خلقت سے تشابہ ہوگا۔ وَلَا یَأْتُوْنَ الصَّلٰوۃَ اِلَّا وَھُمْ کُسَالٰی (نماز کو آتے ہیں تو سست اور کاہل ہو کر) غرض ہر لحاظ سے یہ ناپسندیدہ عمل ہے۔ فقط العبد المذنب الراجی لرحمۃ ربہ الودود سید محمد داؤد الغزنوی۔ ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ

(الاعتصام جلد ۱۱ ش ۱۸)

(فتاویٰ علماء حدیث جلد ۴ ص۲۸۶ تا ص۲۹۰)

# نماز میں سر ڈھانپنے کا مسئلہ

"الاعتصام" مجریہ ۲۲ دسمبر ۱۹۸۹ء میں ننگے سر نماز ہو جانے کے متعلق ہمارے محترم دوست مولانا حافظ نعیم الحق نعیم حفظہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ شائع ہوا ہے۔

جہاں تک ننگے سر نماز ہو جانے کی حد تک بات ہے تو اس میں دو رائیں ہو ہی نہیں سکتیں۔

یہ کہنا کہ سر ڈھانپنے پر پسندیدہ ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اس سے راقم الحروف کو اختلاف ہے۔

احادیث کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر و بیشتر اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سر پر یا تو عمامہ باندھتے رہتے یا سر پر ٹوپیاں ہوتی تھیں اور راقم الحروف کے علم کی حد تک سوائے حج و عمرہ کوئی ایسی صحیح حدیث دیکھنے میں نہیں آئی جس میں یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ننگے سر گھومتے پھرتے تھے یا کبھی سر مبارک پر عمامہ وغیرہ تھا لیکن مسجد میں آکر عمامہ وغیرہ اُتار کر رکھ لیا اور ننگے سر نماز پڑھنی شروع کی۔ کسی محترم دوست کی نظر میں ایسی کوئی حدیث ہو تو ہمیں ضرور مستفید کیا جائے۔

ذیل میں چند احادیث لکھتا ہوں ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ حضرت عمرو بن امیۃ الضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یمسح علی عمامتہ وخفیہ۔

صحیح البخاری میں فتح الباری بتحقیق شیخ ابن باز طبع لاہور پاکستان ص۳۰۸ ج۱
"میں نے نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ اپنے عمامہ اور موزوں پر مسح کرتے تھے"
اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے ضرور اسی عمامہ سے ہی نماز پڑھی ہوگی کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ عمامہ پر مسح کیا تو ہو لیکن جس پر مسح کیا اس کو اتار کر نماز پڑھی ہو۔ یہ حدیث حضر وسفر دونوں کو شامل ہے۔

۲ـــــ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نماز فجر سے پیشتر قضاء حاجت کے لیے نکلے قضاء حاجت کی پھر لوٹے۔ پھر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے پانی ڈالا اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا پھر اس میں یہ الفاظ ہیں:

ثم مسح بناصیتہ وعلی العمامۃ .... الخ۔

المشکوٰۃ بتعلیق العلامۃ الالبانی۔ بحوالہ صحیح مسلم ص۱۶۱ ج۱
"پھر اپنی پیشانی مبارک اور عمامہ پر مسح کیا"

۳ـــــ حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کأنی انظر الی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم وعلیہ عمامۃ سوداء قد ارخی طرفھا بین کتفیہ۔ (فتح الباری بحوالہ صحیح مسلم ص۲۷۳ ج۱۰)

"گویا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں۔ ان (کے سر پر) کالی پگڑی تھی جس کا ایک ٹکڑا پیچھے دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑ دیا تھا"

۴ـــــ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم:

دخل یوم فتح مکۃ وعلیہ عمامۃ رداء بغیر احرام۔

"فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اس حال میں کہ ان پر کالی پگڑی تھی بغیر احرام کے"

بعض علماء نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری کی اس حدیث سے معارض ہے جو حضرت انس بن مالک رضی تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور جس میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے سر مبارک پر مغفر (خود) تھا۔

لیکن حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ تعالیٰ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس میں یہ احتمال ہے کہ پہلے پہلے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو سر پر خود تھا پھر اس کو اتار لیا (جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے) اس کے بعد عمامہ پہن لیا۔ اس طرح ہر کسی نے جو دیکھا وہ بیان کر دیا اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جو صحیح مسلم میں حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

انہ خطب الناس وعلیہ عمامۃ سوداء۔

"آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا اس حال میں کہ آپ کے سر مبارک پر کالا عمامہ تھا۔"

اور یہ خطبہ کعبہ کے دروازہ کے نزدیک ہوا تھا اور یہ دخول کے تمام ہونے کے بعد ہوا۔ بعض نے ان دونوں روایتوں کو اس طرح بھی جمع کیا ہے کہ یہ کالا عمامہ کے اوپر یا خود کے نیچے بندھا ہوا تھا تاکہ خود کے لوہے سے سر مبارک کو محفوظ رکھیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۱-۶۲)

۵ــــ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

کان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا اعتمّ سدل عمامتہ بین کتفیہ۔ المشکوٰۃ بحوالہ ترمذی۔

اور ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۷۵)

ترجمہ: "آنحضرت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب بھی عمامہ باندھتے تو پیچھے دونوں کندھوں کے درمیان اس کا ٹکڑا چھوڑ دیتے۔"

٦ـــــ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:
عمّنی رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فسدلہا
بین یدی ومن خلفی۔ (المشکوٰۃ بحوالہ ابی داؤد ج ۲ ص۲۷۵)
ترجمہ: "آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پگڑی باندھی اور میرے سامنے
اور میرے پیچھے اس کا تھوڑا سا ٹکڑا چھوڑ دیا۔"

۷ـــــ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:
سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول
الشہداء اربعۃ رجل مؤمن جید الایمان اتی العدو
فصدق اللّٰہ حتی قتل فذٰلک الذی یرفع الناس اعینہم
الیہ یوم القیمۃ ھٰکذا ورفع رأسہ حتی وقعت
قلنسوۃ فلا ادری قلنسوۃ عمر اراد ام قلنسوۃ النبی
صلّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم۔ الحدیث۔

یہ روایت جامع ترمذی میں ہے اور امام ترمذیؒ نے اسکی تحسین کی ہے۔
ترجمہ: "میں نے رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا کہ شہداء چار
ہیں ایک ان میں سے وہ آدمی ہے جو عمدہ ایمان والا مومن ہے وہ دشمن
کی طرف آیا تو اس نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ (کے اجر وثواب) کی تصدیق کی
(لڑتا رہا) حتیٰ کہ وہ قتل ہو گیا تو یہ وہ شخص ہے جس کی طرف سے لوگ اپنی
آنکھیں اٹھائیں گے قیامت کے دن اس طرح اور اپنا سر اٹھایا، حتیٰ کہ
ٹوپی گر گئی۔ (راوی کہتا ہے) مجھے معلوم نہیں اس ٹوپی سے مراد حضرت عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی کا ارادہ کیا یا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
کی ٹوپی کا۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس وقت ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔

۸ ـــــ ابوالشیخ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ:

انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یلبس فی السفر ذوات الاذان و فی الحضر المضمر یعنی الشامیۃ۔

لوامع العقول میں لکھا ہے:

قال العراقی وھو اجود الاسناد فی القلانس۔

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سفر میں کانوں والی ٹوپیاں پہنتے تھے اور حضر میں مضمر یعنی شامی ٹوپیاں پہنتے تھے۔

علامہ عراقی فرماتے ہیں:

ٹوپیوں کے بارے میں یہ حدیث بہت عمدہ اسناد والی ہے۔

۹ ـــــ مصنّف ابن ابی شیبہ میں اور مصنّف عبدالرزاق میں اسکے مانند امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ:

ان اصحاب النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلم کانوا یسجدون وایدیھم فی ثیابھم و یسجد الرجل منھم علی قلنسوتہ وعمامتہ۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری)

ترجمہ: "آنحضرت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں سجدہ کرتے اس حال میں کہ ان کے ہاتھ کپڑوں میں ہوتے اور ان میں سے کوئی آدمی اپنی ٹوپی اور پگڑی پر سجدہ کرتا تھا۔"

اس اثر سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز میں ٹوپیاں یا پگڑیاں پہنے ہوتے تھے۔

۱۰ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح کے کتاب اللباس میں باب البرانس کے تحت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث لائے ہیں :

ان رجلا قال یارسول اللہ مایلبس المحرم من الثیاب؟ قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم، لاتلبسوا القمص ولا العمائم ولا السراویلات ولا البرانس ولا الخفاف الحدیث ۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۷۱-۲۷۲)

ترجمہ :- ایک آدمی نے پوچھا اے اللہ کے رسول (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) احرام والا کون سے کپڑے پہن سکتا ہے ؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا نہ قمیصیں پہنے اور نہ پگڑیاں اور نہ شلواریں اور نہ برانس اور نہ ہی موزے ۔"

برانس ، برنس کی جمع ہے یہ ایک قسم کی ٹوپی ہے پھر آگے ص۲۷۳ ج ۱۰ پر باب العمائم منعقد فرما کر اس کے تحت بھی یہی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی لائے ہیں ۔

اس صحیح حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں لوگ ٹوپیاں اور عمامے اکثر وبیشتر پہنے رہتے تھے ۔ ورنہ اگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ اکثر وبیشتر چلتے پھرتے یا نماز ادا کرتے ہوئے ننگے سر رہنا ہی ان کا عمل ہوتا تو خاص طور پر ان چیزوں کی ممانعت (احرام کی حالت میں) بیان نہ کی جاتی ۔ جیسا کہ عورتیں اجانب (غیروں) کے سامنے نقاب اوڑھے ہی رہتی ہیں اس لیے احرام کی حالت میں ان کو امر ہوا کہ وہ منہ پر نقاب نہ ڈالیں اِلّا یہ کہ کوئی اجنبی سامنے آگیا تو چادر کا پلّو منہ پر ڈال لیا اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ محدثین ، نے جو کتاب اللباس وغیرہ ذکر کرکے اسکے تحت

یہ احادیث لائے ہیں تو اس سے مقصد ان باتوں میں اقتدار واتّباع تھا، ورنہ ان باتوں کے ذکر سے کیا فائدہ، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔الآیۃ (پ ۲۱، احزاب ع ۳)

"تمہارے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ مقدسہ میں بہترین نمونہ ہے۔"

اور یہ ارشاد عبادات وغیرہا سب کو شامل ہے۔

ہو سکتا ہے ہمارے محترم مولانا نعیم الحق نعیم صاحب طعام وشراب اور لباس کے متعلق یہ رائے رکھتے ہوں کہ ان میں سے جن اشیاء یا امور کے متعلق کوئی امر یا رغبت دلانے والا صیغہ وارد نہیں ہوا وہ مندوب ومستحب نہیں۔

لیکن راقم الحروف ان سے اتفاق نہیں کر سکتا اس لیے کہ اگر یہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا پسندیدہ معمول نہ ہوتا تو جس طرح سر پر عمامہ یا ٹوپی کا ثبوت مل رہا ہے اس طرح ننگے سر چلتے پھرتے رہتے یا ننگے سر نماز پڑھنے کے متعلّق بھی روایات ضرور مل جاتیں لیکن اس قسم کی ایک روایت بھی میرے علم میں نہیں آئی۔ جب یہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا پسندیدہ معمول ہوا تو یہ عمل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو پسند ہو گا۔ لہٰذا استحباب یا مذہبیت کا انکار مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تو یہ حال تھا کہ لباس وطعام میں سے جو چیز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو پسند ہوتی وہی پسند کرتے تھے۔ صحیح البخاری کتاب اللباس میں "باب النعال السبتیۃ وغیرھا" کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ عبید بن جریج رضی سے روایت لائے ہیں کہ انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا:

چار باتیں ایسی ہیں کہ میں تم ہی کو وہ کرتے دیکھتا ہوں۔ تمہارے دوسرے اصحاب ان پر عمل نہیں کرتے۔ ان میں سے ایک چیز یہ ذکر کی کہ تم سبتیۃ نعال

(بغیر بالوں کی جوتیاں) ہی پہنتے ہو۔ تو انھوں نے یہ جواب دیا:

"اما النعال السبتیۃ فانی رأیت رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یلبس النعال التی لیس فیہا شعر ویتوضاء فیہا فانا احب ان البسہا" (فتح الباری ص۳۰۸ ج۱۰)

"نعال، جوتی سبتیۃ کے بارے میں تو نے پوچھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ وہ جوتیاں وہی پہنتے تھے جن میں بال نہ ہوتے اور ان ہی میں وضو بھی کرتے۔ لہٰذا میں بھی پسند کرتا ہوں کہ ایسی جوتیاں پہنا کروں۔"

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سنّت کے اتباع میں جو مقام ہے وہ کسی اہلِ علم سے مخفی نہیں۔

اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح کے کتاب الاطعمۃ میں "باب الدباء" کے تحت حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث لائے۔

ان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم اتی مولی لہ خیاطا فاتی بدباء فجعل یاکلہ فلم ازل احبہ منذ رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ (فتح الباری ص۵۵۹ ج۹)

"بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے ایک غلام جو کپڑا سینے والا تھا، کے پاس آئے پھر وہ آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے لیے کدّو لے آیا۔ پھر آپؐ اس کو کھانے لگے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کدو کھاتے دیکھا، تب سے میں اسے پسند کر رہا ہوں۔"

کیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا آنحضرت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مرغوب اشیاء کو پسند کرنا باعثِ اجر و ثواب نہ تھا؟

اگر تھا تو یہی ندب و استحباب کی علامت ہے اس لیے سر ڈھانپ کر چلتے پھرتے یا نماز وغیرہ پڑھنے کو پسندیدہ قرار نہ دینا صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ اسی طرح ہم نے بڑے بڑے علماء و فضلاء کو دیکھا کہ وہ اکثر و بیشتر سر ڈھانپ کر چلتے پھرتے اور نماز پڑھتے۔ یہ آج کل جو نئی نسل خصوصاً اہل حدیث جماعت کے افراد نے یہ معمول بنا رکھا ہے۔ اسے چلتے ہوئے فیشن کا اتباع تو کہا جا سکتا ہے مسنون نہیں۔ یا کسی چیز کے جائز ہونے کا یہ مطلب ہے کہ مندوبات و مستحبات کو بالکل ترک کر دیا جائے؟

جواز کے اظہار کے لیے کبھی کبھی اتفاقاً ننگے سر رہنے پر عمل کیا جا سکتا ہے لیکن آج کل کے معمول سے تو یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ کتبِ احادیث میں جو جو مندوبات و مستحبات، سنن و نوافل کے ابواب موجود ہیں یہ سراسر فضول ہیں اور ہمیں صرف جواز اور رخص پر ہی عمل کرنا ہے یہ کوئی اچھی بات نہیں۔ ہمارے محترم مولانا نعیم الحق نے جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ ہمارے بعض پُرجوش اہلِ حدیث کی طرف سے بعض "متشدد" حنفیوں کی باتوں کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنے کے جواز کا اس طرح جواب دیا جاتا رہا ہے لیکن یہ بات افہام و تفہیم سے ہی ہو سکتی ہے۔ انھیں معقول دلائل پیش کیے جائیں پھر بھی وہ اسی پر جمے رہیں اور حق کی طرف نہیں آتے تو ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ ان کے لیے ہم مستحبات کا خاتمہ ہی کر دیں اور ننگے سر نماز پڑھنے کو دائمی معمول بنا لیں۔ پھر اگر یہی مقصود تھا تو گھر سے ہی ننگے سر آتے اور نماز پڑھ لیتے۔ لیکن یہ عجیب طرفہ تماشا ہے کہ گھر سے تو سر پر ٹوپی وغیرہ رکھ کر آتے ہیں لیکن مسجد میں داخل ہو کر سر سے ٹوپی وغیرہ اُتار کر ایک طرف رکھ

دیتے ہیں اور نماز شروع کر دیتے ہیں۔ اس سے مولانا نعیم الحق کی تحریر کے مطابق ننگے سر نماز پڑھنے کا جواز تو ضرور معلوم ہو جاتا ہے لیکن اس سے جو بڑی غلط فہمی عوام میں پھیل جاتی ہے اور واقعۃً پھیل رہی ہے اس کی جانب بھی توجہ کو مبذول فرمایا جاتا۔ یعنی اب عوام میں یہ غلط فہمی پھیلتی جاتی ہے کہ گھر سے تو ٹوپی وغیرہ سر پر رکھ کر آنا چاہیے لیکن مسجد میں آکر اس کو اتار دینا چاہیے اور ننگے سر ہی نماز پڑھنی چاہیے کیونکہ یہی سنت الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اس لیے کہ اہلِ حدیث جماعت کے بہت سے افراد کا اس پر عمل ہے۔ اب آپ ہی سوچیں کہ یہ کتنی بڑی غلطی ہے؟ اور یہ محض ہم اہلِ حدیثوں کے طرزِ عمل سے ہی پیدا ہو رہی ہے حالانکہ صحیح تو کجا مجھے تو ایسی ضعیف حدیث بھی نہیں ملی جس میں یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم گھر سے تو اس حال میں نکلے کہ سر پر عمامہ وغیرہ تھا لیکن مسجد میں آتے ہی اس کو اُتار لیا اور ننگے سر نماز پڑھی۔ پھر اس طرح اس کو دائمی و مستمر معمولات میں سے بنانے کی وجہ سے لوگوں کو کیا یہ خیال نہ گزرتا ہو گا کہ آنحضرت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی سنّت ہے تو اس غلط فہمی کے دُور کرنے کے لیے بھی کیا یہ اہم و لپسندیدہ بات نہیں کہ اکثر و بیشتر سر کو ڈھانپ دیا جائے خواہ نماز میں خواہ اس سے باہر تاکہ یہ غلطی رفع ہو جائے۔

بعض حضرات اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں جس میں یہ وارد ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی۔ اور اس میں ٹوپی وغیرہ بھی داخل ہے بغیر سر ڈھانپے نماز پڑھی۔

اوّلاً تو یہ اس وقت کی بات ہے جب کپڑوں کی تنگی تھی اور اتنی فراوانی نہ ہوئی تھی جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک کپڑے میں نماز پڑھنے پر اعتراض کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک

میں ہم میں سے ہر ایک کے پاس دو تین کپڑے تو نہ تھے۔ اس طرح صحیح حدیث مرفوع میں بھی ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا تو فرمایا کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں ؟ اس سے جو بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے وہ اہلِ علم سے مخفی نہیں۔

**ثانیًا:** میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے جواز کے ثبوت سے اس کا نزلہ یہ حضرات صرف اس بیچاری ٹوپی وغیرہ پر ہی کیوں گرانے پر مُصر ہیں۔ اگر ننگے سر نماز پڑھنے کے مسنون ہونے کا مدار آپ حضرات ایک کپڑے میں نماز پڑھنے والی حدیث پر ہی رکھتے ہیں تو بسم اللہ آپ گھر سے ہی ایک کپڑے کے سوائے سب کپڑے اُتار کر پھر مسجد میں آیا کریں اور اس طرح نماز بھی پڑھ لیں۔ یہ اچھی ستم ظریفی ہے کہ گھر سے تو قمیص، شلوار، کوٹ وغیرہ پہن کر آتے ہیں اور مسجد میں دخول کے بعد صرف پگڑی یا ٹوپی اُتار کر نماز پڑھنی شروع کر دی۔ یاللعجب۔

کیا آپ حضرات کے نزدیک اس کا معنیٰ ومطلب یہ ہے کہ اور تو سب کپڑے پہنے ہونے چاہئیں۔ صرف ٹوپی وغیرہ کو اتار دیا جائے۔ لیکن یہ مطلب سراسر غلط ہے شاید کچھ لوگ کہنے لگیں کہ اللہ سُبحانہ وتعالیٰ کا حکم ہے کہ مسجد میں زینت پکڑو۔ یعنی لباس پہنو اور جب آج کپڑوں کی فراوانی ہے تو ہم یہ سارا لباس زیبِ تن کرتے ہیں لیکن ان لوگوں کی خدمت میں باادب عرض ہے کہ اگر دوسرے کپڑے زینت میں داخل ہیں تو ٹوپی وغیرہ کو آپ کس دلیل سے اس زمرہ میں سے نکال باہر کر رہے ہیں۔ اُوپر صفحات میں ہم ثابت کر آئے ہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اکثر وبیشتر معمول سر کو ڈھانپنا تھا لہٰذا ٹوپی وغیرہ سے سر ڈھانپنے کے زینت ہونے پر میں اور کیا مضبوط ثبوت پیش کروں

کر سکتا ہوں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پسندیدہ معمول اعلیٰ درجہ کی زینت بھی ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں پسندیدہ بھی۔

بہرحال ان وجوہات کی بنا پر مجھے تو سر ڈھانپنا ہر حال میں بہتر واولیٰ اور مستحب ومندوب نظر آتا ہے۔ اگر کسی اہلِ علم نے اس پر تعاقب فرما کر میری اس کاوش کو غیر صحیح ثابت کر دیا اور بات سمجھ میں آگئی تو انشاء اللہ تعالیٰ رجوع بھی کرلوں گا۔

الحق یعلو لا یعلی علیہ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل فالحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصّٰلحات وصلی اللہ علی سیّدنا محمّد رحمۃ للعالمین ونبی الرحمۃ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ وبارک وسلّم تسلیمًا کثیرًا۔

# مولانا محمد اسحٰق بھٹی کا خط

اکتوبر ۱۹۹۳ء کے "الرشید" میں آپ نے ہفت روزہ "الاعتصام" کے حوالے سے ممتاز و مشہور اہل حدیث عالم مولانا سید محب اللہ راشدی کا ایک خصوصی مضمون شائع کیا ہے جس کا عنوان ہے "نماز میں سر ڈھانپنے کا مسئلہ" اس میں فاضل مضمون نگار نے "الاعتصام" میں شائع شدہ ایک مضمون پر تعاقب فرمایا ہے۔ سید محب اللہ صاحب نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ نماز میں سر ڈھانپنا چاہیے کسی حدیث میں اس قسم کے الفاظ نہیں ہیں کہ نماز پڑھنے سے پہلے عمامہ یا ٹوپی سر سے اُتار دو اور سر ننگا کر کے نماز پڑھو۔۔۔ بلاشبہ یہ بہت اچھا مضمون ہے میں نے دو دفعہ پڑھا۔ حالانکہ اس سے قبل "الاعتصام" میں بھی پڑھ چکا تھا۔ اس ضمن میں چند گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں۔ میری گزارشات کا تعلق نفسِ مسئلے سے نہیں ہے، اس کی وضاحت تو محب اللہ صاحب نے کر دی ہے میں صرف یہ عرض کروں گا کہ اس سلسلے میں مشاہیر علمائے اہلِ حدیث کا نقطہ نظر کیا ہے۔۔۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو "الرشید" میں شائع فرما دیں۔

مولانا سید محمد داؤد غزنوی ننگے سر نماز پڑھنے کے سخت مخالف تھے بعض

لوگ گرمیوں میں محض بنیان پہن کر نماز پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کی بھی وہ شدید مخالفت کرتے تھے۔ عام طور پر اہلِ حدیث حضرات نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں مانگتے اس سے بھی مولانا اختلاف کرتے تھے وہ ہر نماز کے بعد قبلہ رُخ بیٹھے ہوئے لمبا وظیفہ پڑھتے تھے اور پھر ہاتھ اُٹھا کر خشوع و خضوع سے دُعا مانگتے تھے۔

دارالعلوم تقویۃ الاسلام کے وہ مہتمم تھے اور وہیں باجماعت نماز ادا فرماتے تھے۔ جماعت وہ خود نہیں کراتے تھے، دارالعلوم کے کسی مدرس کو امام مقرر کر لیتے تھے طلبار کو باقاعدہ ہدایت تھی کہ باجماعت نماز پڑھیں، نماز میں سر ننگا نہ رکھیں اور نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگیں۔

ایک دن مولانا نے چینیاں والی مسجد میں عصر کی نماز پڑھی، نماز کے بعد دُعا مانگ کر بیٹھے تھے کہ ان کے ایک عقیدت مند اہلِ حدیث جو اسی محلّے میں رہتے تھے، نماز پڑھنے کے لیے آئے ان کا نام ملک محمد رفیق تھا انھوں نے ننگے سر نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہوئے تو مولانا نے ان سے فرمایا:

"ملک صاحب! اگر آپ اجازت دیں تو ایک بات عرض کروں۔"

لفظ "عرض" اور "اجازت" سن کر وہ پریشان ہوئے اور بولے:

"حضرت فرمایئے! کیا ارشاد ہے۔"

فرمایا: "ننگے سر نماز نہ پڑھا کریں۔"

اس سلسلے کا ایک لطیفہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب (گوجرانوالہ) کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑے علم و فضل سے نوازا تھا۔ تحریر و تقریر کا انھیں خاص ملکہ حاصل تھا۔ یہ فقیر ۱۹۴۱ء اور ۱۹۴۲ء میں دو سال مولانا ممدوح کے حلقہ درس میں شامل رہا۔ پھر "الاعتصام" کے اجرار کے بعد فروری ۱۹۵۰ء سے ۱۹۵۲ء

کے آخر تک ان کی خدمت میں رہنے کا موقع ملا۔ وہ کثیر العلم اور وسیع المطالعہ بزرگ تھے۔ میں ان شاء اللہ ان کے متعلق ایک مستقل مضمون لکھوں گا۔ بہت لوگوں کے بارے میں لکھا اور بہت لوگوں کے بارے میں لکھنے کو جی چاہتا ہے استاذِ مکرم مولانا اسماعیل صاحب مرحوم و مغفور بھی اسی فہرست میں شامل ہیں جنکے متعلق اپنے انداز سے کچھ گزارشات پیش کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

یہاں ننگے سر نماز پڑھنے کے متعلق مولانا ممدوح کا ایک لطیفہ بیان کرنا چاہتا ہوں، جو واقعہ بھی ہے ایک دن ایک اہلِ حدیث مولوی صاحب انکی مسجد میں تشریف لائے جو بڑے جھگڑالو تھے اور بات بات پر بحث وجدل پر اُتر آتے تھے انھوں نے کلّے پر پگڑی باندھی ہوئی تھی۔ پگڑی سر سے اتاری اور نماز پڑھنا شروع کر دی وہ نماز پڑھ چکے تو مولانا نے فرمایا: "یہ آپ نے کیا حرکت کی پگڑی اتار کر نماز پڑھنا کہاں کا مسئلہ ہے؟"۔ مولوی صاحب نے جواب دیا: "میں نے ٹھیک کیا ہے، میرے ساتھ اس مسئلے پر بحث کرلیں"۔ مولانا نے فرمایا: "مجھے آپ کے ساتھ بحث کی ضرورت نہیں۔ میں نے تو ایک شریفانہ بات کی تھی کہ پگڑی اُتار کر نماز پڑھنا مناسب نہیں"۔ (گفتگو پنجابی میں ہو رہی تھی) اگلی بات جو مولانا اسمٰعیل صاحب نے فرمائی میں وہ پنجابی میں ہی بیان کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا: "ایہ تاں اِک پگ دی گل سی، میرے وّلوں لک دی وی لاہ لے"۔

مولانا حافظ عنایت اللہ اثری گجراتی معروف اہلِ حدیث عالم تھے عربی اور اردو میں انھوں نے کئی کتابیں تصنیف کیں۔ سیاسی اعتبار سے اکابر علمائے اہلِ حدیث کی طرح نیشنلسٹ تھے اور انگریزی حکومت کے سخت مخالف۔ طویل عرصے تک چمرقند کی جماعت مجاہدین کے مرکز میں

رہے اور کئی سال جیلوں میں گزارے۔ انگریزوں نے ان پر اتنی سختی کی تھی کہ ان کے مردانہ اعضا بالکل بے کار کر دیے گئے تھے اور ان کے کوئی اولاد نہ تھی۔ لیکن وہ بڑے خوش مزاج اور نہایت صابر و شاکر تھے مولانا محمد اسمٰعیل مرحوم کے وہ گہرے دوست تھے اور ان کی ملاقات کے لیے اکثر گوجرانوالہ آیا کرتے تھے۔ میں نے ان کو پہلی مرتبہ ۱۹۵۰ء کے آخر میں دیکھا تھا، اور ان کی باتیں سنی تھیں۔

ایک دفعہ وہ گوجرانوالے تشریف لائے مولانا اسمٰعیل صاحب اور مولانا محمد حنیف ندوی صاحب سے "الاعتصام" کے دفتر میں ملے میں بھی حاضر تھا۔ یہ غالباً ۱۹۵۲ء کے جنوری یا فروری کی بات ہے، اس وقت "الاعتصام" گوجرانوالے سے ہی نکلتا تھا لاہور منتقل نہیں ہوا تھا۔ ایک صاحب وہاں آئے جو حافظ عنایت اللہ اثری مرحوم کے جاننے والے تھے انھوں نے حافظ صاحب سے سوال کیا کہ "ننگے سر نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟"

حافظ صاحب نے جواب دیا: "نماز ہو تو جاتی ہے، لیکن اس سے بچنا چاہیے، پگڑی یا ٹوپی پہن کر نماز پڑھنی چاہیے۔"

سائل نے پوچھا: "یہ کہاں لکھا ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنے سے بچنا چاہیے؟"

حافظ صاحب نے اس سوال کا نہایت عمدہ جواب دیا، فرمایا جہاں جی چاہے لکھ لو، بات وہی ہے جو میں نے بتا دی۔"

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اکابر مشاہیر علمائے اہل حدیث ننگے سر نماز پڑھنے کو معیوب قرار دیتے تھے اور نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اللہ کے حضور عجز و عاجزی سے دعا مانگا کرتے تھے۔ لیکن نئے دَور کے اہلِ حدیث علماء

ننگے سر نماز پڑھنے کے حق میں دلائل فراہم کرتے ہیں اور نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر اللہ سے کچھ مانگنے کو حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قرار دیتے ہیں۔

اہلِ حدیث حضرات میں ایک عجیب وغریب بات یہ دیکھنے میں آئی ہے کہ نماز شروع کرتے ہی ان کے جسم پر کھجلی ہونے لگتی ہے۔ ادھر نماز کی نیت باندھی اور ادھر کھجلانا شروع کر دیا، کبھی سر میں ہاتھ پھیرا، کبھی داڑھی میں، کبھی بغلوں میں، کبھی کان میں، کبھی ناک میں، کبھی کہیں ''یہ کُھرک فی الصّلوٰۃ'' کا مسئلہ معلوم نہیں ان کو حدیث کی کس کتاب سے ملا ہے؟

نمازیں جمع کرنے کے بھی اہلِ حدیث حضرات بہت شائق ہیں۔ انکی کسی میٹنگ میں جا کر دیکھیے، ظہر کی نماز پڑھی اور ساتھ ہی عصر لپیٹ دی۔

بہر حال مولانا سیّد محب اللہ شاہ راشدی کو اللہ تعالیٰ خوش رکھے، وہ بہت بڑے عالم ہیں اور ان کے معلومات کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ نماز میں سر ڈھانپنے کے متعلق انھوں نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ لائق مطالعہ ہے اس پر عمل کرنا چاہیے۔ آپ نے یہ مضمون چھاپ کر اسے زیادہ سے زیادہ لوگوں کے علم میں لانے کی مخلصانہ کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر سے نوازے۔

# جرابوں پر مسح کرنا

موجودہ دور کے غیر مقلدین کا عمل اور فتویٰ یہ ہے کہ ہر قسم کی جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے۔ حالانکہ یہ بات نہ قرآن سے ثابت ہے اور نہ ہی کسی صحیح، صریح، مرفوع حدیث سے۔ بلکہ خود مولانا سید نذیر حسین دہلوی غیر مقلد کا فتویٰ بھی موجودہ غیر مقلدین کے خلاف ہے۔ ہم یہاں پر فتاویٰ نذیریہ سے وہ فتویٰ نقل کرتے ہیں۔ یہ فتویٰ اصل عربی زبان میں ہے اور فتویٰ کے نیچے اس کا اردو ترجمہ بھی کیا ہوا ہے یہاں پر صرف اردو ترجمہ پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اونی یا سوتی جرابوں پر مسح جائز ہے یا نہیں؟ یہ تو معلوم ہے کہ جرابوں پر مسح کرنے کی حدیث ضعیف ہے اور امام ترمذی نے جو اس کو صحیح کہا ہے محدثین نے اسے قبول نہیں کیا اور اگر موزوں کے مسح پر اس کو علتِ مشترکہ کی بنا پر قیاس کیا جائے تو اس سے فرض غسل جو قرآن سے ثابت ہے ساقط ہو جائے گا یا نہیں؟ اور ائمہ نے جو جراب کے لیے موٹا ہونے اور پانی کے نفوذ نہ کرنے کی قید لگائی ہے، تو کیا اس سے زیادہ کسی اور علت کا بھی اضافہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ پاؤں کا دھونا فرض ہے اور موزے پر مسح رخصت ہے۔ کیا رخصتِ شرعیہ شارع کے بیان پر موقوف ہے یا نہیں؟ جواب مفصل عنایت فرمائیں۔

الجواب: مذکورہ جرابوں پر مسح جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے اور مجوزین نے جن چیزوں سے استدلال کیا ہے اس میں خدشات ہیں۔ استدلال تین چیزوں سے کیا گیا ہے۔ حدیث مرفوع، فعلِ صحابہؓ اور قیاس۔

حدیث مرفوع تو وہ ہے جس کو ترمذی نے مغیرہ بن شعبہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور جراب اور جوتے پر مسح کیا۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔ اس پر اعتراض یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ عبدالرحمٰن بن مہدی یہ حدیث روایت نہیں کیا کرتے تھے کیونکہ مغیرہ سے مشہور روایت موزے پر مسح کرنے کی ہے۔ ابو موسیٰ اشعری رض نے بھی جراب پر مسح کرنے کی روایت نقل کی ہے لیکن اس کی سند متصل نہیں۔ امام مسلم رح نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ مغیرہ بن شعبہ سے جتنے لوگوں نے اس حدیث کو روایت کیا ہے انھوں نے موزے پر مسح بیان کیا ہے۔ صرف قیس اودی اور ہذیل بن شرحبیل نے جراب کا لفظ بیان کیا ہے لیکن یہ دوسرے راویوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ عبدالرحمٰن بن مہدی نے سفیان ثوری سے کہا کہ اگر آپ مجھے ابوقیس عن ہذیل کی حدیث سنائیں تو میں اس کو آپ سے قبول نہیں کروں گا۔ سفیان نے نے کہا وہ حدیث واقعی ضعیف ہے۔ علی بن مدینی رح نے کہا۔ حضرت مغیرہ رض کی حدیث کو مدینہ، کوفہ اور بصرہ والوں نے روایت کیا ہے، سب موزہ کا ذکر کرتے ہیں صرف ابوقیس جراب کا تذکرہ کرتے ہیں۔ بیہقی نے کہا یہ حدیث منکر ہے اس کو سفیان ثوری اور عبدالرحمٰن بن مہدی، احمد بن حنبل، یحیی بن معین، علی بن مدینی، امام مسلم رح نے ضعیف کہا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ابن دقیق العید نے اس کی تصحیح پر اعتماد کیا ہے اور کہا ہے کہ ابوقیس کی روایت دوسروں کے مخالف نہیں ہے کیونکہ وہ تو ایک امر زائد بیان کر رہے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس روایت کے یہ الفاظ ہوتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موزوں پر اور جرابوں اور جوتی پر مسح کیا تو ایک امر زائد تھا۔ لیکن اس نے

تو موزے کے بجائے جراب اور جوتی کا ذکر کیا ہے تو یہ امر زائد نہیں ہے بلکہ ثقات کی مخالفت ہے۔ باقی رہا ترمذیؒ کا اس کو حسن صحیح کہنا تو امام نوویؒ نے کہا کہ جن لوگوں نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے ان میں سے ہر ایک امام ترمذیؒ سے مقدم ہے اور پھر یہ اصول بھی ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ لفظ جراب مختلف المفہوم ہے۔ موزے کے اوپر جو لفافہ پہنا جاتا ہے اس کو جرموق کہتے ہیں اور جرموق پر جو پہنا جاتا ہے اس کو جراب کہتے ہیں تو ممکن ہے جراب سے چمڑے کا وہ لفافہ مراد ہو جو جرموق پر پہنا جاتا ہے، تو میں کہتا ہوں کہ یہ دلیل تو ہماری ہوگی نہ کہ تمھاری اور پھر یہ بھی خیال کرنا چاہیے کہ جراب پر مسح کرنے والوں کا مقصد تو یہ ہے کہ صرف جراب پر مسح کرنا جائز ہے حالانکہ اس حدیث میں جراب اور جوتی پر مسح کا ذکر ہے یعنی جراب کے اوپر جوتی پہنتے ہوئے آپؐ نے مسح کیا، صرف جراب پر مسح نہیں کیا۔

یہاں ایک اور خدشہ بھی ہے کہ جراب سُوتی بھی ہوتی ہے اور اُونی بھی، موٹی بھی اور باریک بھی اور وہ بھی جس کے نیچے چمڑا لگا ہوتا ہے تو جب تک کسی خاص لفظ سے پتہ نہ چلے کہ وہ جراب جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کیا وہ چمڑے والی نہ تھی تب تک مقصود مجوزین ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ چمڑے والی جراب تو موزہ ہی کے حکم میں ہے اگر کہا جائے کہ دوسری جراب کا بھی احتمال تو ہے تو میں کہتا ہوں کہ اس میں جب صراحت نہیں ہے تو نفس مطمئن نہیں ہو سکتا اور حضورؐ نے فرمایا ہے "شک والی چیز کو ترک کردو"۔

باقی رہا صحابہ کرامؓ کا عمل تو ان سے مسح جراب ثابت ہے اور تیرہ صحابہ کرامؓ کے نام صراحتہً سے معلوم ہیں کہ وہ جراب پر مسح کیا کرتے تھے یعنی حضرت علیؓ، عمارؓ، ابو مسعود انصاریؓ، انسؓ، ابن عمرؓ، براء بن عازب، حضرت بلالؓ، عبداللہ بن

ابی اوفیٰؓ، سہل بن سعدؓ، ابوامامہؓ، عمرو بن حریثؓ، عمرو بن حباسؓ اگر حدیث مرفوع کے بجائے انکے عمل سے استدلال کیا جائے تو یہ اس سے بہتر ہے لیکن ان کے عمل میں ایک اور شبہ پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ یہ فعل ایک ایسا کام ہے جس میں اجتہاد کو دخل ہے اور جس میں اجتہاد کو دخل ہو۔ صحابی کا وہ فعل مرفوع حکمی نہیں کہلا سکتا۔

باقی رہا قیاس کا مسئلہ کہ جب موزہ پر مسح جائز ہے تو قیاساً جراب پر بھی جائز ہونا چاہیے کیونکہ ان دونوں میں کوئی فرق مؤثر نہیں ہے۔ اس پر شبہ یہ ہے کہ اگر مسح موزہ کی کوئی علّت منصوص ہوتی۔ تو اس علت کی بنار پر جراب کے مسح کو اس پر قیاس کر لیا جاتا لیکن یہاں کوئی علت منصوص نہیں ہے ممکن ہے ہم کوئی اور علّت سمجھیں اور حقیقت میں کوئی اور ہو۔ اگر سوال کیا جائے کہ صحابہؓ کی شان اس سے ارفع واعلیٰ ہے کہ وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کریں تو آخر کسی دلیل کی بنار پر ہی صحابہؓ نے جراب پر مسح کیا ہوگا، اگرچہ وہ ہم کو معلوم نہیں تو ہم بھی اسی وجہ سے مسح کرلیں گے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر صحابہؓ سے کوئی نقلی دلیل ہے تو وہ کہاں ہے کیسی ہے؟ جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو جائے ہم قرآن اور متواتر حدیث کے مضمون کو کیوں چھوڑیں اور اگر صحابہؓ کے فعل سے استدلال کیا جائے تو اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے کہ اس میں اجتہاد کو دخل ہے اور پھر یہ بھی تو معلوم نہیں کہ صحابہؓ کون سی جراب پر مسح کیا کرتے تھے؟ جب تک ان تمام باتوں کی وضاحت نہ ہو جائے ہم کتاب اللہ کے مضمون کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟ واللہ اعلم

| سید محمد نذیر حسین |
|---|

فتاویٰ نذیریہ ص ۳۲۶ تا ص ۳۳۴ ج ۱

# مسائلِ اربعہ

فرضوں کے بعد دُعا، جرابوں پر مسح
مرد عورت کی نماز میں فرق، ننگے سر نماز پڑھنا،

# غیر مُقلّدین علماء کی نظر میں

حسبِ ارشاد
محدّث اعظم پاکستان حضرۃ مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم

مرتب
پیر جی سیّد مشتاق علی شاہ

ناشر
مکتبہ فاروقیہ ۸ گوبند گڑھ گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

# مسئلہ ۱ فرض نماز کے بعد دُعا مانگنا

آج کل غیر مقلدین نے یہ مسئلہ شروع کیا ہوا ہے کہ فرض نماز کے بعد دُعا مانگنا ثابت نہیں ہے۔ حالانکہ خود غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل حضرت مولانا سیّد محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۳۲۰ھ بمطابق ۱۹۰۰ء فرضوں کے بعد دُعا مانگنے کے قائل تھے۔ ہم یہاں پر ان کے چار فتوے فتاویٰ نذیریہ میں سے بجنسہ نقل کرتے ہیں۔ سیّد محمد نذیر حسین دہلوی کے علاوہ محمد عبد السّلام، محمد ابو الحسن، حفیظ اللہ، سیّد شریف حسین، محمد عبد الرّب، سیّد احمد حسن وغیرہ بھی نذیر حسین کیساتھ ہیں۔

## فتویٰ نمبر ۱

**سوال**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد فرض نماز کے ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنا درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

**الجواب**: ہاتھ اُٹھا کر بعد نماز فرض کے دُعا مانگنا درست ہے، کتاب عمل الیوم واللیلہ لابنِ السنی میں ہے:

حدثنی احمد بن الحسن حدثنا ابو اسحٰق یعقوب بن خالد بن یزید البالسی حدثنا عبد العزیز بن عبد الرحمٰن القرشی عن خصیف عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلّی اللہ علیہ[1]

---

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو آدمی ہر نماز کے بعد اپنے ہاتھ پھیلائے

وسلم انہ قال مامن عبد یبسط کفیہ فی دبر کل صلوٰۃ ثم یقول اللّٰھم الٰہی والہ ابراھیم واسحٰق ویعقوب والہ جبریل ومیکائیل واسرافیل اسئلک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر وتعصمنی فی دینی فانی مبتلی وتنالنی برحمتک فانی مذنب وتنفی عنا الفقر فانی متمسکن الا کان حقا علی اللہ عزّوجل ان لا یرد یدیہ خائبتین۔

یعنی": انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ ہر نماز کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلائے، پھر کہے اللّٰھم الٰہی والہ ابراہیم... الخ تو اللہ تعالیٰ اسکے دونوں ہاتھوں کو نامراد نہیں پھیرتا ہے"۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بعد فرض نماز کے ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنا درست ہے۔ اس حدیث کے راویوں میں ایک راوی عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن اگر متکلم فیہ ہے جیسا کہ میزان الاعتدال وغیرہ میں مذکور ہے لیکن اس کا متکلم فیہ ہونا ثبوت جواز واستحباب کے منافی نہیں۔ کیونکہ حدیث ضعیف سے جو موضوع نہ ہو استحباب وجواز ثابت ہوتا ہے۔ قال[1] فی فتح القدیر فی الجنائز والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع۔ انتہی۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے: قال ابن ابی حاتم حدثنا ابی، حدثنا ابو معمر المقری

---

اور کہے، اے میرے خدا اور ابراہیم، اسحٰق، یعقوب کے خدا اور جبریل اور میکائیل اور اسرافیل کے خدا ئیں تجھ سے سوال کرتا ہوں، تو میری دُعا کو قبول فرما، میں بے قرار ہوں تو میرے دین کو محفوظ رکھ، میں مبتلا ہوں، مجھے اپنی رحمت میں لے لے میں گنہ کار ہوں ہم سے فکر دور کر دے، میں مسکین ہوں تو اللہ پر حق ہے کہ اسکے ہاتھوں کو خالی نہ لوٹائے۔ [1] ضعیف حدیث سے استحباب ثابت ہو جاتا ہے۔

حدثنی عبدالوارث حدثنا علی بن زید عن سعید بن المسیب عن[1]
ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم رفع یدہ بعد ما سلم
وھو مستقبل القبلۃ فقال اللّٰھم خلص الولید بن الولید وعیاش بن
ابی ربیعۃ وسلمۃ بن ھشام وضعفۃ المسلمین الذین لایستطیعون
حیلۃ ولا یھتدون سبیلا من ایدی الکفار ذکرہ الحافظ ابن کثیر
فی تفسیر ایۃ الا المستضعفین من الرجال والنسآء والولدان
لا یستطیعون حیلۃ ولا یھتدون سبیلا ۔ یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ
عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد سلام پھیرنے کے
اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور آپ قبلہ رو تھے پس کہا اللّٰھم خلص الولید بن
الولید ... الخ ۔

اس حدیث کے راویوں میں علی بن زید ہے جس کو حافظ ابن حجر نے تقریب
میں ضعیف کہا ہے، لیکن اس کا ضعیف ہونا ثبوت جواز و استحباب کے منافی
نہیں ہے۔ کما مرّ ۔ مصنف ابنِ ابی شیبہ میں ہے : عن الاسود بن
عامر عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم
الفجر فلما سلم انحرف و رفع یدیہ ودعا الحدیث ۔ یعنی عامر
رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی
نماز پڑھی، پس جب آپ نے سلام پھیرا، تو قبلہ کی طرف سے منحرف ہوئے

---

[1] حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے
بعد قبلہ رخ بیٹھے ہوئے اپنے ہاتھ اٹھائے اور کہا اے اللہ ولید بن ولید اور عیاش
بن ربیعہ اور سلمہ بن ہشام اور کمزور مسلمانوں کو نجات دے جو کسی حیلہ کی طاقت نہیں رکھتے
اور کفار کے ہاتھ سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پاتے ۔

اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اور دعا کی۔

ان احادیث سے بعد نماز فرض کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا قولاً و فعلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العاجز عین الدین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین — فتاویٰ نذیریہ صفحہ ۵۶۵ ج ۱

## فتویٰ نمبر ۲

سوال: نماز فرض کے بعد دعا کے لیے رفع الیدین ہے یا نہیں؟

بیّنوا توجروا۔

الجواب: رفع الیدین بعد نماز فریضہ بعض[1] احادیث ضعیفہ سے ثابت ہے۔ عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما من عبد بسط کفیہ دبر کل صلوٰۃ یقول اللّٰھم الٰھی واله ابراھیم۔ الحدیث رواہ ابن السنی فی کتابه عمل الیوم واللیلة۔

وعن الاسود العامری عن ابیه قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الفجر۔ فلما سلم انصرف و رفع یدیه ودعا الحدیث۔ رواہ ابوبکر بن ابی شیبة فی مصنفه۔

حررہ عبدالرحیم عفی عنه۔ — سید محمد نذیر حسین

فتاویٰ نذیریہ صفحہ ۵۶۵ ج ۱

## فتویٰ نمبر ۳

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

---

[1] قوله: بعض احادیث ضعیفه ..... الخ۔ اقول: بعض احادیث صحیحہ بھی ہیں۔ جن کا ذکر آگے آئے گا۔ ۱۲۔ (ابوسعید محمد شرف الدین۔)

بعد نماز فرائض کے ہاتھ اُٹھا کے دُعا مانگنا درست ہے یا بدعت ؟ زید کہتا ہے کہ بعد نماز فرائض کے ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا بدعت ہے۔ بینوا توجروا ،

الجواب :۔ صاحب فہم پر مخفی نہ رہے کہ بعد نماز فرائض کے ہاتھ اُٹھا کے دُعا مانگنا جائز و مستحب ہے اور زید مخطی ہے :

عن[1] انس رض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ما من عبد یبسط کفیہ فی دبر کل صلوٰۃ ثم یقول اللھم الٰھی والہ جبرئیل ومیکائیل واسرافیل اسئلک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر و تعصمنی فی دینی فانی مبتلی وتنالنی برحمتک فانی مذنب وتنفی عنی الفقر فانی متمسکن الا کان حقا علی اللہ عز وجل ان لا یرد یدیہ خائبتین۔ رواہ الحافظ ابوبکر بن السنی[عہ]۔

عن[2] الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انحرف ورفع یدیہ ودعا ... الخ۔ رواہ الحافظ ابوبکر بن ابی شیبۃ فی مصنفہ۔ اور حافظ جلال الدین نے اپنی

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو آدمی نماز کے بعد اپنے ہاتھ پھیلا کر کہے اے میرے اور جبریل اور میکائیل اور اسرافیل کے خدا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میری دُعا کو قبول فرما۔ میں بے قرار ہوں میرے دین کو محفوظ رکھ میں فتنوں میں مبتلا ہوں مجھے اپنی رحمت میں لے لے میں گناہ گار ہوں، میرے فقر کو دُور کر دے، میں مسکین ہوں، تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کے ہاتھوں کو ناکام نہ لوٹائے۔ عہ اسکی سند میں عبد العزیز بن عبد الرحمٰن قرشی ضعیف ہے۔ ۱۲ (ابو سعید محمد شرف الدین) [2] اسود عامری کے باپ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ جب آپ نے سلام پھیرا، تو رُخ ہماری طرف کیا، اپنے ہاتھ اُٹھائے اور دُعا مانگی۔ ۱۲

کتاب فضل الدعاء فی احادیث رفع الیدین فی الدعاء میں روایت کیا ہے محمد بن یحییٰ اسلمی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں اٹھاتے تھے اپنے ہاتھ کو دعا میں مگر جب کہ فارغ ہوتے نماز سے اور کہا ہے اس حدیث کے راوی جتنے ہیں سب ثقہ ہیں : عن محمد بن یحییٰ الاسلمی قال رأیت عبد اللہ بن زبیر ورأی رجلا رافعا یدیہ قبل ان یفرغ من صلوٰتہ فلما فرغ منہا قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرفع یدیہ حتی یفرغ من صلوٰتہ ورجالہ ثقات ؁ اور نیز ابوداؤد میں ہے

---

لہ عبد اللہ بن زبیر نے ایک آدمی کو دیکھا اس نے پوری نماز پڑھنے سے پہلے ہی ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا شروع کیا ۔ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ اُٹھایا کرتے تھے ۔ عہ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو صاحب مجمع الزوائد نے بھی نقل کیا ہے ۔ حیث قال عن محمد بن ابی یحیی قال رأیت عبد اللہ بن الزبیر ورأی رجلاً رافعا یدیہ یدعو قبل ان یفرغ من صلوتہ فلما فرغ منہا قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرفع یدیہ حتی یفرغ من صلوتہ ۔ رواہ الطبرانی وترجم لہ فقال محمد بن یحیی الاسلمی عن عبد اللہ بن الزبیر ورجالہ ثقات ... انتہی ۔ مجمع الزوائد قلمی ص ۳۳۴/۴۷ کتاب الادعیۃ باب ماجاء فی الاشارۃ فی الدعاء ورفع الیدین ۔ وعن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلیتم الصبح فافزعوا الی الدعاء وباکروا فی طلب الحوائج اللھم بارک لامتی فی بکورھا ... انتہی ۔ اس حدیث کو علی متقی نے کنز العمال ص ۱۰/۱ میں صحیح مسلم، ابوداؤد، نسائی وغیرہ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے ۔ وعن ابی بکرۃ

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب سوال کرو اللہ تعالیٰ سے تو سوال کرو بطون کف اپنے کے ساتھ، اور نہ سوال کرو اس سے ساتھ ظہور کف اپنے کے: عن مالک بن یسار قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سألتم اللہ فاسئلوہ ببطون اکفکم ولا تسئلوہا بظہورہا وفی روایۃ ابن عباس قال سلوا اللہ ببطون اکفکم ولا تسئلوہ بظہورہا فاذا فرغتم فامسحوا بہا وجوہکم[عہ] رواہ ابو داؤد۔ اور ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہاتھ، دعا میں اٹھاتے تو نہیں چھوڑتے تھے یہاں تک کہ مسح کرتے اپنے منہ کو: عن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطہما حتی یمسح بہما وجہہ[عہ] رواہ الترمذی اور نیز مشکوٰۃ کے ص۱۹۶ میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندہ ہاتھ اٹھا کے دعا کرتا ہے تو اللہ شرم کرتا ہے کہ اس کے ہاتھ خالی

---

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سلوا اللہ ببطون اکفکم ولا تسئلوہ بظہورہا۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ رجال الصحیح غیر عمار بن خالد الواسطی وھو ثقۃ مجمع الزوائد ص۲۳۲ ج۱۰، کنز العمال ص۶۹ ج۱، فضل الدعاء ص۱۵ وفی روایۃ ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعا عند ابن ماجۃ اذا دعوت اللہ فادع ببطن کفیک... الخ۔ حاصل ان حدیثوں کا یہ ہے کہ آپ نے فرمایا، صبح کی نماز کے بعد یعنی فرض نماز کے بعد دعا مانگو اور جب دعا مانگو تو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فرضی نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگو۔ وہو المدعی، واللہ اعلم۔ ابو سعید محمد شرف الدین مصحح فتاوی ہذا۔

حاشیہ صفحہ ہذا: عہ سندہ ضعیف واخرجہ ایضا الطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک عن ابن عباس مرفوعا کنز العمال۔ (ابو سعید محمد شرف الدین) عہ اخرجہ ایضا الحاکم فی المستدرک وقال الترمذی صحیح غریب ۱۲ کنز العمال۔ (ابو سعید محمد شرف الدین)

پھیر دے۔ عن سلمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ربکم حی کریم یستحی من عبدہ اذا رفع یدیہ ان یردھما صفرا۔ رواہ الترمذی وابوداؤد والبیھقی فی الدعوات الکبیر۔

علاوہ اس کے دعا میں ہاتھ اٹھانا شریعت من قبلنا سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ بخاری صفحہ ۴۷۵ میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب حضرت ہاجرہ کو چھوڑ چلے، پھر جب کہ ثنیہ کے پاس پہنچے تو قبلہ کی طرف منہ پھیر کر ہاتھ اُٹھا کے دُعا کی، امام نووی صاحبؒ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:[1] ھذا حدیث مشتمل علی کثیر من الفوائد ومنھا استحباب رفع الیدین فی الدعاء انتھی۔ اور ادب المفرد کے صفحہ ۸۹ میں ہے:[2] عن عکرمۃ عن عائشۃ انہ سمعہ منھا انھا رأت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدعو رافعا یدیہ یقول اللھم انما انا بشر فلا تعاقبنی ایما رجل من المومنین اذیتہ۔ [3] وعن ابی ھریرۃ قال قدم الطفیل بن عمرو الدوسی علی رسول اللہ

---

[1] یہ حدیث بہت سے فوائد پر مشتمل ہے اس سے دُعا میں ہاتھ اُٹھانے کا استحباب معلوم ہوتا ہے۔

[2] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگتے دیکھا آپ کہہ رہے تھے اے اللہ میں بھی ایک آدمی ہوں اگر میں نے کسی مومن کو کوئی تکلیف دی ہو، یا کوئی سخت کلامی کی ہو تو مجھے معاف کر دینا۔ [3] طفیل بن عمرو دوسیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا اے اللہ کے رسولؐ دوس نے نافرمانی کی اور دینِ حق کا انکار کیا، آپؐ ان پر بددُعا کریں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے ہاتھ اُٹھائے لوگوں نے سمجھا کہ آپ ان پر بددُعا کرینگے۔ آپ نے فرمایا اے اللہ دوس کو ہدایت دے اور انکو میرے پاس لا۔ عہ اخرجہ ایضا احمد وابن ماجۃ وابن حبان فی صحیحہ والحاکم وقال صحیح علی شرط الشیخین الترغیب والترھیب وکنز العمال (ابو سعید محمد شرف الدین)

صلّی اللہ علیہ وسلّم فقال یارسول اللہ انّ دوسا عصت وابت فادع اللّٰہ علیہا فاستقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القبلۃ ورفع یدیہ فظن الناس انہ یدعو علیھم فقال اللّٰھم اھد دوسا وائت بھم۔ پس ان احادیث سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اُٹھا کے دُعا مانگتے تھے اور دُعا میں ہاتھ اُٹھانا مسنون طریقہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ محمد عبدالغفور عفی عنہ۔ | سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱ | سید محمد عبدالسلام غفرلہ ۱۲۹۹

سید محمد ابوالحسن ۱۳۰۵

فتاوی نذیریہ ص ۵۶۹ ج ۱

# فتوٰی نمبر ۴

مسئلہ[1]: چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ رفع یدین در دعائے کہ بعد ادائے نماز کردہ می شود چنانکہ معمول ائمہ دیار است از احادیث قولیہ یا فعلیہ ثابت است یا نہ ہر چند کہ فقہاء ایں را مستحسن می نویسند و احادیث در مطلق رفع یدین در دعا نیز وارد اند لیکن دریں خصوص ہم حدیثے وارد است یا نہ۔ بینوا توجروا۔

ھُوالمصوب[2]: دریں خصوص نیز حدیثے وارد است چنانچہ حافظ ابوبکر احمد بن اسحٰق بن السنی در کتاب عمل الیوم واللیلہ می نویسد۔ حدثنی احمد

---

[1] کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنا جیسا کہ اس علاقہ کے علماء کا دستور ہے کسی حدیث قولی یا فعلی سے ثابت ہے یا نہیں؟ اگرچہ فقہاء اس کو مستحسن کہتے ہیں اور دعا میں ہاتھ اٹھانے کے متعلق بھی احادیث میں آیا ہے لیکن خصوصًا اس دُعا کے متعلق بھی کوئی حدیث ہے یا نہیں؟

[2] اس مخصوص دعا کے بارے میں بھی حدیث ہے۔ انس نبی صلّی اللہ علیہ

باقی حاشیہ اگلے صفحے پر

بن الحسن حدثنا ابواسحٰق یعقوب بن خالد بن یزید انبالسی حدثنا عبد العزیز بن عبد الرحمٰن للقرشی عن خصیف عن انس عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ قال ما من عبد بسط کفیہ فی دبر کل صلوٰۃ ثم یقول اللّٰھم الٰھی والٰہ ابراھیم واسحٰق ویعقوب والٰہ جبرئیل ومیکائیل واسرافیل اسئلک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر وتعصمنی فی دینی فانی مبتلی وتنالنی برحمتک فانی مذنب وتنفی عنی الفقر فانی متمسکن الا کان حقا علی اللّٰہ عزّ و جلّ ان لا یرد یدیہ خائبتین ۔ اگر گفتہ شود کہ دو سند ایں روایت عبد العزیز بن عبد الرحمٰن است، وآن متکلم فیہ است ۔ چنانچہ در میزان الاعتدال وغیرہ مصرح است گفتہ خواہد شد، کہ حدیث ضعیف برائے اثبات استحباب کافی است، چنانچہ ابن ہمام در فتح القدیر در کتاب الجنائز می نویسد ۔ والاستحباب یثبت

---

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ : وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو آدمی ہر نماز کے بعد اپنے ہاتھ پھیلا کر یہ دعا کرے اے میرے اور ابراہیمؑ و اسحٰقؑ و یعقوبؑ کے خدا، اے جبریل میکائیل اسرافیل کے خدا میں اپنی دعا کی قبولیت کا تجھ سے سوال کرتا ہوں، میں بیقرار ہوں، میں مبتلا ہوں، میرے دین کو محفوظ رکھ میں گناہگار ہوں مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے میں مسکین ہوں، میرا فقر دور کردے تو اللہ پر حق ہے کہ اس کو خالی ہاتھ نہ لوٹائے ۔

اگر اس حدیث پر یہ اعتراض کیا جائے کہ اسکی سند میں عبد العزیز بن عبد الرحمٰن متکلم فیہ ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ استحباب کے ثبوت کے لیے ضعیف حدیث بھی کافی ہے چنانچہ ابن الہمام نے فتح القدیر کتاب الجنائز میں اسکی تصریح کی ہے اسود عامری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے صبح کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی آپ نے سلام پھیرا اور رُخ ہماری طرف کیا اپنے ہاتھ اُٹھائے اور دُعا مانگی تو معلوم ہوا کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ واللہ اعلم

بالضعيف غير الموضوع ۔ واللہ اعلم ۔

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی ۔

| سید محمد نذیر حسین | ابو الحسنات محمد عبد الحی | حسبنا حفیظ اللہ |
|---|---|---|

الجواب صحیح والرای نجیح ۔ ویؤیدہ ما رواہ ابو بکر بن ابی شیبۃ فی المصنف عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلّیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما انحرف رفع یدیہ و دعا الحدیث فثبت بعد الصلوٰۃ المفروضہ رفع الیدین فی الدعاء عن سید الانبیآء واسوۃ الاتقیاء صلی اللہ علیہ وسلم کما لا یخفی علی العلماء الاذکیاء۔

حررہ السید شریف حسین عفا اللہ عنہ فی الدارین

| سید شریف حسین | سید محمد نذیر حسین | حسبنا حفیظ اللہ |
|---|---|---|
| محمد عبد الرب | سید احمد حسن | |

فتاوٰی نذیریہ صـ۵۷ جـ۱

---

# مسئلہ نمبر۲، جرابوں پر مسح کرنا

موجودہ دور کے غیر مقلدین کا عمل اور فتوٰی یہ ہے کہ ہر قسم کی جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے ۔ حالانکہ یہ بات نہ قرآن سے ثابت ہے اور نہ ہی کسی صحیح ، صریح ، مرفوع حدیث سے ۔ بلکہ خود مولانا سید نذیر حسین دہلوی غیر مقلد کا فتوٰی بھی موجودہ غیر مقلدین کے خلاف ہے ۔ ہم یہاں پر فتاوٰی نذیریہ سے وہ فتوٰی نقل کرتے ہیں ۔ یہ فتوٰی اصل عربی زبان میں ہے اور فتوی کے نیچے اس کا اردو ترجمہ بھی کیا ہوا ہے یہاں پر صرف اردو ترجمہ پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے ۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اونی یا سوتی جرابوں پر مسح جائز ہے یا نہیں؟ یہ تو معلوم ہے کہ جرابوں پر مسح کرنے کی حدیث ضعیف ہے اور امام ترمذی نے جو اس کو صحیح کہا ہے محدثین نے اسے قبول نہیں کیا اور اگر موزوں کے مسح پر اس کو علتِ مشترکہ کی بنا پر قیاس کیا جائے تو اس سے فرض غسل جو قرآن سے ثابت ہے ساقط ہو جائے گا یا نہیں؟ اور ائمہ نے جو جراب کے لیے موٹا ہونے اور پانی کے نفوذ نہ کرنے کی قید لگائی ہے، تو کیا اس سے زیادہ کسی اور علت کا بھی اضافہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ پاؤں کا دھونا فرض ہے اور موزے پر مسح رخصت ہے۔ کیا رخصتِ شرعیہ شارع کے بیان پر موقوف ہے یا نہیں؟ جواب مفصل عنایت فرمائیں۔

الجواب: مذکورہ جرابوں پر مسح جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے اور مجوزین نے جن چیزوں سے استدلال کیا ہے اس میں خدشات ہیں۔ استدلال تین چیزوں سے کیا گیا ہے۔ حدیث مرفوع، فعلِ صحابہؓ اور قیاس۔

حدیث مرفوع تو وہ ہے جس کو ترمذی نے مغیرہ بن شعبہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور جراب اور جوتے پر مسح کیا۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔ اس پر اعتراض یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ عبدالرحمٰن بن مہدی یہ حدیث روایت نہیں کیا کرتے تھے کیونکہ مغیرہ سے مشہور روایت موزے پر مسح کرنے کی ہے۔ ابو موسیٰ اشعریؓ نے بھی جراب پر مسح کرنے کی روایت نقل کی ہے لیکن اس کی سند متصل نہیں۔ امام مسلمؒ نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ مغیرہ بن شعبہ سے جتنے لوگوں نے اس حدیث کو روایت کیا ہے انھوں نے موزے پر مسح بیان کیا ہے۔ صرف قیس اودی اور ہذیل بن شرحبیل نے جراب کا لفظ بیان کیا ہے لیکن یہ دوسرے راویوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ عبدالرحمٰن بن مہدی نے سفیان ثوری سے کہا کہ اگر آپ مجھے ابوقیس

عن ہذیل کی حدیث سنائیں تو میں اس کو آپ سے قبول نہیں کروں گا۔ سفیان نے نے کہا وہ حدیث واقعی ضعیف ہے۔ علی بن مدینیؒ نے کہا حضرت مغیرہؓ کی حدیث کو مدینہ، کوفہ اور بصرہ والوں نے روایت کیا ہے، سب موزہ کا ذکر کرتے ہیں صرف ابوقیس جراب کا تذکرہ کرتے ہیں۔ بیہقی نے کہا یہ حدیث منکر ہے اس کو سفیان ثوری اور عبدالرحمٰن بن مہدی، احمد بن حنبل، یحیی بن معین، علی بن مدینی، امام مسلمؒ نے ضعیف کہا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ابن دقیق العید نے اس کی تصحیح پر اعتماد کیا ہے اور کہا ہے کہ ابوقیس کی روایت دوسروں کے مخالف نہیں ہے کیونکہ وہ تو ایک امر زائد بیان کر رہے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس روایت کے یہ الفاظ ہوتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موزوں پر اور جرابوں اور جوتی پر مسح کیا تو ایک امر زائد تھا۔ لیکن اس نے تو موزے کے بجائے جراب اور جوتی کا ذکر کیا ہے تو یہ امر زائد نہیں ہے بلکہ ثقات کی مخالفت ہے۔ باقی رہا ترمذیؒ کا اس کو حسن صحیح کہنا تو امام نوویؒ نے کہا کہ جن لوگوں نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے ان میں سے ہر ایک امام ترمذیؒ سے مقدم ہے اور پھر یہ اصول بھی ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ لفظ جراب مختلف المفہوم ہے۔ موزے کے اوپر جو لفافہ پہنا جاتا ہے اس کو جرموق کہتے ہیں اور جرموق پر جو پہنا جاتا ہے اس کو جراب کہتے ہیں تو ممکن ہے جراب سے چمڑے کا وہ لفافہ مراد ہو جو جرموق پر پہنا جاتا ہے، تو میں کہتا ہوں کہ یہ دلیل تو ہماری ہوگی نہ کہ تمہاری اور پھر یہ بھی خیال کرنا چاہیے کہ جراب پر مسح کرنے والوں کا مقصد تو یہ ہے کہ صرف جراب پر مسح کرنا جائز ہے حالانکہ اس حدیث میں جراب اور جوتی پر مسح کا ذکر ہے یعنی جراب کے اوپر جوتی

پہنے ہوئے آپؐ نے مسح کیا، صرف جراب پر مسح نہیں کیا۔

یہاں ایک اور خدشہ بھی ہے کہ جراب سُوتی بھی ہوتی ہے اور اُونی بھی۔ موٹی بھی اور باریک بھی اور وہ بھی جس کے نیچے چمڑا لگا ہوتا ہے تو جب تک کسی خاص لفظ سے پتہ نہ چلے کہ وہ جراب جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کیا وہ چمڑے والی نہ تھی تب تک مقصود مجوزین ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ چمڑے والی جراب تو موزہ ہی کے حکم میں ہے اگر کہا جائے کہ دوسری جراب کا بھی احتمال تو ہے تو میں کہتا ہوں کہ اس میں جب صراحت نہیں ہے تو نفس مطمئن نہیں ہو سکتا اور حضورؐ نے فرمایا ہے "شک والی چیز کو ترک کر دو"

باقی رہا صحابہ کرامؓ کا عمل تو ان سے مسح جراب ثابت ہے اور تیرہ صحابہ کرامؓ کے نام صراحت سے معلوم ہیں کہ وہ جراب پر مسح کیا کرتے تھے یعنی حضرت علیؓ، عمارؓ، ابومسعود انصاریؓ، انسؓ، ابن عمرؓ، براء بن عازب، حضرت بلالؓ، عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ، سہل بن سعدؓ، ابوامامہؓ، عمرو بن حریثؓ، عمرو بن جباسؓ اگر حدیث مرفوع کے بجائے انکے عمل سے استدلال کیا جائے تو یہ اس سے بہتر ہے لیکن ان کے عمل میں ایک اور شبہ پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ یہ فعل ایک ایسا کام ہے جس میں اجتہاد کو دخل ہے اور جس میں اجتہاد کو دخل ہو۔ صحابی کا وہ فعل مرفوع حکمی نہیں کہلا سکتا۔

باقی رہا قیاس کا مسئلہ کہ جب موزہ پر مسح جائز ہے تو قیاساً جراب پر بھی جائز ہونا چاہیئے کیونکہ ان دونوں میں کوئی فرق مؤثر نہیں ہے۔ اس پر شبہ یہ ہے کہ اگر مسح موزہ کی کوئی علّت منصوص ہوتی۔ تو اس علت کی بنا پر جراب کے مسح کو اس پر قیاس کر لیا جاتا لیکن یہاں کوئی علت منصوص نہیں ہے ممکن ہے ہم کوئی اور علّت سمجھیں اور حقیقت میں کوئی اور ہو۔ اگر سوال کیا جائے کہ صحابہؓ کی

شان اس سے ارفع واعلیٰ ہے کہ وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کریں تو آخر کسی دلیل کی بناء پر ہی صحابہؓ نے جراب پر مسح کیا ہوگا، اگرچہ وہ ہم کو معلوم نہیں تو ہم بھی اسی وجہ سے مسح کرلیں گے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر صحابہؓ سے کوئی نقلی دلیل ہے تو وہ کہاں ہے کیسی ہے؟ جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو جائے ہم قرآن اور متواتر حدیث کے مضمون کو کیوں چھوڑیں اور اگر صحابہؓ کے فعل سے استدلال کیا جائے تو اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے کہ اس میں اجتہاد کو دخل ہے اور پھر یہ بھی تو معلوم نہیں کہ صحابہؓ کون سی جراب پر مسح کیا کرتے تھے؟ جب تک ان تمام باتوں کی وضاحت نہ ہو جائے ہم کتاب اللہ کے مضمون کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟ واللہ اعلم

| سیّد محمد نذیر حسین |

فتاویٰ نذیریہ صـ۳۲٦ تا ۳۳۴ جـ۱

# مسئلہ نمبر۳ مرد، عورت کی نماز میں فرق

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مرد اور عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے۔ وہ یہ بات نہ قرآن سے ثابت کرسکتے ہیں اور نہ کسی صحیح، صریح، مرفوع حدیث سے، صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ ہم اس مسئلہ کی تفصیل مجموعہ رسائل جلد اوّل حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی میں کر دی ہے۔ غیر مقلدین کے مشہور عالم دین حضرت مولانا داؤد غزنویؒ کے والد گرامی حضرت مولانا عبد الجبار غزنویؒ کا ایک فتویٰ فتاویٰ علمائے حدیث سے بجنسہٖ نقل کرتے ہیں۔ جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بعض مسائل میں مرد اور عورت کی نماز میں فرق ہے۔ اور خود غیر مقلدین بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں۔

سوال : عورتوں کو نماز میں انضمام کرنا چاہیے یا نہ ؟ بینوا توجروا۔
الجواب وھو الموفق للصواب : ابوداؤد اپنے مراسیل میں اور بیہقی سنن کبریٰ میں زید بن ابی حبیب سے مرسلاً روایت کرتے ہیں : ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض وان المرأۃ لیست فی ذلک کالرجل واخرج البیہقی مرفوعا اذا سجدت المرأۃ الصقت بطنہا فخذھا کاستر ما یکون لہا[1] اور اسی پر تعامل اہل سنت مذاہب اربعہ وغیرہ سے چلا آیا ہے۔

حافظ ابن القیمؒ زاد المعاد میں لکھتے ہیں : ولھذا شرع فی حق الاناث من الستر والخفر ما لا یشرع مثلہ للذکور فی اللباس وارخاء الذیل شبرا او اکثر وجمع نفسہا فی الرکوع والسجود دون التجافی۔[2]

شرح وقایہ وہدایہ وغیرہ کتب حنفیہ میں لکھا ہے : والمرأۃ تنخفض فی السجود وتلحق بطنہا بفخذیہا۔ ابن ابی زید مالکیؒ نے اپنے رسالہ میں جو مذہب امام مالکؒ میں متون معتبرہ سے ہے لکھتے ہیں : وھی رای المرأۃ

---

[1] تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں تو آپؐ نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو سمٹ کر سجدہ کرو کیونکہ عورت اس فعل میں آدمی کی طرح پر نہیں ہے اور بیہقی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جب عورت سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے ملالے اس میں زیادہ پردہ ہے۔ ۱۲ (علوی)

[2] عورتوں کے لیے (نماز میں) لباس کے ساتھ اور پلو ایک بالشت یا زیادہ چھوڑنے کے ساتھ پردہ کرنا اور اپنے بدن کو رکوع اور سجدہ میں اکٹھا کرنا اور جھکانا اسقدر شروع ہے جو مردوں کے لیے اتنا نہیں۔ ۱۲

[3] اور عورت سجدوں میں جھک جائے اور اپنے پیٹ کو رانوں سے ملائے۔ ۱۲

فی هیئۃ الصّلوٰۃ مثلہ (ای مثل الرجل) غیر انہا تنضم ولا تفرج فخذیہا ولا عضدیہا وتکون منضمۃ منزویۃ فی جلسنہا و سجودھا وامرھا کلہ [1] امام نووی منہاج میں (جو فقہ شافعیہ میں معتبر متن ہے) لکھتے ہیں: وتضم المرأۃ و مخنثی [2] شہاب الدین احمد رملی شافعی نہایۃ المحتاج میں منہاج کی اس عبارت مذکور پر لکھتے ہیں: فیضم کل منہما بعضہ الیٰ بعض ولو فی خلوۃ فیما یظھر لما فی تفریقھما من التشبۃ من الرجال [3] شرح اقناع (جو حنابلہ کی معتمد کتاب ہے) میں لکھتے ہیں: والمرأۃ کالرجل فی ذٰلک لا انہا تجمع نفسہا فی الرکوع و السجود وجمیع احوال الصّلوٰۃ وتجلس متربعۃ اوتسدل رجلیہا عن یمینہا وھو افضل لانہ غالب فعل عائشۃ واشبہ بجلسۃ الرجل انتہی۔ [4] اور دونوں پاؤں کو دائیں طرف نکال کر بیٹھنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قعدہ اخیرہ میں ثابت ہے۔ جب مردوں کے واسطے اس کی ممانعت

---

[1] اور عورت صورت میں نماز مرد کی طرح ہے صرف اتنا فرق ہے کہ عورت سمٹ کر رہے اور اپنے بازو اور رانوں کو کشادہ نہ کرے بلکہ اپنے سجدے اور بیٹھنے اور نماز کے سب کاموں میں مل کر رہے۔ [2] عورت اور مخنث (نماز میں سمٹ کر رہیں۔ ۱۲ [3] پس ہر ایک عورت اور مخنث (نماز میں اپنے) بعض (جسم) کو بعض سے ملاوے اگرچہ خلوت میں ہو۔ ظاہر یہی ہے اسلیے کہ بعض جسم کو علیحدہ کرنے میں مردوں سے مشابہت ہوتی ہے۔ ۱۲ [4] عورت نماز میں مرد کی طرح ہے مگر عورت اپنے جسم کو رکوع اور سجدوں اور تمام کے احوال میں اکٹھا کرکے رکھے اور (بیٹھنے کے وقت) چوکڑی مار کر بیٹھے یا اپنے دونوں پاؤں کو اپنی داہنی طرف نکال کر بیٹھے اور یہ (پچھلی صورت) بہتر ہے اس لیے کہ مائی عائشہ رضی اللہ عنہا کا اکثر یہی طریقہ تھا اور (یہ صورت) مرد کے بیٹھنے کے ساتھ بھی بہت مشابہ ہے۔ انتہی۔ ۱۲ ۔

نہیں تو عورتوں کے واسطے بسبب تستر کے بالاولی ممانعت نہیں۔ ابوداؤد صفت صلوٰۃ نبویہ میں ابوحمید سے مروی ہے: فاذا کان فی الرابعۃ افضی بورکہ الیسری الی الارض واخرج من ناحیۃ واحدۃ[1] غرض کہ عورتوں کا انضمام وانخفاض نمازمیں احادیث وتعامل جمہور اہلِ علم از مذاہبِ اربعہ وغیرہم سے ثابت ہے اس کا منکر کتبِ حدیث وتعامل اہلِ علم سے بے خبر ہے۔ واللہ اعلم۔

حررہ عبدالجبار بن عبداللہ الغزنوی عفی اللہ عنہما

(فتاوٰی غزنویہ صـ۲۷، صـ۲۸) فتاوٰی علماء حدیث صـ۱۲۸ ج۴، صـ۱۲۹ ج۴

# مسئلہ نمبر۴ : ننگے سر نماز پڑھنا

## مولانا محمد اسمٰعیل سلفی غیر مقلد کا فتوٰی

سوال : بدن پر کپڑے ہوتے ہوئے سر پر سے ٹوپی یا پگڑی اُتار کر رکھ دینی اور کوئی عذر بھی نہ ہو اور ہمیشہ اس طرح نماز پڑھنا، اگرچہ فرض نماز باجماعت مسجد میں ہو اس کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ کیا اس طرح نبی علیہ الصّلوٰۃ والسلام یا صحابہؓ سے ثبوت ملتا ہے؟ اگر ملتا ہے تو عبارت مع صفحہ تحریر فرمادیں۔

۲۔ ننگے سر نماز پڑھنی افضل ہے یا سر ڈھانک کر، اگر سر ڈھانک کر نماز پڑھنی افضل ہے تو اسکی دلیل پیش فرمائیے گا؟

(عبداللہ خطیب جامع مسجد اہل حدیث ڈیرہ غازیخاں)

---

[1] جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چوتھی رکعت میں بیٹھتے تو اپنے بائیں طرف مبارک زمین سے لگا دیتے اور دوسری طرف سے اپنے پاؤں مبارک نکال دیتے۔ ۱۲ علوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**الجواب** : وباللہ التوفیق ، مندکرہ صدر سوال پر تین وجوہ سے غور کیا جا سکتا ہے۔ ۱ مطلق جواز اور اباحت کے لحاظ سے ، ۲ افضلیت یعنی آنحضرتؐ اور صحابہؓ کے عام عمل کے لحاظ سے ، ۳ حرمت اور عدم جواز کے لحاظ سے۔

نماز میں سترِ مغلظ (شرمگاہ) کا ڈھانپنا بالاتفاق ضروری ہے ان میں سے اگر کوئی حصّہ ننگا ہو تو نماز نہیں ہو گی اور ان اعضاء کا ننگا رکھنا شرعاً حرام ہے۔ بہز بن حکیم سے مروی ہے: اِحْفَظْ عَوْرَتَكَ اِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ اَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ (رواہ الخمسۃ الا النسائی) بیوی اور مملوکہ کے سوا اعضاءِ ستر دیکھنے کا کسی کو موقع نہ دے۔

شوکانی فرماتے ہیں : والحق وجوب ستر العورۃ فی جمیع الاوقات الا وقت قضاء الحاجۃ وافضاء الرجل الی اھلہ ۔ اھ (نیل الاوطار ص ۶۴ ج ۲)

حدِ ستر میں اہلِ علم مختلف ہیں ، جمہور ناف سے گھٹنے تک ڈھکنا ضروری سمجھتے ہیں بعض صرف ران ڈھانپنا واجب سمجھتے ہیں۔ امام احمد اور امام مالک سے ایک روایت میں آیا ہے : العورۃ القبل والدبر ۔ (نیل الاوطار ص ۶۴ ج ۲) غرض ستر کی جو حد بھی اہلِ علم کے نزدیک ہے اگر اسے ننگا رکھا جائے تو نماز نہیں ہو گی۔ اعضاءِ ستر کو ویسے بھی ننگا رکھنا درست نہیں۔ نماز میں تو قطعاً حرام اور ناجائز ہو گا۔ سر چونکہ بالاتفاق اعضاءِ ستر میں نہیں اس لیے اگر کسی وقت ننگے سر نماز پڑھی جائے تو نماز بالاتفاق جائز ہو گی اس کے لیے نہ بحث کی ضرورت ہے نہ احادیث کی ٹٹول کی ضرورت ، جس طرح کوئی پنڈلی ، پیٹ ، پشت وغیرہ اعضاء ننگے ہوں تو نماز جائز ہے سر ننگے بھی درست ہے لیکن اسے عادت نہیں بنانا چاہیے۔

امام اگر نماز کے بعد پاؤں آسمان کی طرف کرے یا مقتدی کوئی ایسی حرکت کریں حدیث میں اس سے رکاوٹ ثابت نہیں ہو گی لیکن عقل مند ایسا کرنے سے

پرہیز کرے گا۔ ننگے سر کی عادت بھی قریباً اسی نوعیت کی ہے۔ جواز کے باوجود ایسی عادات عقل وفہم کے خلاف ہیں۔ عقل مند اور متدین آدمی کو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

آنحضرت، صحابہ کرام اور اہلِ علم کا طریق وہی ہے جو اب تک مساجد میں متوارث اور معمول بہا ہے۔ کوئی مرفوع حدیث صحیح میری نظر سے نہیں گزری جس سے اس عادت کا جواز ثابت ہو خصوصاً با جماعت فرائض میں بلکہ عادت مبارک یہی تھی کہ پورے لباس سے نماز ادا فرماتے تھے۔

امام بخاری فرماتے ہیں: باب وجوب الصلوٰة فی الثیاب وقول اللہ تعالیٰ: خُذُوا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ومن صلّٰی ملتحفا فی ثوب واحد ویذکر عن سلمة بن الاکوع ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یزرّہ ولو بشوکة. فی اسنادہ نظر۔ الخ۔ (صحیح بخاری مع فتح مطبوعہ مصر ص ۳۱۸ ج ۱) امام بخاری کا مطلب یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ زینت کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ اعضاء ستر ڈھانپنے کے علاوہ اچھے کپڑوں میں ادا کی جائے۔ عام ذہن کے لوگوں کو اس قسم کی احادیث سے غلطی لگی ہے کہ ایک کپڑے میں نماز ادا کی جائے تو سر ننگا رہے گا۔ حالانکہ ایک کپڑے کو اگر پوری طرح لپیٹا جائے تو سر ڈھکا جا سکتا ہے۔

اس مضمون کی احادیث اُمِّ ہانی، ابوہریرہ، جابر بن عبداللہ، سلمہ بن الاکوع، عمر بن ابی سلمہ طلق بن علی وغیرہ سے صحیح بخاری، سنن ابی داؤد وغیرہ دواوین سنّت میں موجود ہیں لیکن کسی میں سر ننگا رکھنے کا ذکر نہیں خصوصاً جس میں عادت اور کثرتِ عمل ثابت ہو، پھر احادیث میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ صورت یا تو صرف اظہارِ جواز کے لیے ہے، یا کپڑوں کی کم یابی کی وجہ سے۔ ان حالات سے جواز یا اباحت تو ثابت ہو سکتی ہے سنّت یا استحباب ظاہر نہیں ہوتا۔ حضرت ابوہریرہؓ

کی روایت میں ہے: اولکلکم ثوبان۔ (ابوداؤد ص۲۱۵) طلق کی روایت میں ہے او کلکم یجد ثوبین۔ (ابوداؤد مع عون ص۲۴۱) کیا سب کو دو کپڑے میسر آسکتے ہیں؟

حضرت عمرؓ کے اثر میں مزید تفصیل ملتی ہے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں قام رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسئلہ عن الصلٰوۃ فی الثوب الواحد فقال اوکلکم یجد ثوبین۔ ثم سئل رجل عمر فقال اذا وسع اللہ فاوسعوا جمع رجل علیہ ثیابہ صلّی رجل فی ازار ورداءٍ فی ازارٍ وقمیص فی ازارٍ وقباءٍ فی سراویل ورداءٍ فی سراویل وقمیص فی سراویل وقباء فی تبانٍ وقباءٍ فی تبان و قمیص قال واحسبہ فی تبان ورداءٍ۔ (صحیح بخاری ص۶۳) حضرت عمرؓ سے ایک آدمی نے ایک کپڑے میں نماز کے متعلق دریافت کیا حضرت عمرؓ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ وسعت دے تو نماز میں بھی وسعت سے کام لینا چاہیے۔ اسکے بعد حضرت عمرؓ نے حسب استطاعت نماز میں لباس کی مختلف قسموں کا ذکر فرمایا۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد حکم ہو یا صرف خبر اس میں کپڑوں کی قلت اور عدم استطاعت صراحۃً سمجھ میں آتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر پورے کپڑے میسر ہوسکیں اور کوئی مانع نہ ہو تو تکلف سے مسکنت کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ ابن منیر فرماتے ہیں: الصحیح انہ کلام فی معنی الشرط کانہ قال ان جمع رجل علیہ ثیابہ فحسن۔ اھ۔ (فتح ص۳۲۴) اگر ایک سے زائد کپڑے نماز میں استعمال کرے تو بہتر ہے

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وفی ھذا الحدیث دلیل علی وجوب الصلٰوۃ فی الثیاب لما فیہ من ان الاقتصار علی الثوب الواحد کان لضیق الحال وفیہ ان الصلٰوۃ فی الثوبین افضل من الثوب الواحد وصرح القاضی عیاض بنفی الخلاف فی ذالک۔ اھ۔ (فتح الباری ص۳۲۴) اس حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ (مستطیع کے لیے) زیادہ کپڑوں میں نماز پڑھنا واجب ہے کیونکہ ایک کپڑے کی اجازت صرف ضیق کی وجہ سے تھی اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نماز میں دو کپڑے استعمال کرنا افضل ہے غرض کسی حدیث سے بھی بلا عذر ننگے سر نماز کو عادت اختیار کرنا ثابت نہیں محض بے عملی یا بدعملی یا کسی کی وجہ سے یہ رواج بڑھ رہا ہے بلکہ جہلاء تو اسے سنت سمجھنے لگے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

اسکی تائید دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ ابن عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

ذکر فرماتے ہیں۔ اذا صلی احدکم فلیاتزر ولیرتد۔ اھ (سنن الکبریٰ ص۲۳۵/۲) نافع فرماتے ہیں عبداللہ بن عمرؓ مرفوعاً فرماتے ہیں: اذا صلّی احدکم فلیلبس ثوبیہ فان اللّٰہ عز وجل احق ان یزین لہ... الخ (سنن الکبریٰ) نافع فرماتے ہیں عبداللہ بن عمرؓ نے مرفوعاً فرمایا نماز دو کپڑوں میں پڑھو۔ اللہ کی بارگاہ میں زینت سے حاضر ہونا زیادہ مناسب ہے۔ نافع فرماتے ہیں میں ایک دن اونٹوں کی گھاس کے سلسلہ میں نماز سے پیچھے رہ گیا، عبداللہ بن عمرؓ آئے تو میں ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھ رہا تھا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کیا تمھارے پاس دو کپڑے نہیں؟ میں نے عرض کیا دو ہی موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا: ارءیت لو بعثتک الیٰ بعض اھل المدینۃ اکنت تذھب فی ثوب واحدٍ؟ قلت لا۔ قال واللّٰہ احق ان یتجمل لہ؟ الخ۔ (بیہقی سنن ص۲۳۶/۱) اگر میں مدینہ میں کسی کے پاس تمھیں بھیجتا تو تم ایک کپڑے میں جاتے، میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا اللہ کی بارگاہ میں زینت سے حاضر ہونا زیادہ مناسب ہے۔ ان احادیث میں سر ڈھانپنے کی صراحت نہیں، لیکن دو کپڑوں سے سر ڈھانپنے کا زیادہ امکان ہو جاتا ہے۔ کپڑا موجود ہو تو سر ننگے نماز ادا کرنا یا ضد سے ہوگا یا قلتِ عقل سے۔ نیز یہ ثابت ہوتا ہے کہ اچھے کپڑوں کے ساتھ تجمل سے نماز پڑھنا مستحب اور مسنون ہے۔ آیت خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ کے مضمون سے بھی اسی سے وضاحت ہو جاتی ہے۔

ابو داؤد میں ایک اثر ہے جس سے شاید کوئی کم سواد آدمی استدلال کرے حدثنا عبد اللّٰہ بن محمد الزھری ثنا سفیان بن عیینۃ قال رأیت شریکاً صلّٰی بنا فی جنازۃ العصر فوضع قلنسوتہ بین یدیہ یعنی فی فریضۃ۔ (ابو داؤد ص۲۵۹ مع عون) یعنی شریک نے فرضوں کی نماز بوقت عصر ٹوپی اتار کر پڑھی اور ٹوپی اپنے سامنے رکھی۔ اھ۔ اوّل تو یہ نہ مرفوع حدیث ہے نہ کسی صحابی کا اثر۔ دوم معلوم نہیں یہ شریک کون بزرگ ہیں۔ شریک بن عبداللہ نخعی تبع تابعی ہیں یا شریک بن عبداللہ بن ابی نمر تابعی۔ ان دونوں میں کم وبیش ضعف ہے لیکن یہ ان کا عمل ہے جو کسی طرح بھی قابلِ حجّت نہیں۔ سوم امام ابو داؤد نے اسے باب الخط اذا لم یجد عصًا میں ذکر فرمایا ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہاں ضرورتاً سر ننگا رکھا گیا ہے کیونکہ جب انھیں سترہ کے لیے کوئی چیز

نہ ملی تو انھوں نے سُترہ کا کام ٹوپی سے لے لیا۔ ضرورت اور عذر سے سر ننگا رکھا جائے تو اس میں بحث نہیں۔ بحث اس میں ہے کہ فیشن اور عادت کے طور پر نماز میں سر ننگا رکھنا کہاں تک درست ہے؟ حافظ عینی نے شرح بخاری میں مختلف مذاہب کے ذکر میں تفصیل سے کام لیا ہے۔ ان کی بحث کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ ایک کپڑے میں درست ہے لیکن جب وسعت ہو کپڑے میسر آسکیں تو پھر ایک پر اقتصار مستحسن نہیں حافظ ابن قدامہ مقدسی فرماتے ہیں: الفصل الثانی فی فضیلۃ وھو ان یصلی فی ثوبین او اکثر فانہ اذا بلغ فی الستر یروی عن عمرؓ انہٗ قال اذا وسع اللہ فاوسعوا۔ اھ (ص۶۲۱ مغنی ابن قدامہ مع الشرح یعنی فضیلت اس میں ہے کہ دو یا دو سے زیادہ کپڑوں میں نماز ادا کرے کیونکہ اس میں ستر اور پردہ زیادہ ہے۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے جب اللہ تعالیٰ مال میں وسعت فرمائیں تو آدمی کو وسعت سے کام لینا چاہیے اس کے بعد تمیمی کا قول ذکر فرمایا ہے۔ الثوب الواحد یجزی والثوبان احسن والاربع اکمل قمیص و سراویل وعمامۃ وازار۔ اھ (ابن قدامہ ص۶۲۱) ایک کپڑا جواز نماز کے لیے کافی ہے دو کپڑے بہتر ہیں چار ہوں تو نماز اور کامل ہو گی قمیص، پاجامہ، پگڑی اور ازار۔

ان تمام گزارشات سے مقصد یہ ہے کہ سر ننگا رکھنے کی عادت اور بلا وجہ ایسا کرنا اچھا فعل نہیں یہ عمل فیشن کے طور پر روز بروز بڑھ رہا ہے۔ یہ اور بھی نامناسب ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پگڑی کے متعلق تحنیک کا رواج تھا، یعنی پگڑی کا ایک لپیٹ گردن کے نیچے سے باندھتے تھے آج کی عربی پگڑیاں اور ہماری پگڑیاں اس وقت کی پگڑیوں سے وضع میں مختلف ہیں ایسی پگڑی کا اتارنا اور بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔ وللتفصیل وقت اخر۔

ویسے یہ مسئلہ کتابوں سے زیادہ عقل و فراست سے متعلق ہے اگر اس جنس لطیف سے طبیعت محروم نہ ہو تو ننگے سر نماز ویسے ہی مکروہ معلوم ہوتی ہے۔ ضرورت اور اضطرار کا باب اس سے الگ ہے۔

والسلام

(فتاویٰ علماء حدیث ص۲۸۶/۴ تا ص۲۸۹/۴)

تمت بالخیر

# جرابوں پر مسح

## غیر مقلد علماء کی نظر میں

مرتب

پیر جی سید مشتاق علی شاہ

پیر جی کتب خانہ
۸ گوبند گڑھ کالج روڈ گوجرانوالہ

# بسم اللہ الرحمن الرحیم

## ابتدائیہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امام بعد!

غیر مقلدین اور اہل سنت والجماعت کے درمیان جن مسائل میں اختلاف ہے ان میں ایک مسئلہ عام جرابوں پر مسح کرنے کا بھی ہے۔ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہر قسم کی جرابوں پر مسح کرنا ثابت ہے جب کہ اہل سنت کہتے ہیں کہ عام جرابوں پر مسح کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ غیر مقلدین اس مسئلہ میں جتنی بھی روایات پیش کرتے ہیں خود غیر مقلدین کے علماء نے ان تمام روایات کو ضعیف کہا ہے۔ جیسا کہ آگے اصل رسالہ میں آ رہا ہے۔ جب کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک موزوں پر مسح کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ اور موزوں پر قیاس کرتے ہوئے ایسی جرابوں پر مسح کرنے کی اجازت دیتے ہیں جو موزوں کے حکم میں کسی طرح آتی ہوں اہل سنت اس مسئلہ میں قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ ؕ (پ:٦، المائدۃ:٦)

اے ایمان والو جب تم ارادہ کرو نماز کا تو دھوؤ اپنے چہروں کو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک اور سروں کا مسح کرو اور پاؤں کو ٹخنوں تک دھوو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وضو کرتے وقت پاؤں دھونے کا حکم دیا ہے اس کے علاوہ حضور اکرم ﷺ نے وضو میں اگر پاؤں خشک رہ جائیں تو وعید سنائی ہے قرآن

تیمم کی اس آیت مبارکہ اور وضو کے بارے میں وارد احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب موزے نہ پہنے ہوئے ہوں تو پاؤں کو دھویا جائے گا لیکن جب موزے پہنے ہوئے ہوں تو احادیث مبارکہ کی روشنی میں موزوں پر مسح جائز ہوگا۔

اس لیے اہل سنت و جماعت کے نزدیک موزوں پر مسح جائز ہے اور ایسی جرابوں پر جن کے دونوں طرف چمڑا چڑھا ہوا ہو جن کو مجلد کہتے ہیں یا صرف نچلے حصہ میں چمڑا لگا ہوا ہو جن کو منعل کہتے ہیں تو موزوں پر قیاس کرتے ہوئے مسح جائز ہے لیکن ایسی جرابیں جو نہ مجلد ہوں اور نہ منعل ہوں ان پر مسح جائز نہیں ہے۔

غیر مقلدین جو ہر قسم کی جرابوں پر مسح کرنے کو جائز سمجھتے ہیں لیکن اس بارے میں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں وہ نہ تو کوئی قرآن کی آیت پیش کر سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی صحیح حدیث۔ جتنی روایات وہ پیش کرتے ہیں وہ تمام ضعیف ہیں۔ بلکہ خود ان کے علماء نے ان روایات کو ضعیف کہا ہے ہم نے اس رسالہ میں مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی، مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری، مولانا محمد یونس دہلوی، مولانا شرف الدین دہلوی، مولانا عبدالجبار غزنوی، علامہ وحید الزمان رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن و سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین

**والسلام**

**از مرتب**

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

نحمدہ ونصلّی علی رسولہ الکریم ۔ امّا بعد !

محترم قارئین کرام ! ہم یہاں پر غیر مقلدین کے دلائل نقل کرکے ان کے جوابات جو مولانا عبدالرحمان مبارکپوری غیر مقلد نے تحفۃ الاحوذی میں دیئے ہیں ، وہ نقل کرتے ہیں ۔ ہم نے مولانا کی عربی عبارات نقل کرکے اس کا ترجمہ کیا ہے ، اپنی طرف سے کوئی بات ذکر نہیں کی ۔ اب آپ نمبروار جوابات ملاحظہ فرمائیں :

# دلیل نمبر ا

حدثنا عثمان ابن ابی شیبۃ عن وکیع عن سفیان عن ابی قیس الاودی ھو عبد الرحمٰن بن سروان عن ھزیل بن شرحبیل عن المغیرۃ بن شعبۃ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم توضأ ومسح علی الجوربین والنعلین ۔

قال ابو داؤد کان عبد الرحمٰن بن مھدی لا یحدث بھذا الحدیث لان المعروف عن المغیرۃ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم مسح علی الخفین وروی ھذا ایضا عن ابی موسی الاشعری عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ مسح علی الجوربین ولیس بالمتصل ولا بالقوی ۔ ( ابوداؤد ص ۲۴ ج ۱ )

ترجمہ : مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور مسح کیا جرابوں اور جوتوں پر ۔

کہا ابوداؤد نے عبدالرحمٰن بن مہدی اس حدیث کو بیان نہیں کرتے تھے (اس لیے کہ یہ منکر ہے) مشہور مغیرہ رضی اللہ عنہ سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کیا موزوں پر اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بھی روایت[1] ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کیا جرابوں پر مگر اسناد اس کی متصل نہیں ہے نہ قوی ہے۔ (ابوداؤد مترجم ص ۹۳/۱۰۲)

ہم نے حدیث کا ترجمہ علامہ وحید الزمان غیر مقلد کا نقل کیا ہے۔

## جواب :

مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری غیر مقلد لکھتے ہیں :۔

اعلم ان الترمذی حسن حدیث الباب وصححہ ولکن کثیرا من ائمۃ الحدیث ضعفوہ قال النسائی فی سننہ الکبری لا نعلم احدًا تابع ابا قیس علی ھٰذہ الروایۃ والصحیح عن المغیرہ انہ علیہ السلام مسح علی الخفین۔ وقال ابوداؤد فی سننہ کان عبدالرحمٰن بن مہدی لایحدث بھٰذا الحدیث۔انتہی۔ لان المعروف عن المغیرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسح علی الخفین قال وروی ابوموسی الاشعری ایضًا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ مسح علی الجوربین ولیس بالمتصل ولا بالقوی۔ (تحفۃ الاحوذی ص ۱۰۰/۱)

---

[1] دیکھئے دلیل ۲

ترجمہ : جان لو ! ترمذی نے حدیث اب کو حسن اور صحیح کہا ہے لیکن بہت سارے ائمہ حدیث نے ضعیف کہا ہے۔ امام نسائیؒ نے سنن الکبریٰ میں فرمایا کہ ہم اس روایت پر ابوقیس کا کوئی متابع نہیں جانتے اور صحیح حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا۔ امام داؤدؒ نے اپنی سنن میں فرمایا عبدالرحمٰن بن مہدی اس حدیث کو بیان نہیں کرتے تھے کیونکہ مشہور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا اور فرمایا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی حضورؐ سے روایت کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جرابوں پر مسح کیا لیکن وہ نہ متصل ہے اور نہ قوی ہے۔

مولانا مبارک پوری غیر مقلد مزید لکھتے ہیں :-

وذکر البیہقی حدیث المغیرہ ھذا وقال انہ حدیث منکر ضعفہ سفیان الثوری وعبد الرحمٰن بن مہدی واحمد بن حنبل ویحییٰ بن معین وعلی بن المدینی ومسلم بن الحجاج والمعروف عن المغیرہ حدیث المسح علی الخفین۔ (تحفۃ الاحوذی ص۱۰۱ ج۱)

ترجمہ: "امام بیہقیؒ نے یہ حدیث مغیرہؓ نقل کرکے فرمایا یہ حدیث منکر ہے سفیان ثوریؒ، عبدالرحمٰنؒ بن مہدی، احمدؒ بن حنبل، یحییٰؒ بن معین، علی بن المدینی اور مسلم بن الحجاج نے اس کو ضعیف کہا ہے اور مشہور حضرت مغیرہؓ سے مروی موزوں پر مسح کی حدیث ہے۔"

مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری غیر مقلد امام نوویؒ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال النووی کل واحد من ھٰؤلاء لو انفرد قدم علی الترمذی مع ان الجرح مقدم علی التعدیل قال واتفق الحفاظ علی تضعیفہ ولا یقبل قول الترمذی انہ حسن صحیح۔ انتہٰی۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۱۰۱)

ترجمہ: امام نوویؒ نے فرمایا ان میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ امام ترمذیؒ پر مقدّم ہے باوجود اس کے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔ فرمایا تمام حفاظ اس حدیث کے ضعیف ہونے پر متفق ہیں اور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول "یہ حسن اور صحیح ہے" قبول نہیں کیا جائیگا۔ انتہٰی۔

## دلیل نمبر ۲

حدثنا محمد بن یحییٰ ثنا معلی بن منصور و بشر بن ادم قالا ثنا عیسیٰ بن یونس عن عیسیٰ بن سنان عن الضحاک بن عبدالرحمٰن بن عرزب عن ابی موسیٰ الاشعری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضأ ومسح علی الجوربین والنعلین۔

(ابن ماجہ ص ۴۱)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور مسح کیا جرابوں اور چپلوں پر۔ (ابنِ ماجہ مترجم ج ۱ ص ۲۴۹)

ہم نے حدیث کا ترجمہ وحید الزمان غیر مقلد کا درج کیا ہے۔

**جواب نمبر ۱**: علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اور کہا ہے ابوداؤد نے اور مروی ہوئی ہے حدیث جوربین کے مسح کی ابوموسیٰ اشعریؓ سے اور اس کی سند متصل نہیں ہے اور نہ وہ روایت قوی ہے اور ابوداؤد نے کہا جو کہ متصل نہیں ہے اس وجہ سے کہ روایت کی اس کی ضحاک بن عبدالرحمٰن نے ابی موسیٰؓ سے اور بیہقیؒ نے کہا ہے کہ ضحاک کو ابی موسیٰؓ سے سماع نہیں ہے۔ (یعنی بیچ میں سے کوئی راوی چھوٹ گیا ہے) اور ابوداؤد نے جو کہا کہ وہ قوی نہیں اس وجہ سے اس کی سند میں عیسیٰ بن سنان ہے اور وہ ضعیف ہے کہ اس سے دلیل نہیں پکڑی جاتی اور یحییٰ بن معین نے اس کو ضعیف کہا ہے۔" (ابن ماجہ مترجم صفحہ ۲۴۹/۱)

**جواب نمبر ۲** : مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری غیر مقلد لکھتے ہیں :

ان ابا داؤد حکم علی ھٰذا الحدیث بانہ لیس بالمتصل ولا بالقوی وقال البیھقی بعد روایۃ الحدیث لہ علتان احدھما ان الضحاک بن عبد الرحمٰن لم یثبت سماعہ عن ابی موسٰی والثانیۃ ان عیسٰی بن سنان ضعیف۔

ترجمہ: "امام ابوداؤدؒ نے اس پر یہ حکم لگایا ہے کہ یہ متصل نہیں ہے اور نہ یہ قوی ہے۔ امام بیہقیؒ نے حدیث روایت کرنے کے بعد فرمایا۔ اس میں دو خرابیاں ہیں ایک یہ کہ ضحاک بن عبدالرحمٰن کا سماع ابوموسیٰؓ سے ثابت نہیں ہے۔ دوسری یہ ہے کہ عیسیٰ بن سنان ضعیف ہے۔"

نیز مولانا مبارک پوری غیر مقلد عیسیٰ بن سنان کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

قال الحافظ فی تہذیب التہذیب فی ترجمتہ، قال الاثرم قلت لابی عبد اللہ ابوسنان عیسیٰ بن سنان فضعفہ۔ قال یعقوب بن شیبہ عن ابن معین لین الحدیث وقال جماعۃ عن ابن معین ضعیف الحدیث وقال ابوزرعہ مخلط، ضعیف الحدیث وقال ابوحاتم لیس بقوی فی الحدیث وقال العجلی لا باس بہ۔ وقال النسائی ضعیف۔ وقال ابن خراش صدوق وقال مرۃ فی حدیثہ نکرہ وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال الکنانی عن ابی حازم یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ۔

(تحفۃ الاحوذی ص۱۰۱ ج۱)

ترجمہ: حافظ نے تہذیب التہذیب میں اس کے ترجمہ میں کہا کہ اثرم نے کہا میں نے ابوعبداللہ سے کہا ابوسنان عیسیٰ بن سنان تو انھوں نے ضعیف کہا۔ یعقوب بن شیبہ نے ابن معین سے روایت کیا کہ لین الحدیث ہے۔ ایک جماعت ابن معین سے نقل کرتی ہے کہ ضعیف الحدیث ہے۔ ابوزرعہ کہتے ہیں مخلط اور ضعیف الحدیث ہے۔ ابوحاتم نے کہا حدیث میں قوی نہیں ہے۔ نسائی نے کہا ضعیف ہے۔ ابن خراش نے کہا صدوق اور کبھی کہتا ہے کہ اس کی حدیث میں نکارت ہے۔ ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ کنانی ابی حازم سے نقل کرتے ہیں

ہے اس کی حدیث لکھی جائے گی لیکن احتجاج نہیں کیا جائے گا۔"

## دلیل نمبر ۳

عن کعب بن عجرۃ عن بلال قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسح علی الخفین والجوربین۔

(رواہ الطبرانی بحوالہ تحفۃ الاحوزی ص۱۰۱ ج۱)

ترجمہ: حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم موزوں اور جرابوں پر مسح کرتے تھے۔

## جواب:

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری غیر مقلد اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

واما الحدیث بلال فھو ایضاً ضعیف۔ (تحفۃ الاحوزی ص۱۰۱ ج۱)

ترجمہ: "الغرض حدیث بلالؓ، پس وہ بھی ضعیف ہے۔"

## دلیل نمبر ۴

حدثنا احمد بن محمد بن حنبل قال حدثنا یحییٰ بن سعید عن ثور عن راشد بن سعد عن ثوبان قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سریۃ فاصابھم البرد فلما قدموا علی رسول اللہ علیہ وسلم امرھم ان یمسحوا علی العصائب والتساخین۔ (ابوداؤد ص۲۱)

ترجمہ: ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ایک چھوٹا سا لشکر بھیجا ان کو سردی ہوگئی جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے ان کو حکم کیا مسح کرنے کا عماموں اور موزوں پر۔ (ابو داؤد مترجم ص۹۵ ج۱)

نوٹ: حدیث کا ترجمہ علامہ وحید الزمان غیر مقلد کا ہے۔

## جواب:

علامہ وحید الزمان نے تساخین کا معنیٰ موزے کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ حدیث ثوبان کا جرابوں کے مسح سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری غیر مقلد نے اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے:

قلت هٰذا الحديث لا يصلح الاستدلال فانه منقطع فان راشد بن سعد لم يسمع من ثوبان قال الحافظ ابن ابی حاتم فی کتاب المراسیل ص۲۲ انبا عبد الله بن احمد بن حنبل فيما كتب الی قال قال احمد یعنی ابن حنبل راشد بن سعد لم یسمع من ثوبان۔ انتهى۔

وقال الحافظ ابن حجر فی تهذيب التهذيب قال ابو حاتم والحربی لم یسمع من ثوبان۔ وقال الخلال عن احمد لا ینبغی ان یکون سمع منه۔ انتهى

ترجمہ: میں کہتا ہوں یہ روایت استدلال کی صلاحیت نہیں رکھتی

یہ منقطع ہے کیونکہ راشد بن سعد نے ثوبان رضؓ سے سماع نہیں کیا۔
حافظ ابن ابی حاتم نے کتاب المراسیل ص۲۲ میں کہا عبداللہ بن احمد بن حنبل نے خبر دی اس خط میں جو میری طرف لکھا کہ احمد بن حنبل نے کہا کہ راشد بن سعد نے ثوبان رضؓ سے سماع نہیں کیا۔
حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں فرمایا کہ ابو حاتم اور حربی نے کہا کہ اس نے ثوبان سے سماع نہیں کیا۔ خلال نے احمد سے روایت کیا کہ نہیں ہے مناسب کہ اس نے سماع کیا (ثوبان رضؓ سے)۔

**ناظرین کرام:** یہاں تک ہم نے صرف مولانا عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد کی تحریرات پیش کی ہیں۔ مولانا کے جوابات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جرابوں پر مسح کرنے کی کوئی روایت بھی صحیح نہیں ہے۔
اب ہم غیر مقلدین کے شیخ الحدیث مولانا محمد یونس دہلوی کا حوالہ نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

"جرابوں پر مسح کرنا درست ہے، جب کہ وہ خف بنی ہوئی ہوں معمولی اور پتلی جرابوں پر مسح کرنا ناجائز ہے۔ مسح جراب کی اکثر حدیثیں ضعیف ہیں۔ امام ابوداؤد نے اپنی کتاب میں ضعیف کہا ہے"

(دستور المتقی فی احکام النبی ص۳۰ مطبوعہ اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور)

۔۔۔

# مولانا سید نذیر حسین دہلوی غیر مقلد کا فتویٰ

## باب المسح

**سوال:** ما قولكم دام فضلكم في أن المسح على الجوربين كما هو المروج في الأمصار المروجة من الغزل
او الصوف غير منعلة ولا مجلدة ومعلوم ان الحديث الذي روي في باب عن النبي صلى الله عليه وسلم وصححه
الترمذي وتصحيحه ايضا لم يقبله الحفاظ كما هو مسطور في تخريج الهداية للزيلعي وان قيس
عليهما على مسح الخفين لعلة الستر والمداومة الذي فيه مشكل يسقط لفظ الغسل مدلول بالقرآن
المتواتر وهل يزاد على العلتين تكون الجوربين ثخينين وعدم نفوذ الماء كما قدرتم ام لا
والاصل في باب الرجلين الغسل الثابت بالقرآن والمسح على الخفين رخصة فهل الرخصة موقوفة
على بيان الشارع صلى الله عليه وسلم ام لا ولكن الجواب مفصلا مع دلائله فقط

**الجواب:** المسح على الجوربين المذكورين ليس بجائز لانه لم يقم على جوازه دليل
وكل ما تمسك به المجوزون ففيه خدشات ظاهرة وما تمسكوا به ثلاثة الحديث المرفوع وآثار بعض الصحابة
رضي الله عنهم والقياس.

اما الحديث المرفوع فهو ما رواه الترمذي وغيره عن المغيرة بن شعبة قال توضأ النبي
صلى الله عليه وسلم ومسح على الجوربين والنعلين قال الترمذي هذا حديث حسن صحيح واما الخدشة
في الاستدلال به فهي ان هذا الحديث ضعيف لا يصح الاستدلال به وبعد تسليم رواية كان

---

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اونی یا سوتی جراب پر مسح جائز ہے یا نہیں؟ یہ تو معلوم ہے کہ جرابوں پر مسح کرنے کی حدیث ضعیف
ہے اور امام ترمذی نے جو اس کو صحیح کہا ہے محدثین نے اسے قبول نہیں کیا اور اگر موزوں کے مسح پر اس کو علت مشترکہ کی بنا پر قیاس کیا جائے تو
اس سے فرض غسل جو قرآن سے ثابت ہے ساقط ہو جائے گا یا نہیں؟ اور آپ نے جو جراب کے موٹا ہونے اور پانی کے نفوذ نہ کرنے کی قید لگائی ہے تو
کیا اس سے زیادتی اور علت کا اضافہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ پاؤں کو دھونا فرض ہے اور موزے پر مسح رخصت ہے کیا رخصت شریعہ شارع کے
بیان پر موقوف ہے یا نہیں؟ جواب مفصل عنایت فرمائیں۔ **الجواب:** مذکورہ جرابوں پر مسح جائز نہیں ہے کیونکہ اس کی
صحت پر کوئی دلیل نہیں اور مجوزین نے جن چیزوں سے استدلال کیا ہے اس میں خدشات ہیں۔ استدلال تین چیزوں سے کیا گیا ہے۔

عبد الرحمن بن المهدی لا احدث بهذا الحدیث لان المعروف عن المغیرة ان النبی صلی الله علیه وسلم مسح علی
الخفین وروی هذا ایضا عن ابی موسی الاشعری عن النبی صلی الله علیه وسلم انه مسح علی الجوربین ولیس
بالمتصل ولا بالقوی اهـ وقال البیهقی فی سننه انا ابو محمد یحیی بن منصور قال رأیت مسلم بن الحجاج
ضعف هذا الخبر عن المغیرة وقال ومسح علی الخفین وروی ... حدیث ابی قیس ... هذا
هذا الخبر عن مسلم لابی العباس محمد بن عبد الرحمن الدغولی سمعته یقول سمعت علی بن محمد بن شیبان
یقول سمعت ابا قدامة السرخسی یقول قال عبد الرحمن بن المهدی قلت لسفیان الثوری لو حدثتنی بحدیث
ابی قیس عن هزیل ما قبلته منك فقال سفیان الحدیث ضعیف نعم سنن البیهقی عن احمد بن حنبل قال
لیس یروی هذا الحدیث الا من روایة ابی قیس الاودی وابی عبد الرحمن بن مهدی ان یحدث به وقال هو
منکر واسند البیهقی ایضا عن علی بن المدینی قال حدیث المغیرة بن شعبة فی المسح رواه عن المغیرة اهل المدینة
واهل الکوفة واهل البصرة ورواه هزیل بن شرحبیل عن المغیرة الا انه قال ومسح علی الجوربین وخالف الناس
واسند ایضا عن یحیی بن معین قال الناس کلهم یروونه علی الخفین غیر ابی قیس انتهی وقال البیهقی فی
المعرفة وذکر المسح علی الجوربین والنعلین تفرد به ابو قیس الاودی عن هزیل بن شرحبیل عن المغیرة
بن شعبة ان النبی صلی الله علیه وسلم مسح علی جوربیه ونعلیه وذلك حدیث منکر ضعفه سفیان الثوری
و عبد الرحمن بن مهدی واحمد بن حنبل ویحیی بن معین وعلی بن المدینی ومسلم بن الحجاج والمعروف عن المغیرة
حدیث المسح علی الخفین ویروی عن جماعة من الصحابة انهم فعلوه انتهی

حدیث مرفوع، فعل صحابہ اور قیاس۔ حدیث مرفوع تو وہ ہے جس کو ترمذی نے مغیرہ بن شعبہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور جراب اور جوتے پر مسح کیا۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔ اس پر اعتراض یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ عبد الرحمن یہ حدیث روایت نہیں کیا کرتے تھے کیونکہ مغیرہ سے مشہور روایت موزے پر مسح کرنے کی ہے۔ ابو موسیٰ اشعری نے بھی جراب پر مسح کرنے کی روایت نقل کی ہے لیکن اس کی سند متصل نہیں۔ امام مسلم نے اس کو ضعیف کہا ہے مغیرہ بن شعبہ سے جتنے لوگوں نے اس حدیث کو روایت کیا ہے انہوں نے موزے پر مسح بیان کیا ہے صرف ابو قیس اودی اور ہذیل بن شرحبیل نے جراب کا لفظ بیان کیا ہے لیکن یہ دوسرے راویوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ عبد الرحمن بن مہدی نے سفیان ثوری سے کہا اگر آپ مجھے ابو قیس عن ہذیل کی حدیث سنائیں تو میں اس کو آپ سے قبول نہیں کرونگا۔ سفیان نے کہا وہ حدیث واقعی ضعیف ہے علی بن مدینی نے کہا مغیرہ کی حدیث کو مدینہ، کوفہ، بصرہ والوں نے روایت کیا ہے سب موزہ کا ذکر کرتے ہیں

• وابو قیس الاودی وهذیل بن شرحبیل لا یحتملان خصوصا مع مخالفتهما الاجلة الذین رووا هذا الخبر

فإن قلت قد أجاب عن هذه الحجة الثالثة الإمام تقي الدين ابن دقيق العيد بقوله ومن يصححه يعتمد بعد تعديل أبي قيس على كونه ليس مخالفا لرواية الجمهور مخالفة معارضة بل هو أمر زائد على ما رووه ولا يعارضه ولا سيما وهو طريق مستقل برواية هزيل عن المغيرة لم يشارك المشهورات في سندها قلت قد ظهر مما تقدم أن كل من روى حديث المغيرة بن شعبة من أهل المدينة وأهل الكوفة وأهل البصرة رووا بلفظ أنه صلى الله عليه وسلم مسح على الخفين إلا هزيل بن شرحبيل فإنه روى بلفظ أنه صلى الله عليه وسلم مسح على الجوربين والنعلين فخالف هؤلاء كلهم ولا شك أن روايته هذه معارضة ومنافية لما رووه لأنه يثبت من هذه الرواية أنه صلى الله عليه وسلم مسح على الجوربين والنعلين دون الخفين ويثبت من رواية هؤلاء أنه صلى الله عليه وسلم مسح على الخفين دون الجوربين والنعلين فكيف يصح قول ابن دقيق العيد أن رواية أبي قيس مخالفة لرواية الجمهور مخالفة معارضة وأما قوله بل هو أمر زائد على ما رووه ولا يعارضه فهذا إنما يستقيم لو لم يقع في رواية هؤلاء أنه صلى الله عليه وسلم مسح على الخفين ولم يرد هزيل بن شرحبيل على هذه القصة ذكر الجوربين والنعلين حتى يقال إنه روى أمرا زائدا على ما رووه بل روى مكان الخفين الجوربين والنعلين فقط على أنه قد اتفق على تضعيف رواية هزيل بن شرحبيل من سفيان الثوري وابن مهدي وابن معين وأحمد وابن المديني ومسلم والى داود والنسائي فبعد اتفاق هؤلاء الأئمة لا يعتد بقول ابن دقيق العيد وأما تحسين الترمذي وتصحيحه فقال النووي على ما في نصب الراية كل واحد من هؤلاء الأئمة لو انفرد مقدم على الترمذي مع أن الجرح مقدم على التعديل انتهى.

ر بن ابو قیس جراب کا تذکرہ کرتے ہیں۔ بیہقی نے کہا یہ حدیث منکر ہے اسے سفیان ثوری اور عبدالرحمن بن مہدی، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن مدینی، امام مسلم نے ضعیف کہا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ابن دقیق العید نے اس کی تصحیح پر اعتماد کیا ہے اور کہا ہے کہ ابو قیس کی روایت دوسروں سے مخالف نہیں ہے۔ کیوں کہ وہ تو ایک امر زائد بیان کر رہے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس روایت کے یہ الفاظ ہوتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر اور جرابوں پر اور جوتی پر مسح کیا تو ایک امر زائد تھا لیکن اس نے تو موزے کے بجائے جراب اور جوتی کا ذکر کیا ہے تو یہ امر زائد نہیں ہے بلکہ ثقات کی مخالفت ہے۔ باقی رہا ترمذی کا اس کو حسن صحیح کہنا تو امام نووی نے کہا کہ جن لوگوں نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے ان میں سے ہر ایک امام ترمذی سے مقدم ہے اور پھر یہ اصول بھی ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔

فان قلت روایة هذیل لیست بمنافیة لروایتهم حتی تترك روایته و نوحد روایتهم فان المراد بالجورب فی روایة الخف الکبیر الذی یکون من الادیم فان لفظ الجورب یطلق علیه ایضا من به فسر العلامة الشوکانی حیث قال فی باب المسح علی الخفین الخف نعل من ادم یغطی الکعبین والجرموق اکبر یلبس فوقه والجورب اکبر من الجرموق ثم قال فی باب المسح علی الجوربین قد تقدم ان الجورب الخف الکبیر انتهی وکذلك فسره محمد بن اسماعیل الامیر فی سبل السلام وقال الطیبی الجورب لفافة الجلد وهو خف معروف من نحو الساق فلما جاء اطلاق لفظ الجورب علی الخف الکبیر ایضا تعین ان یراد هو فی روایته وروایتهم. قلت ان کان قولك هذا صحیحا فقولنا لا ذلك لانه یثبت من هذا انه صلی الله علیه وسلم لم یمسح علی الجوربین وهذا هو مقصودنا وان کان قولك هذا غیر صحیح فهو غیر صحیح. والحاصل ان الحدیث المروی فی المسح علی الجوربین لیس بصحیح فلا یصح احتجاج المجوزین به.

وههنا خدشة اخری وهی ان مطلوب المستدلین بهذا الحدیث انه یجوز الاقتصار علی مسح الجوربین وهذا الحدیث لا یدل علیه انه صلی الله علیه وسلم لم یقتصر علیهما بل ضم الیهما مسح النعلین فان النعلین هو ان یکون قد لبس النعلین فوق الجوربین وقال السندی معنی الحدیث ان یکون قد لبس النعلین فوق الجوربین کما قاله الخطابی وقال لم یقتصر علی مسحهما بل ضم الیهما مسح النعلین فعلی من یدعی جواز الاقتصار علی مسحهما الدلیل لکن ان ثبت ان النبی صلی الله علیه وسلم مسح علی الجوربین منفردین عن النعلین ومسح علی النعلین منفردین عن الجوربین یثبت جواز الاقتصار علی مسح النعلین ایضا ولا قائل بجواز الاقتصار علی مسح الجوربین لا یثبت منه جواز الاقتصار علی مسح النعلین.

اگر یہ کہا جائے کہ لفظ جراب مختلف المفہوم ہے۔ موزے کے اوپر جو خف پہنا جاتا ہے اس کو جرموق کہتے ہیں اور جرموق پر جو پہنا جاتا ہے اس کو جراب کہتے ہیں تو ممکن ہے جراب سے مراد وہ خف مراد ہے جو جرموق پر پہنا جاتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہ دلیل تو ہماری ہوگی نہ تمہاری اور پھر یہ بھی خیال کرنا چاہئے کہ جراب پر مسح کرنے والوں کا مقصد تو یہ ہے کہ صرف جراب پر مسح کرنا جائز ہے۔ حالانکہ اس حدیث میں جراب اور جوتی پر مسح کا ذکر ہے یعنی جراب کے اوپر جوتی پہنے ہوئے آپ نے مسح کیا نہ صرف جراب پر مسح نہیں کیا۔

یہاں ایک اور بھی خدشہ ہے کہ جراب سوتی بھی ہوتی ہے اور اونی بھی۔ موٹی بھی اور باریک بھی اور وہ بھی جس کے

وههنا فائدة أخرى ذكرها صاحب غاية المقصود وهي أن الجورب يتخذ من الأديم وكذا من الصوف وكذا من القطن ويقال لكل من هذا إنه جورب ومن المعلوم أن هذه الرخصة بهذا العموم التي ذهبت إليها تلك الجماعة لا تثبت إلا بعد أن يثبت أن الجوربين اللذين مسح عليهما النبي صلى الله عليه وسلم كانا من صوف أو قطن سواء كانا منعلين أو ثخينين فقط ولم يثبت هذا قط فمن أين علم جواز المسح على الجوربين غير المجلدين بل يقال إن المسح يتعين على الجوربين المجلدين لا غيرهما لأنهما بمعنى الخف والخف لا يكون إلا من الأديم نعم لو كان الحديث قوليا بأن قال النبي صلى الله عليه وسلم امسحوا على الجوربين لكان يمكن الاستدلال بعمومه على كل نوع من أنواع الجورب وإذ ليس فليس فإن قلت لما كان الجورب من الصوف أيضا احتمل أن الجوربين اللذين مسح عليهما صلى الله عليه وسلم كانا من صوف أو قطن إذ لم يبين الراوي قلت نعم الاحتمال لكن الجانب الآخر يحتمل كونهما من صوف وكذا من أديم وإذا احتمل من ذلك لكن ترجح الجانب الآخر وهو كونهما من أديم لأنه يكون حينئذ في معنى الخف ويجوز المسح عليه قطعا وأما المسح على غير الأديم فثبت بالاحتمال فلا يعمل به ... الذي هو مقصود ... ولم يثبت ... عن النبي صلى الله عليه وسلم ... حديث ... أحمد وغيره۔

وأما آثار الصحابة فأخرج عبد الرزاق في مصنفه أخبرنا الثوري عن منصور عن خالد بن سعد قال كان أبو مسعود الأنصاري يمسح على جوربين له من شعر ونعليه وسنده صحيح وأخرج أيضا عن الثوري عن الزبرقان عن كعب بن عبد الله قال رأيت عليا بال ثم مسح على الجوربين والنعلين ... عن إبراهيم أن ابن مسعود كان يمسح على خفيه ويمسح على جوربيه وأخرج أيضا لحديث الثوري عن الأعمش عن إسماعيل بن رجاء عن أبيه قال رأيت البراء بن عازب يمسح على جوربيه ونعليه وأخرج أيضا عن معمر عن ...

نیچے چمڑا لگا ہوا ہے ، تو جب تک کسی ذریعہ سے پتہ نہ چلے کہ وہ جراب جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کیا اونی یا سوتی تھی ، تب تک مقصود مجوزین ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ چمڑے والی جراب تو موزوں کے حکم میں ہے اگر یہ کہا جائے کہ وہ سوتی جراب بھی تو احتمال ہے تو میں کہتا ہوں کہ احتمال میں حجت نہیں ہے تو نفس مطمئن نہیں ہو سکتا اور حضور نے فرمایا ہے شک والی چیز کو ترک کر دو

باقی رہا صحابہ کا عمل تو ان سے مسح جراب ثابت ہے اور بعض صحابہ کرام سے صراحتاً معلوم ہے کہ وہ جراب پر

... مسح على جوربيه ونعليه ... [illegible] وأخرج ابن أبي شيبة ...

۱/-

قتادہ عن انس بن مالک انہ کان یمسح علی الجوربین وقال ابو داؤد فی سننہ مسح علی الجوربین علی بن ابی طالب وابن مسعود والبراء بن عازب وانس بن مالک وابو امامۃ وسہل بن سعد وعمرو بن حریث وروی ذلک عن عمر بن الخطاب وابن عباس وقال ابن القیم فی حاشیتہ علی سنن ابی داؤد وقال ابن المنذر یروی المسح علی الجوربین عن تسعۃ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی وعمار وابی مسعود الانصاری وانس وابن عمر والبراء وبلال وعبد اللہ بن ابی اوفی وسہل بن سعد وزاد ابو داؤد وابو امامۃ وعمرو بن حریث وعمر وابن عباس فہؤلاء ثلاثۃ عشر صحابیا والعمدۃ فی الجواز علی ہؤلاء رضی اللہ عنہم لا علی حدیث ابی قیس انتہی۔

واما الخدشۃ فی الاستدلال بھا فلانہا افعال الصحابۃ رضی اللہ عنہم وللاجتہاد فیہ مسرح فلا تنتہض للاحتجاج بہا وھہنا خدشات اخر تظہر لک مما سیاتی۔

واما القیاس فہو انہ لما جاز المسح علی الخفین جاز علی الجوربین ایضا قیاسا علیہما لانہ لا یظہر بین الجوربین والخفین فرق مؤثر یصح ان یحال الحکم علیہ۔

واما الخدشۃ فی الاستدلال بہ فہی ان العلۃ ھہنا لیست بمنصوصۃ فلا یعلم یقینا ان العلۃ الوحیدۃ فی جواز المسح علی الخفین ما ہی والقیاس بالعلۃ الغیر المنصوصۃ لیس الا ظنیا محضا فکیف یترک بمثل ہذا القیاس ما ثبت بالقرآن وما ثبت بالحدیث المتواتر من غسل الرجلین والمسح علی الخفین وان القول بانہ لا یظہر الفرق بین الجوربین والخفین فرق مؤثر فہو ممنوع کما لا یخفی علی المتامل۔

والحاصل انہ لم یقم علی جواز المسح علی الجوربین المسئولۃ عنہا دلیل لا من الکتاب ولا من السنۃ ولا من الاجماع ولا من القیاس الصحیح کما عرفت والثابت من الکتاب غسل الرجلین ورخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسح علی الخفین ولم یثبت منہ الرخصۃ فی المسح علی الجوربین فکیف یجوز المسح علیہما۔

مسح کیا کرتے تھے یعنی حضرت علیؓ، عمارؓ، ابومسعود انصاریؓ، انسؓ، ابن عمرؓ، براء بن عازبؓ، حضرت بلالؓ، عبداللہ بن ابی اوفیؓ، سہل بن سعدؓ، ابوامامہؓ، عمرو بن حریثؓ، عمرؓ، ابن عباسؓ اگر حدیث ابو قیس کی بجائے ان کے عمل سے استدلال کیا جائے تو یہ اس سے بہتر ہے لیکن ان کے عمل میں ایک اور شبہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ یہ فعل ایک ایسا کام ہے جس میں اجتہاد کو دخل ہے اور جس میں اجتہاد کو دخل ہو صحابی کا وہ فعل مرفوع حکمی نہیں کہلا سکتا، باقی رہا قیاس کا مسئلہ کہ جب موزہ پر مسح جائز ہے تو قیاسا

فان قال المجوزون لما ثبت ان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم مسحوا على الجوربين ثبت ان على جواز المسح عليهما دليلا فان شان الصحابة رضي الله عنهم اجمعين اعلى من ان يعملوا عملا ليس عليه دليل فبما جوز اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم المسح عليهما جوزنا نحن ايضا وان لم نعلم انه ما هو. قلت علام مسحكم لما على ما تمسكت به الصحابة او على مجرد فعلهم فان كان الاول فما هو فما لم نعلم انه ما هو كيف نترك ما عرفنا من القرآن والاحاديث الصحيحة الثابتة بما لم نعلم وان كان الثاني فقد علمت ما فيه من الخدشة ثم لا يدرى ان الصحابة على اى نوع من انواع الجورب مسحوا لان الرواة انما حكوا انهم مسحوا على الجوربين ولم يبين اكثرهم صفة الجوربين الذين مسحوا عليهما ومن المعلوم ان الفعل لا عموم له ولا يدرى ايضا ان الصحابة الماسحين على الجوربين كانوا قائلين بجواز المسح على كل نوع من انواع الجورب او على بعض دون بعض ولا يدرى ايضا انهم كانوا قائلين بجواز المسح على الجوربين مع النعلين او كانوا قائلين بجواز الاقتصار على مسح الجوربين والظاهر من فعل ابي مسعود الانصاري وعلي والبراء بن عازب رضي الله عنهم انهم كانوا يمسحون على الجوربين مع النعلين فما لم يتحقق هذه الامور ولم يتبين كيف يصح الاستدلال بافعالهم رضي الله عنهم على جواز المسح على كل نوع من انواع الجورب او على نوع معين منه. والله تعالى اعلم وعلمه اتم. كتبه عبد الرحمن المباركفوري عفا الله عنه

سید محمد نذیر حسین رحمہ اللہ (فتاوی نذیریہ ص۱۹۳ ج ۱)

جراب پر بھی جائز ہونا چاہیے کیونکہ ان دونوں میں کوئی فرق مؤثر نہیں ہے۔ اس پر شبہ یہ ہے کہ اگر مسح موزہ کی کوئی علت منصوص ہوتی تو اس علت کی بنا پر جراب کے مسح کو اس پر قیاس کر لیا جاتا۔ لیکن یہاں کوئی علت منصوص نہیں ہے ممکن ہے ہم کوئی اور علت سمجھیں اور حقیقت میں کوئی اور ہو۔ اگر سوال کیا جائے کہ صحابہ کی شان اس سے ارفع و اعلیٰ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کریں۔ تو آخر کسی دلیل کی بنا پر ہی صحابہ نے جراب پر مسح کیا ہوگا اگرچہ وہ ہم کو معلوم نہیں۔ تو ہم بھی اس وجہ سے مسح کر لیں گے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر صحابہ سے کوئی نقلی دلیل ہے تو وہ سامنے ہے کیسی ہے، جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو جائے ہم قرآن اور متواتر حدیث کے مضمون کو کیسے چھوڑ دیں اور اگر صحابہ کے عمل سے استدلال کیا جائے تو اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے کہ اس میں اجتہاد کو دخل ہے اور پھر یہ بھی تو معلوم نہیں کہ صحابہ کونسی جراب پر مسح کیا کرتے تھے جب تک ان تمام باتوں کی وضاحت نہ ہو جائے ہم کتاب اللہ کے مضمون کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ واللہ اعلم ۱۲۔

**مسئلہ** جرابوں پر مسح کرنا حدیث صحیح سے ثابت نہیں اور مغیرہ کی حدیث جو ترمذی میں ہے مسح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الجوربین والنعلین وہ حدیث ضعیف ہے نصب الرایہ میں ہے: ذکر البیہقی حدیث المغیرۃ ھذا وقال انہ حدیث منکر ضعفہ سفیان الثوری وعبد الرحمن بن مہدی واحمد بن حنبل ویحیی بن معین ومسلم بن الحجاج ... والجمہور علی تضعیفہ ولا یقبل قول الترمذی انہ حسن صحیح اور ابو موسیٰ کی حدیث جو ابو داؤد میں ہے توضأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومسح علی الجوربین والنعلین ابو داؤد آپ اس حدیث میں کہتے ہیں لیس بالمتصل ولا بالقوی بفرض صحت اس حدیث کے یہ جوراب جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کیا معلوم نہیں کہ چمڑے کی تھیں یا اون کی یا سوت کی کیونکہ لغت میں جورب کا اطلاق جیسا سوتی اونی پر ہوتا ہے اسی طرح چمڑے کے بنے ہوئے پر بھی ہوتا ہے ... الجورب عند العرب ھو خف معروف من نحو الساق وقال الشوکانی فی النیل المجعول من ادم ... یغطی الکعبین ... الجرموق اکبر منہ یلبس فوقہ والخف اکبر من الجرموق۔ اور شیخ عبد الحق دہلوی لمعات میں فرماتے ہیں الجورب خف یلبس علی الخف الی الکعب للبرد ولصیانۃ الخف الاسفل من الدرن والغسالۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ کے مسح کرنے سے جرابوں پر یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ مطلق جرابوں پر مسح جائز ہے کیوں کہ یہ معلوم نہیں کہ وہ جرابیں چمڑے کی تھیں یا اور چیز کی ہاں اگر کوئی قولی حدیث ایسی ہے جس میں حکم ہو کہ امسحوا علی الجوربین پھر تو مطلق جرابوں پر مسح اس سے ثابت ہو جاوے گا واذ لیس فلیس ہاں اگر جرابیں اون اور سوت کی ایسی سخت ہوں کہ سختی میں چمڑے کی برابری کریں پس وہ چمڑے کے حکم میں ہیں اور ان پر مسح جائز ہے واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ عبد الجبار الغزنوی عفی عنہ

مجموعہ فتاویٰ مولوی عبد الجبار ...

---

بیہقی نے ذکر کیا اس حدیث کو بیان کرکے کہا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے سفیان ثوری اور عبد الرحمن بن مہدی اور احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے ضعیف کہا ہے ... امام ترمذی ... بڑھ کر ہے باوجود ان کے کہ جرح مقدم ہے ... جمہور حفاظ حدیث نے اس حدیث کے ضعیف کرنے پر اتفاق کیا ہے اور امام ترمذی کا قول کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے مقبول نہیں ہے ... ۱۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور جرابوں پر جوتیوں سمیت مسح کیا ۱۲ یعنی یہ حدیث نہ متصل ہے اور نہ ... قوی ۱۲ ... جورب چمڑے کا ... ہے ... جو پنڈلی تک ہوتا ہے ... نے نیل الاوطار میں کہا ہے کہ موزہ چمڑے کا ہوتا ہے صرف ٹخنوں تک اور جرموق اس سے بڑا ہوتا ہے جو موزہ پر پہنا جاتا ہے اور جورب جرموق سے بھی بڑا ... جو پہننے کے ... اور ... کی نچلی ... وغیرہ کی حفاظت کے لئے پہنا جاتا ہے۔ ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جرابوں پر جوتیوں سمیت مسح کیا۔ ۱۲

## مولانا ابوسعید شرف الدین غیر مقلد کا فتویٰ

مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد سے کسی نے درج ذیل سوال کیا:

**سوال**: "اگر کسی شخص نے پاتابوں کے پہننے کے آگے وضو کر لیا اور بعد وضو پاتابہ پہنا اس کے بعد اس کو پھر وضو کی ضرورت ہو تو کیا پاتابوں پر وضو کر لینا ضروری ہے؟ اگر پاتابوں پر سوراخ ہوں تو ایسے پاتابوں پر مسح کافی ہو گا؟

**جواب**: "پاتابہ (جراب) پر مسح کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔" (ترمذی) شیخ ابن تیمیہؒ نے فتاویٰ میں مفصل لکھا ہے۔ ۲۴ر اکتوبر ۱۹۳۰ء

(مولانا ثناء اللہ امرتسری کے اس فتویٰ پر مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی کا اعتراض۔ اور انھوں نے اسے غلط قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:)

## مولانا ثناء اللہ امرتسری کے فتویٰ پر مولانا ابوسعید شرف الدین کی گرفت

جرابوں پر مسح کرنے کا مسئلہ معرکۃ الآراء ہے۔ مولانا نے جو لکھا ہے یہ بعض ائمہ امام شافعیؒ وغیرہ کا مسلک ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا بھی یہی مسلک ہے مگر یہ مسلک صحیح نہیں۔ اس لیے کہ دلیل صحیح نہیں ہے۔ استدلال حدیث جامع الترمذی سے کیا جاتا ہے جو یہ ہے:

عن المغیرۃ بن شعبۃ قال توضأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومسح علی الجوربین والنعلین۔ قال ابوعیسیٰ ھٰذا حدیث حسن صحیح۔ انتہیٰ۔ واخرجہ ایضاً ابوداؤد

وابن ماجة واحمد وغیرہ وابن حسن وصححہ الترمذی لکنہ ضعفہ المحدث الکبیر عبد الرحمٰن بن مہدی والبوداؤد وشیخ البخاری علی بن المدینی وغیرھم۔ وقالوا الروایۃ عن المغیرۃ المسح علی الخفین. لا الجوربین وفی الباب عن ابی موسیٰ وغیرہ ولا یثبت شئ منہا کما فی المطولات۔

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا۔ امام ترمذیؒ نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ انتہیٰ۔

یہ حدیث امام ابوداؤدؒ، ابن ماجہؒ اور احمدؒ وغیرہ نے بھی تخریج کی ہے۔ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا لیکن محدثِ کبیر عبدالرحمٰن مہدیؒ ابوداؤدؒ امام بخاری کے شیخ امام علی بن المدینی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے اور انھوں نے کہا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے موزوں پر مسح کی روایت مروی ہے، نہ کہ جرابوں پر اور اس بات پر حضرت ابوموسیٰ سے بھی روایت ہے اور اس سے کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ جیسا کہ مطولات (لمبی کتابوں) میں موجود ہے۔

نوٹ: ناظرین کی سہولت کے لیے ہم نے مولوی شرف الدین صاحب دہلوی غیر مقلد کی عربی عبارت کا ترجمہ بھی کر دیا ہے۔ آگے لکھتے ہیں:

نیز یہ کہ حدیث مذکورہ بلفظ مسح علی الجوربین والنعلین ہے اور واؤ بمعنیٰ مع ہے۔ یعنی جوربین کے ساتھ نعلین پر دونوں پر مسح کیا نہ کہ صرف جوربین پر۔ لہٰذا صرف جوربین پر مسح کا استدلال اس حدیث سے ثابت نہ ہوا اور نہ صرف نعلین پر بھی مسح کرنا لازم ہوگا۔ واللازم باطل

،،

فالملزوم مثلہ۔ (لازم باطل ہوا تو ملزوم بھی ایسے ہی ہے۔ مرتب)
نیز نیل الاوطار میں بحوالہ قاموس وغیرہ جورب کا معنیٰ خف کبیر لکھا ہے
اور خف چرمی ہوتا ہے۔ اور اگر جورب سوتی، اونی بھی تسلیم کیا جائے کہ ہوتی تھی
یا ہوتی ہے تو پھر اس چیز کا ثبوت ہونا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
جس جورب پر مسح کیا تھا وہ کس قسم کی تھی؟ ولم یثبت تعیینہ' واذا جاء
الاحتمال بطل الاستدلال۔ (ترجمہ! اور اس کی تعیین ثابت نہیں اور جب
احتمال آگیا تو استدلال باطل ہو گیا۔ مرتب) ہاں چند صحابہ رضوان اللہ علیہم سے
مسح علی الجوربین ثابت ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایسا نہیں کہ اس
میں اجتہاد کو دخل نہ ہوتا۔ حکماً حدیث مرفوع ثابت ہو۔ اس میں اجتہاد کو بھی
دخل ہے اور علت منصوصہ نہیں جس سے استدلال صحیح ثابت ہو۔ پھر
صحابہؓ سے علت بھی منقول نہیں کہ کیا ہے؟ نہ ہی روایت صاحب وحی
سے۔ نیز پھر یہ بھی ثابت نہیں کہ صحابہؓ نے صرف جوربین پر مسح کیا یا
مع النعلین پر بلکہ بعض صحابہؓ سے جوربین کے ساتھ ہی نعلین پر ثابت ہے جیسے
حضرت علیؓ اور براء بن عازبؓ اور ابو مسعود انصاریؓ کے جورب کی تعیین بھی ثابت
نہیں کہ کس قسم کی تھیں چرمی یا غیر چرمی۔ پھر یہ مسئلہ نہ قرآن سے ثابت ہوا، نہ
حدیث مرفوع صحیح سے، نہ اجماع نہ قیاس صحیح سے، نہ چند صحابہؓ کے فعل اور
اس کے دلائل سے اور غسل رجلین نص قرآنی سے ثابت ہے۔ لہٰذا خف
چرمی (جس پر مسح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے) کے سوا
جورب پر مسح ثابت نہیں ہوا۔ ہذا واللہ اعلم۔

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

ملاحظہ ہو نیل الاوطار و نصب الرایہ وغیرہ۔ فتاویٰ ثنائیہ ص ۴۴۱-۴۴۲ ج ۱

۱۰

# بیس رکعات تراویح کا ثبوت

مرتب

پیر جی سید مشتاق علی شاہ

ناشر

پیر جی کتب خانہ ۸ گوبندگڑھ کالج روڈ گوجرانوالہ

# حضور ﷺ کا عمل مبارک

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول اللّٰہ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة والوتر. (مصنف ابن ابی شیبة ج۲ ص۳۹۴، مسند عبد بن حمید، معجم بغوی، معجم کبیری، طبرانی بحواله المصابیح از امام جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ رمضان المبارک میں بیس رکعتیں (تراویح) اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

# عہدِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں نمازِ تراویح

عہدِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں لوگ نماز تراویح ضرور پڑھتے تھے، مگر الگ الگ مثلاً چار پانچ آدمی ایک امام کے ساتھ اور چار پانچ دوسرے کے ساتھ اور بعض لوگ انفرادی طور پر اپنی اپنی نماز پڑھتے تھے۔ مستقل طور پر کسی ایک امام کے ساتھ نہیں پڑھتے تھے جیسا کہ آج کل رواج ہے، یہ کہنا کہ عہدِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں تراویح سرے سے نہیں پڑھی جاتی تھیں بالکل غلط ہے، جب حضور ﷺ سے پڑھنا ثابت ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیسے چھوڑ سکتے تھے۔ اور رسول اکرم ﷺ نے قیام رمضان کو (حدیث سنت لکم قیامہ نسائی) سنت فرمایا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سنت کو کیسے ترک کر سکتے تھے، آنحضرت ﷺ نے صرف تین رات پڑھنے کے بعد اس لیے نہیں پڑھائیں تاکہ امت پر فرض نہ ہو جائیں مگر تراویح پڑھنے سے منع نہیں کیا۔

# عہد فاروقی رضی اللہ عنہ اور عثمانی رضی اللہ عنہ میں نمازِ تراویح

(۱) عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطاب امر رجلا یصلی بهم عشرین رکعة. (مصنف ابن ابی شیبة ج۲ ص۳۹۳)

حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے۔

اس حدیث میں صاف اور واضح طور پر حکم موجود ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو بیس رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ آدمی کون ہے۔ اس سلسلہ میں جب احادیث کی طرف دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کاتب وحی مشہور صحابی تھے۔

**(۲)عن عبدالرحمٰن بن عبدالقاری انه قال خرجت مع عمر بن الخطاب لیلة فی رمضان الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسه و یصلی الرجل فیصلی بصلاته الرهط فقال عمر انی اری لو جمعت هؤلاء علی قارئ واحدٍ لکان امثل ثم عزمهم فجمعهم علی ابی بن کعب.**

**(بخاری ص۱ ص۳۶۹. و مسلم ج۱ ص۲۵۹)**

حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رمضان شریف کی ایک رات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی طرف نکلے تو دیکھا کہ لوگ مختلف گروہوں میں بکھرے ہوئے ہیں کوئی اکیلا اپنی نماز پڑھ رہا ہے اور کوئی ایسا تھا کہ ایک گروہ اس کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا خیال ہے، اگر میں ان ایک قاری کے پیچھے اکٹھا کر دوں تو زیادہ بہتر ہوگا، پھر آپ نے ان کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت پر اکٹھا کر دیا۔

**(۳)عن الحسن ان عمر بن الخطاب جمع الناس علی ابن کعب فکان یصلی لهم عشرین رکعة. (سنن ابوداؤد ج۱ ص۲۰۲)**

حضرت حسن سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع کیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھائیں۔

**(۴)عن ابی بن کعب ان عمر بن الخطاب امره ان یصلی باللیل فی رمضان فصلی بهم عشرین رکعة.**

**(کنز العمال ج۸ ص۲٦٤ بحواله مسند ابن منیع)**

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ میں رمضان میں لوگوں کو نماز تراویح بیس رکعت پڑھاؤں۔

(۵) عن حسن عبدالعزیز بن رفیع قال کان ابی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدینة عشرین رکعة ویوتر بثلاث.

(مصنف ابن ابی شیبة ج۲ ص۳۹۳)

حسن بن عبدالعزیز بن رفیع کہتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں لوگوں کو رمضان شریف میں بیس رکعات (تراویح) پڑھاتے تھے اور تین وتر بھی۔

(۶) شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

فلما جمعهم عمر رضی اللہ عنہ علیٰ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کان یصلی بهم عشرین رکعة. (فتاویٰ ابن تیمیه ج۲۲ ص۲۷۲)

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع کیا تو وہ لوگوں کو بیس رکعات (تراویح) پڑھاتے تھے۔

(۷) عن یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علیٰ عهد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی شهر رمضان بعشرین رکعة قال وکانوا یقرؤون باطئین وکانوا یتوکؤن علیٰ عصیهم فی عهد عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ من شدة القیام. (سنن الکبریٰ للبیهقی ج۲ ص۴۹۶)

حضرت یزید بن خصیفہ حضرت سائب بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں رمضان شریف کے مہینے میں بیس رکعت (تراویح) کے لیے کھڑے ہوتے تھے اور وہ سوسو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور لاٹھیوں کے سہارا لیتے تھے۔ بہت زیادہ قیام کرنے کی وجہ سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں۔

(۸) عن یزید بن رومان انه قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن

الخطاب رضی اللہ عنہ فی رمضان بثلاث عشرین رکعة.

(سنن الکبریٰ بیهقی ج۲ ص۴۹۶، وموطا امام مالك ص۹۸)

یزید بن رومان سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں رمضان شریف میں تیئس رکعات پڑھتے تھے (بیس تراویح اور تین وتر)

(۹) عن محمد بن کعب القرظی کان الناس یصلون فی زمن عمر ابن الخطاب فی رمضان عشرین رکعة ویوترون بثلاثٍ

(قیام اللیل. مروزی ص۹۱)

لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں رمضان المبارک میں بیس رکعت (تراویح) اور تین وتر پڑھتے تھے۔

## عہد مرتضوی رضی اللہ عنہ میں

(۱) عن عبد الرحمٰن السلمی رضی اللہ عنہ عن علی رضی اللہ عنہ قال دعا القرّاء فی رمضان فامر منهم رجلا یصلی بالناس عشرین رکعة قال وکان علیٌ یوتر بهم. (السنن الکبریٰ للبیهقی ج۲ ص۴۹۶)

عبدالرحمٰن سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان میں قاریوں کو بلایا پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات (تراویح) پڑھایا کرے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خود ان کو وتر پڑھاتے تھے۔

(۲) عن ابی الحسناء ان علیًا امر رجلا یصلی بهم فی رمضان عشرین رکعة. (مصنف ابن ابی شیبة ج۲ ص۳۹۳)

ابوالحسناء سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان شریف میں بیس رکعات (تراویح) پڑھائے۔

## حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل

مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔

**(۱)عن زيد بن وهب قال كان عبدالله بن مسعود رضی اللہ عنہ يصلي لنا في شهر رمضان فينصرف وعليه ليلٌ قال الاعمش كان يصلي عشرين ركعة. (قيام الليل مروزی ص۹۱)**

زید بن وہب سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں رمضان شریف میں تراویح پڑھاتے تھے۔ امام اعمش فرماتے ہیں کہ بیس رکعتیں پڑھاتے تھے۔

## تابعین و تبع تابعین اور دیگر اسلاف کا عمل

**(۱)عن شتير بن شكل وكان من اصحاب علي انه كان يؤمهم في شهر رمضان بعشرين ركعة ويوتر بثلاث وفي ذٰلك قوة.**

(السنن الكبرىٰ للبيهقي ج۲ ص٤۹٦، و مصنف ابن ابی شيبة ج۲ ص۳۹۳)

شتیر بن شکل رحمۃ اللہ علیہ تابعی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے۔ وہ لوگوں کو رمضان شریف میں بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے اور تین وتر، امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث قوی ہے۔

(۲) مشہور تابعی حضرت عطاء بن ابی رباح جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استادِ حدیث تھے اور مکہ مکرمہ میں رہتے تھے۔ وہ بھی بیس رکعت ہی بیان کرتے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ کریں:

**عن عطاء قال ادركت الناس وهم يصلون ثلاثة وعشرين ركعة بالوتر. (مصنف ابن ابی شيبة ج۲ ص۳۹۳)**

حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں (صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ) کو بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھتے ہی دیکھا ہے۔

**(۳)عن نافع بن عمر قال كان ابن ابي مليكة يصلي بنا في رمضان عشرين ركعة. (مصنف ابن ابی شية ج۲ ص۳۹۳)**

حضرت نافع بن عمر (تابعی) سے روایت ہے کہ حضرت ابن ابی ملیکہ ہمیں رمضان میں بیس رکعات (تراویح) پڑھاتے تھے۔

**(۴)عن سعید بن عبید ان علی بن ربیعة کان یصلی بهم فی رمضان خمس ترویحات والوتر بثلاث. (مصنف ابن ابی شیبة ج۲ ص۳۹۳)**

سعید بن عبید روایت کرتے ہیں کہ علی بن ربیعہ لوگوں کو رمضان شریف میں پانچ ترویحات پڑھاتے تھے اور تین رکعت وتر ادا کرتے تھے۔

**(۵)عن ابی الخصیب قال کان یؤمنا سوید بن غفلة فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعة.**

**(السنن الکبریٰ للبیهقی ج۲ ص۴۹۶)**

ابوالخصیب کہتے ہیں کہ سوید بن غفلہ ہمیں رمضان شریف میں امامت کرواتے تھے پس وہ پانچ ترویحات پڑھاتے تھے بیس رکعت۔

(۶)امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۰۴ھ فرماتے ہیں:

کہ میں نے مکہ میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھتے ہوئے پایا۔

(ترمذی مترجم ج۱ ص۳۹۸ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

(۷)امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اہل علم کی اکثریت بیس تراویح کے قائل ہے جو حضرت علی، حضرت عمر اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے (یعنی بیس رکعت)

(ترمذی مترجم ج۱ ص۳۹۸ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

(۸)امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ شافعی المتوفی ۵۰۵ھ:

اپنی مایہ ناز اور مشہور کتاب احیاء العلوم میں لکھتے ہیں تراویح وہ بیس رکعتیں ہیں ان

کی کیفیت مشہور ہے اور وہ بھی سنت مؤکدہ میں۔

(احیاء العلوم مترجم ج ۱ ص ۳۱۸ ساتویں فصل نماز روزہ کا بیان)

(۹) محبوب سبحانی قطب ربانی، پیران پیر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ حنبلی المتوفی ۵۶۱ھ غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں:

کہ تراویح بیس رکعتیں ہیں۔

(غنیۃ الطالبین مترجم ص ۳۰۴، مطبوعہ المکتبۃ الاشرفیہ لاہور)

(۱۰) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شارح مسلم المتوفی ۶۷۶ھ اپنی کتاب الاذکار میں لکھتے ہیں:

اعلم ان الصلوٰة التراويح سنة باتفاق العلماء وهى عشرون ركعة من كل ركعتين. (الاذكار المنتخه من كلام سيد الابرار ص ۱۶۶)

جان لو! بے شک نمازِ تراویح باتفاق علماء سنت ہے اور بیس رکعت ہے دو دو رکعت کے ساتھ۔

(۱۱) شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی المتوفی ۱۱۷۶ھ:

اپنی کتاب حجۃ البالغہ میں لکھتے ہیں کہ "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیس رکعات تراویح پر اتفاق کیا ہے۔" (حجۃ البالغہ مترجم ج ۲ ص ۱۸)

(۱۲) شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۶۸ھ:

اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ "بیس رکعتوں کا قیام ہی افضل ہے اور یہ وہ عمل ہے جس پر اکثر اہل اسلام عمل پیرا ہیں۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۲ ص ۲۷۲)

(۱۳) علامہ ابن جوزی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۵۹۷ھ:

اپنی کتاب الوفانی احوال المصطفیٰ میں لکھتے ہیں "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں بیس رکعت علاوہ وتر کے ادا فرمائیں۔ (الوفانی احوال المصطفیٰ مترجم باب نماز تراویح کا بیان ص ۸۶)

(۱۴) شیخ عبدالحق محدث دہلوی المتوفی ۹۹۹ھ:

اپنی کتاب ما ثبت بالسنہ میں لکھتے ہیں کہ ہماری شریعت اسلامیہ میں بیس رکعات تراویح پڑھنا ہی سنت ہے۔(ما ثبت بالسنہ مترجم ص ۲۰۹ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

(۱۵) سلطان الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی:

اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ ”تراویح کی بیس رکعت ہونے پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ثابت ہے۔“ (فتاویٰ عزیزیہ مترجم ۴۵۲ھ، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

(۱۶) علامہ عبدالرحمٰن الجزیری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز کتاب ”کتاب الفقہ علی مذاہب اربعہ“ میں لکھتے ہیں:

”اور اس کی تعداد کا بیس حضرت رکعت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل سے واضح ہوتا ہے۔ چنانچہ بالآخر لوگوں کا اجماع اس تعداد پر ہو گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کی موافقت کی“

نیز لکھتے ہیں: ”اور یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ وتر کے علاوہ تراویح کی بیس رکعتیں ہیں۔

(کتاب الفقہ علی مذاہب اربعہ مترجم ج ۱ ص ۵۴۲، ۵۴۳ مطبوعہ: محکمہ اوقاف پنجاب، پاکستان)

## حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک سے تقریباً تیرہ صدی تک تمام امت کا عمل بیس رکعت تراویح پر رہا ہے مختصر سا نقشہ پیش خدمت ہے

| نام | سن وفات | حوالہ کتب | حوالہ روایت |
|---|---|---|---|
| سوید بن غفلہ شاگرد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ | ۸۰ھ | تقریب ص ۱۰۵ | سنن کبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶ |
| زید بن وہب رضی اللہ عنہ | ۹۶ھ | تقریب ص ۸۶ | مختصر قیام اللیل ص ۱۵۷ |
| عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ | ۱۰۱ھ | اکمال ص ۲۶ | // // // |
| ابان بن عثمان | ۱۰۵ھ | تقریب ص ۱۱۱ | // // // |
| امام التفسیر عطاء بن ابی رباح تلمیذ ابن عباس رضی اللہ عنہما | ۱۱۵ھ | اکمال ص ۲۷ | // // // |
| نافع مولیٰ ابن عمر شاگرد ابو رافع، حضرت عائشہ، حضرت ابوہریرہ | ۱۱۷ھ | تقریب | // // ص ۱۵۸ |
| امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ | ۱۵۰ھ | ص ۲۰۶۰ | ترمذی ص ۹۹ |
| امام مالک رحمۃ اللہ علیہ | ۱۷۹ھ | | ہدایۃ المجتہد ص ۲۱۰ |
| عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ | ۱۸۱ھ | اکمال ص ۲۴ | ترمذی ص ۹۹ |
| امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ | ۲۰۴ھ | | // // // |
| امام احمد رحمۃ اللہ علیہ | ۲۴۱ھ | | ہدایۃ المجتہد ص ۲۱۰ |
| امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ | ۴۵۸ھ | سنن الکبریٰ ترجمۃ المؤلف | فتح الملہم ج ۲ ص ۳۲۰ |
| | ۴۶۳ھ | ج ۱ ص ۴۶۹ | |
| ابو عمر یوسف بن عبداللہ | ۹۵۰ھ | | عمدۃ القاری ص ۱۲۷ |
| امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ | ۱۰۱۴ھ | | کشف الغمہ ج ۱ ص ۱۲۲ |
| ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ | | | مرقاۃ ج ۳ ص ۱۹۴ |

# غیر مقلدین کی سب سے وزنی دلیل اور اس کا جواب

**حدثنا محمد بن حمید الرازی ثنا یعقوب بن عبداللہ ثنا عیسیٰ بن جاریة عن جابر ﷛ قال صلی بنا رسول اللہ ﷺ فی شھر رمضان ثمان رکعات والوتر فلما کان من القابلة اجتمعنا فی المسجد ورجونا أن یخرج الینا فلم نزل فیه حتی اصبحنا قال انی کرھت او خشیت ان یکتب علیکم الوتر الخ (قیام اللیل ص ۱۵۵)**

حضرت جابر ﷛ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے رمضان کی ایک رات میں آٹھ رکعت اور وتر پڑھے۔ پس جب کہ آئندہ رات ہوئی اور ہم جمع ہوئے مسجد میں اور امید کی ہم نے کہ آپ ﷺ ہماری طرف نکلیں گے۔ پس ہم وہیں رہے یہاں تک کہ صبح کی ہم نے۔ فرمایا (رسول اللہ ﷺ نے) کہ میں نے مکروہ سمجھا اور تم پر خوف کیا کہ فرض کیا جائے تم پر وتر۔

جواب:

اس حدیث کی سند میں حضرت جابر ﷛ تک تین راوی ہیں اور ان تینوں پر محدثین نے جرح کی ہے۔

پہلا راوی محمد بن حمید الرازی ہے۔

اس کے متعلق محدثین کے اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) یعقوب بن شیبہ نے کہا کہ محمد بن حمید منکر حدیثیں بہت بیان کرنے والا ہے۔

(۲) امام بخاری نے کہا کہ اس کی حدیث میں نظر (اعتراض) ہے۔

(۳) امام نسائی نے کہا کہ یہ ثقہ نہیں۔

(۴) جوزجانی نے کہا کہ مذہب کا گندا ہے اور ثقہ نہیں۔

(۵) صالح بن محمد نے کہا کہ محمد بن حمید سے بڑھ کر کوئی شخص اللہ پر جسارت کرنے

والا میں نے نہیں دیکھا یہ تو لوگوں کی حدیثیں لے کر انہیں الٹا پلٹا دیتا تھا اور یہ بھی کہا کہ دو شخصوں سے زیادہ کسی اور کو جھوٹ میں حاذق اور ماہر نہیں دیکھا ایک سلیمان شاذ کونی دوسرا محمد بن حمید۔

رے کے مشائخ اور حافظوں میں سے ایک جماعت نے محمد بن حمید کا ذکر چھیڑ دیا تو سب نے اتفاق سے کہا کہ یہ حدیث میں بہت ہی ضعیف ہے اور ایسی بات کہہ جاتا ہے جو سنی تک بھی نہ ہو اور بصرہ و کوفہ والوں کی حدیثیں لے کر باشندگان رے سے بیان کرنے لگتا ہے میں نے ابن خراش کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہمیں ابن حمید نے حدیث بتائی اور خدا کی قسم وہ جھوٹ بولا کرتا تھا۔

(۶) امام نسائی نے کہا کہ محمد بن حمید کوئی شئی نہیں (تہذیب التہذیب ص ۱۲۷ ج ۹)

(۷) یہی محمد بن حمید وہ راوی ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق معراج روحانی کی موضوع حدیث بیان کرتا ہے۔

اس حدیث کی سند میں دوسرا راوی یعقوب بن عبداللہ قمی ہے۔ جو کہ مشہور شیعہ ہے۔

(۱) امام دارقطنی فرماتے ہیں یعقوب قمی قوی آدمی نہیں۔

(تہذیب التہذیب ص ۳۹۱ ج ۱۱، میزان الاعتدال ص ۳۲۴ ج ۳)

(۲) علامہ ابن کثیر ایک روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

**وهذا الحديث منكر جدا وفي اسناده ضعيف ويعقوب هذا هو القمي وفيه تشيع مثل هذا لا يقبل تفرده به**

**(البدايه والنهايه ص ۳۷۵ ج ۸)**

یہ حدیث سخت منکر ہے اس کی سند ضعیف اور یعقوب قمی شیعہ ہے ایسے مسائل میں اس کا تفرد مقبول نہیں۔

اس حدیث کی سند میں تیسرا راوی عیسیٰ بن جاریہ ہے جو اس حدیث کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے یہ بھی سخت قسم کا ضعیف راوی ہے۔

تہذیب التہذیب ص ۲۰۸ ج ۸، تقریب ص ۲۷۰، میزان الاعتدال ص ۳۱۱ ج ۲ میں اس پر کافی جرحیں موجود ہیں۔ کچھ یہاں پر ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: اس کے پاس منکر روایات ہوتی تھیں۔

(۲) امام نسائی اس کو منکر الحدیث اور متروک فرماتے ہیں۔

(۳) امام ابوداؤد نے اس کو منکر الحدیث کہا ہے۔

(۴) ابن عدی نے فرمایا کہ اس کی حدیثیں محفوظ نہیں ہے۔

(۵) حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے فیہ لین۔

(۶) ابن معین فرماتے ہیں کہ عیسیٰ بن جاریہ قوی نہیں ہے۔

(۷) ساجی عقیلی نے اس کو ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔

یہ چند حضرات ہیں جنہوں نے عیسیٰ بن جاریہ پر جرح کی ہے اور ان کے مقابل صرف ایک ابوزرعہ ہیں۔ جنہوں نے عیسیٰ کو لاباس کہا ہے۔ (اس میں کوئی مضائقہ نہیں) اور دوسرے ابن حبان ہیں جنہوں نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ جرح مفسر تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔ لہٰذا عیسیٰ مجروح قرار پائے گا۔ بالخصوص جب کہ عیسیٰ پر جو جرحیں کی گئی ہیں وہ سخت ہیں۔ چنانچہ امام نسائی و ابوداؤد نے اس کو منکر الحدیث لکھا ہے۔ اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری اہل حدیث نے ''ابکار المنن'' میں سخاوی کے حوالہ سے بغیر ردوکد کے یہ لکھا ہے۔

**منكر الحديث وصف في الرجل يستحق به الترك لحديثه.**

**(ابکار المنن ص ۱۹۱)**

یعنی منکر الحدیث ہونا آدمی کا ایسا وصف ہے کہ وہ اس کی وجہ سے اس بات کا مستحق ہو جاتا ہے کہ اس کی حدیث ترک کردی جائے اس سے حجت نہ پکڑی جائے اور قبول نہ کی جائے۔ اس لیے عیسیٰ کی یہ روایت قابل قبول نہیں۔ بالخصوص جب کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے میں عیسیٰ متفرد ہے۔ دوسرا کوئی اس کو مؤید و متابع موجود نہیں ہے۔ اور نہ کسی دوسرے صحابی کی حدیث اس کی شاہد ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ سے متفرد ہونے

کی یہ دلیل ہے کہ امام طبرانی نے عیسیٰ کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے

**لا یروی عن جابر بن عبداللہ الا بھذا الاسناد**

یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بجز اس سند کے کسی دوسری سند سے یہ حدیث مروی نہیں ہے۔

## ایک شبہ اور اس کا ازالہ

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ تہجد، تراویح، وتر یہ تینوں نمازیں ایک ہیں صرف نام مختلف ہیں۔ جب کہ اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ یہ تینوں نمازیں الگ الگ ہیں۔

ہم یہاں پر تہجد اور تراویح کا الگ الگ ہونا ثابت کرتے ہیں

## نماز تراویح اور نماز تہجد دو جدا جدا نمازیں ہیں

### دلیل نمبر۱:

از حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری (غیر مقلد) آپ سے سوال کیا گیا کہ ''نماز تراویح اور تہجد ایک نماز ہے یا علیحدہ علیحدہ؟'' آپ نے جواب میں فرمایا:

**الجواب:**

''نماز تہجد تو سارے سال میں ہوتی ہے اور تراویح خاص رمضان میں۔''

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۶۵۶)

### دلیل نمبر۲:

پھر سوال ہوا کہ ''جو شخص رمضان المبارک میں عشاء کے وقت نماز تراویح پڑھ لے وہ پھر آخر رات میں تہجد پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟''

**الجواب:**

پڑھ سکتا ہے تہجد کا وقت بھی صبح سے پہلے کا ہے۔ اول شب میں تہجد نہیں ہوتی۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۲۸۲)

**دلیل نمبر۳:**

پھر سوال ہوا کہ: ''رمضان المبارک میں تراویح اور تہجد دونوں ہیں یا تہجد کے بدل تراویح ہے؟''

**الجواب:**

''اگر تراویح پہلے وقت میں پڑھے تو صرف تراویح ہے۔ پچھلے پہر تو تہجد کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔'' (فتاویٰ ثنائیہ ج۱ص ۶۵۴)

**دلیل نمبر۴:**

تہجد کی مشروعیت قرآن مجید سے ہے اور تراویح کی حدیث شریف سے۔

**دلیل نمبر۵:**

تہجد پہلے فرض تھی بعد میں نفل ہوگئی اور تراویح کبھی فرض نہیں ہوئی۔

**دلیل نمبر۶:**

نمازِ تراویح کے لیے جماعت سنت ہے اور تہجد کے لیے نہیں۔

**دلیل نمبر۷:**

تراویح میں ایک دفعہ کلام پاک ختم کرنا سنت صحابہ رضی اللہ عنہم ہے اور تہجد میں قرأت قرآن کی کوئی مقدار متعین نہیں۔

**دلیل نمبر۸:**

تراویح کے بعد وتر باجماعت پڑھنے امت کا متواتر عمل ہے اور تہجد کے بعد وتر جماعت ادا کرنا معمول و مشروع نہیں۔

**دلیل نمبر۹:**

تہجد کی نماز کے دوران حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی سو جایا کرتے تھے دوبارہ جاگنے پر بقایا نمازِ تہجد ادا فرماتے تھے اور تراویح کی نماز کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سو جانا

ثابت نہیں۔

**دلیل نمبر ۱۰:**

نماز تہجد سارا سال پڑھی جاتی ہے اور نماز تراویح صرف رمضان المبارک میں۔

**فائدہ:**

جو لوگ تہجد اور تراوِیح کو ایک نماز کہتے ہیں وہ درحقیقت نماز تراویح کو نہیں مانتے اور نماز تراویح کے منکر ہیں اگر کسی صاحبِ علم میں جرأت ہے تو حضرت ﷺ کا ایک حکم دکھلائیں کہ جس میں حضرت نے فرمایا ہو کہ تراویح اور تہجد دونوں ایک نماز میں دو الگ نمازیں نہیں۔

# فرض نماز

## کے بعد دعا کا ثبوت

مرتب

پیر جی سید مشتاق علی شاہ

پیر جی کتب خانہ
محلہ گوبند گڑھ گلی نمبر 8 مکان نمبر C/36 کالج روڈ گوجرانوالہ

جملہ حقوق بحق ناشر و مرتب محفوظ ہیں


نام کتاب ______ فرض نماز کے بعد دعا کا ثبوت

مرتب ______ سید مشتاق علی شاہ

کمپوزنگ و ڈیزائننگ ______ ایمان گرافکس گوجرانوالہ

صفحات ______ 16/-

تعداد ______ 500/-

تاریخ طبع اول ______ مئی 2011ء

قیمت ______ 30/-

ملنے کے پتے

① ........ پیر جی کتب خانہ، ۸ گوبند گڑھ گوجرانوالہ

② ........ مکتبہ الفرقان، اردو بازار گوجرانوالہ

③ ........ والی کتاب گھر، اردو بازار گوجرانوالہ

④ ........ مکتبہ قاسمیہ، اردو بازار لاہور

⑤ ........ کتب خانہ مجیدیہ، ملتان

⑥ ........ مکتبہ رشیدیہ، نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی

⑦ ........ کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی

⑧ ........ مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعض لوگ نماز کے بعد دعا مانگنے کا انکار کرتے ہیں جب کہ قرآن وحدیث سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنی چاہیے دلائل ملاحظہ فرمائیں:

## نماز کے بعد دعا مانگنے کا قرآن مجید سے حکم

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے

﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ﴾ (پارہ نمبر:۳۰،سورۃ:انشراح،آیت نمبر:۷)

''توجب تم نماز سے فارغ ہوتو دعا میں محنت کر''

اس آیت کی تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے:

①...... اخرج ابن حميد وابن جرير وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردوية عن طرق ابن عباس فی قوله فاذا فرغت فانصب الآية قال اذا فرغت من الصلوٰة فانصب فی الدعاء واسال الله وارغب اليه.

(تفسیر در منثور جلد نمبر ۶ ص ۳۶۵ مطبوعہ بیروت۔ تفسیر سراج المنیر ج ۴ ص ۵۵۶۔ تفسیر ابن عباس ص ۳۹۱)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو خشوع وخضوع کے ساتھ دعا مانگو اور اللہ کریم سے سوال کرو اور اس کی طرف راغب ہو جاؤ۔''

②......ويقال اذا فرغت من الصلوٰة المكتوبة فانصب فی الدعاء.

(تفسیر ابن عباس علی ہامش در منثور جلد نمبر ۶ ص ۳۲۱)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب تم فرض نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا مانگنے میں مشقت کرو۔ (یعنی خشوع وخضوع کے ساتھ دعا مانگو)''

## اس آیت کی تفسیر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے:

**واخرج ابن ابی الدنیا فی الذکر عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنه فاذا فرغت من الصلوٰۃ فانصب الی الدعاء والی ربك فارغب فی المسئلة.**

(تفسیر درمنثور ج ۶ ص ۳۶۵ ۔ تفسیر سراج المنیر ج ۴ ص ۵۵۶)

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو خشوع وخضوع کے ساتھ دعا مانگو اور اپنے رب کی طرف سوال کرنے کے لیے راغب ہو جاؤ۔"

## اس آیت کی تفسیر حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے:

**①...... واخرج عبدالرزاق و عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر عن قتادة فاذا فرغت فانصب قال اذا فرغت من صلوٰتك فانصب فی الدعاء.**

(درمنثور ج ۶ ص ۳۶۵، روح البیان جز ۳۰ ص ۴۶۴، خازن جلد ۴ ص ۲۹۰، تفسیر نسفی ص ۳۹۰، قیام اللیل ص ۳۰ یہ حدیث کی مشہور کتاب ہے)

"حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ جب تم اپنی نماز سے فارغ ہو جاؤ تو خشوع وخضوع کے ساتھ دعا مانگو۔"

**②...... وعن قتادة امره اذا فرغ من صلوٰته ان یبالغ فی دعائه.**

(قیام اللیل از علامہ محمد بن نصر مروزی ص ۳۰، درمنثور جلد ۶ ص ۳۶۵)

"حضرت قتادہ سے ہی روایت ہے کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو بہت زیادہ دعا مانگو"

## تفسیر جلالین و تفسیر بیضاوی کا حوالہ:

**فاذا فرغت من الصلوٰۃ فانصب. اتعبْ فی الدعاء.**

(تفسیر جلالین ص ۵۰۲ ۔ تفسیر بیضاوی ص ۸۰۳ مطبوعہ بیروت)

"اور جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا مانگنے میں کوشش کرو۔"

اس آیت کی تفسیر حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے:

واخرج عبد بن حمید وابن نعر من الضحاك فاذا فرغت قال من الصلٰوۃ المکتوبۃ والی ربك فارغب فی المسئلۃ والدعاء.

(تفسیر درمنثور جلد۶ ص۳۶۵، تفسیر روح البیان جز۳۰ ص۴۶۴۔ قیام اللیل از علامہ محمد بن نصر المروزی ص۳۰)

''حضرت ضحاک نے فرمایا کہ جب تم فرض نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا اور سوال کے لیے اپنے رب کی طرف راغب ہو جاؤ۔''

## فرض نماز کے بعد دعا مانگنے کا احادیث سے ثبوت

### پہلی حدیث:

عن ابن امامۃ باھلی رضی اللہ عنہ قال قیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الأخر ودبر الصلوات المکتوبات. (ترمذی ج۲ ص۱۸۷۔ کنز العمال فی سنن اقوال وافعال ج۲ ص۱۱۴)

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد مانگی ہوئی دعا۔

### دوسری حدیث:

عن العرباض (بن ساریہ) من صلی فریضۃ فلہ دعوۃ مستجابۃ ومن ختم القرآن فلہ دعوۃ مستجابۃ. (کنز العمال جلد۲ ص۱۰۰)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے فرض نماز پڑھی تو اس کے لیے بعد میں ایک قبول ہونے والی دعا ہے اور جس نے ختم قرآن کیا اس کے لیے بھی ایک دعا مستجاب ہے۔

تیسری حدیث:

**اذا فرغ احدکم من صلوته فلیدع.**

(کنز العمال جلد۲ ص۱۰۱ بحوالہ بیہقی بروایت حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

تم میں سے جب کوئی نماز سے فارغ ہو تو دعا مانگے۔

چوتھی حدیث:

**اذا صلیتم الصبح فافرغوا الی الدعاء. الحدیث ابن عساکر بروایت حضرت علی رضی اللہ عنہ** (کنز العمال جلد۲ ص۱۰۰)

جب تم صبح کی نماز پڑھ لو تو دعا مانگنے کی طرف کوشش کرو۔ اور حوائج کی طلب میں صبح صبح لگ جاؤ۔ اے اللہ میری امت کو صبح کے وقت میں برکت عطا فرما۔

پانچویں حدیث:

**عن معاذ بن جبل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا معاذ واللہ انی لاحبك اوصیك یا معاذ لا تدعن فی دبر کل صلٰوۃ ان تقول اللھم اعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك.**

(نسائی ج ا ص ۱۶۲، کنز العمال جلد۲ ص ۱۶۸، ابوداؤد جلد ا ص ۲۱۳۔ مستدرک امام حاکم جلد۲ ص ۲۷۳۔ مختصر فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۸۷۔ صحیح ابن خزیمہ جلد ا ص ۳۶۹۔ الادب المفرد امام بخاری ص ۱۷۸)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے معاذ خدا کی قسم میں تم سے محبت کرتا ہوں اور میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد اس دعا کو کبھی نہ چھوڑنا الخ...... الحدیث۔

چھٹی حدیث:

**من دعا بھولاء الدعوات فی دبر کل صلٰوۃ مکتوبۃ حلت لہ شفاعۃ منی یوم القیامۃ.** (طبرانی کنز العمال جلد دوم ص ۱۳۴)

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے ان دعاؤں میں سے کوئی دعا ہر نماز کے بعد مانگی اس کے لیے قیامت کے دن میری شفاعت حلال ہوگئی۔

## ساتویں حدیث:

**من کانت له الی الله حاجة فلیدع بها دبر صلوٰة المفروضة.**

(ابن عساکر عن ابی موسیٰ کنز العمال جلد دوم ص ۱۰۹)

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی حاجت ہو تو وہ دعا مانگے فرض نماز کے بعد۔

## آٹھویں حدیث:

**من توضأ فاحسن الوضوء ثم صلی رکعتین فدعا ربه کانت له دعوة مستجابة معجلة او مؤخرة.** (طبرانی۔ ابن النجار۔ کنز العمال جلد دوم ص ۱۰۹)

جس شخص نے اچھے طریقے سے وضو کیا اور بعد میں دو رکعت نماز پڑھی پس اس شخص کے لیے قبولیت والی دعا ہے جلدی قبول ہو یا دیر سے۔

## نویں حدیث:

**عن مغیرة بن شعبة ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یدعوا دبر کل صلوٰة ثلاثًا.** (تاریخ الکبیر امام بخاری ج ۳ ص ۸۰)

حضرت مغیرہ بن شعبہ نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ ہر نماز کے بعد دعا مانگا کرتے تھے۔

## دسویں حدیث:

**عن ابن عباس رضی الله عنهما ان النبی صلی الله علیه وسلم الفجر ثم اقبل علی قوم فقال اللهم بارك لنا فی مدینتنا و بارك لنا فی مدنا و صاعنا.**

(طبرانی کبیر بحوالہ معارف السنن ج ۳ ص ۱۲۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھی۔ پھر قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے اللہ ہمارے شہر میں، ہمارے مد میں، ہمارے صاع

میں (مد اور صاع ناپنے اور تولنے کے پیمانے ہیں) برکت فرما۔

## دعا میں ہاتھ اٹھانا

### پہلی حدیث:

**عن السائب بن یزید عن ابیه قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا دعا رفع یدیه.** (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۹)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی دعا مانگتے تو ہاتھ اٹھاتے تھے۔

### دوسری حدیث:

**عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا سألتم اللہ فی سئلوه ببطون اکفکم ولا تسئلوه بظهورها وامسحوا بها وجوهکم.**

(ابن ماجہ ص ۲۸۴۔ طبرانی۔ کنز العمال ج ۲ ص ۸۵۔ سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۲۱۲۔ ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۹۔ مستدرک حاکم ج ۱ ص ۵۳۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بھی تم اللہ سے سوال کرو تو ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے کرو الٹے ہاتھوں سے نہ کرو اور بعد میں ان کو منہ پر پھیر لو۔

### تیسری حدیث:

**عن ولید بن عبداللہ بن ابی مغیث قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فاسئلوه ببطون اکفکم ثم لا تردوها حتی تمسحوا بها وجوهکم فان اللہ جاعل فیها برکة.** (کنز العمال ج ۲ ص ۸۴)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ کے حضور سوال کرو تو ہتھیلیوں کے اندر کی طرف سے کرو اور چہرے پر پھیرنے سے پہلے ان کو نہ ہٹاؤ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں برکت رکھی ہے۔

چوتھی حدیث:

**عن سلیمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما رفع قوم اکفهم الی اللہ تعالٰی یسألونہ شیئًا الا کان حقا علی اللہ ان یضع فی ایدیهم الذی سالوا.** (طبرانی کنز العمال ج۲ص۶۶۔ مجمع الزوائد ج۱ص۱۶۹)

حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی قوم اللہ تعالٰی سے کسی شے کا سوال کرنے کے لیے ہاتھ اٹھاتی ہے تو اللہ تعالٰی ضرور وہ چیز ان کے ہاتھ میں رکھ دیتا ہے جس کا وہ سوال کرتے ہیں۔

پانچویں حدیث:

**عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ربکم رحیم حی کریم یستحیی من عبدہ ان یرفع الیہ یدیہ ثم لا یضع فیها خیرا.**

(مستدرک حاکم۔ کنز العمال ج۲ص۶۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ رحیم اور حی و کریم ہے وہ حیا کرتا ہے کہ اس کا بندہ اس کے سامنے ہاتھ اٹھائے اور وہ اس کو خیر نہ عطا کرے۔

چھٹی حدیث:

**عن سلمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ حی کریم یستحیی ان یبسط العبد یدیہ الیہ فیردهما صفرا.**

(کنز العمال ج۲ص۶۴۔ ابوداؤد ج۱ص۲۰۹۔ ابن ماجہ ص۲۸۴۔ مسند امام احمد ومستدرک حاکم۔ سنن الکبرٰی ج۲ص۲۱۱۔ مشکوٰۃ ۹۵)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالٰی حی و کریم ہے حیا فرماتے ہیں اس چیز سے کہ اس کا بندہ اس کی طرف ہاتھ پھیلائے تو وہ اس کو خالی رد کردے۔

## ساتویں حدیث:

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم المسئلة ان ترفع یدیه حذو منکبیه. (کنز العمال ج ۲ ص ۸۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعا کرنا یہ ہے کہ تو اپنے ہاتھ اٹھائے کندھوں تک۔ (ابوداؤد ج ا ص ۲۰۹۔ مشکوۃ ص ۱۹۶)

## آٹھویں حدیث:

عن عمر قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا دعا رفع یدیه واذا فرغ ردهما علی وجهه. (مستدرک کنز العمال جلد ۲ ص ۶۱۵)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا فرماتے تو ہاتھ اٹھاتے اور جب دعا سے فارغ ہوتے تو اپنے چہرہ اقدس پر پھیرتے۔

(ترمذی ص ۱۷۶ ج ۲۔ مشکوۃ ص ۱۹۵)

## نویں حدیث:

عن عکرمة قال قال ابن عباس الدعا هکذا ووضع یدیه تحت لحیته

(مصنف عبدالرزاق کنز العمال جلد ۲ ص ۶۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ دعا اس طرح ہے اور اپنے ہاتھوں کو داڑھی کے نیچے تک اٹھایا۔ (مشکوۃ ص ۱۹۶)

## دسویں حدیث:

عن الزهری قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یرفع یدیه عند صدوره فی الدعاء ثم یمسح بهما وجهه.

(مصنف عبدالرزاق کنز العمال جلد ۲ ص ۶۲۲)

حضرت امام زہری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں سینہ مبارکہ تک ہاتھ اٹھاتے

تھے بعد میں چہرے پر پھیرتے تھے۔

## نماز کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانا

نماز کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانا اس پر نبی اکرم ﷺ نے خود بھی عمل کیا ہے اور اس کا حکم بھی دیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

### پہلی حدیث:

قال ابن ابی حاتم حدثنا ابو معمر المقری حدثنا عبدالوارث حدثنا علی بن زید عن سعید بن المسیب عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم رفع یدیه بعد ما سلم وهو مستقبل القبلة فقال اللهم خلص الولید بن الولید الخ

(تفسیر ابن کثیر ج۱ ص۵۴۲ تفسیر سورۃ النساء آیت نمبر ۹۸ تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی ج۱ ص۲۴۵۔ فتاویٰ نذیریہ ج ص مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی غیر مقلد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز سے سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ اٹھائے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے کہا اللہم الخ (آگے پوری دعا مذکور ہے)

### دوسری حدیث:

عن محمد بن ابی یحییٰ الاسلمی قال رایت عبدالله بن الزبیر ورای رجلا رافعًا یدیه قبل ان یفرغ من صلوٰته فلما فرغ منها قال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم لم یکن یرفع یدیه حتی یفرغ من صلوٰته قال رجاله ثقات قلت وذکره الحافظ الهیثمی فی مجمع الزوائد وقال رواة الطبرانی وترجم له فقال محمد بن یحیی الاسلمی عن عبدالله بن الزبیر ورجاله ثقات انتهٰی

(فیض الدعاء فی احادیث رفع الیدین فی الدعاء بحوالہ تحفۃ الاحوذی ج۱ ص۲۴۵ از

عبدالرحمٰن مبارک پوری غیر مقلد۔ مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۹۔ طبرانی کبیر ج ۱۳، ۱۴، ۱ ص ۹۲ حدیث نمبر ۳۲۴۔ جامع المسانید والفتن ج ۲ ص ۵۲۶)

حضرت محمد بن یحییٰ اسلمی سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا جو کہ نماز میں فارغ ہونے سے پہلے ہاتھ اٹھا کر دعا کر رہا تھا جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونے تک ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے (یعنی دعا کے لیے نماز کے بعد ہاتھ اٹھاتے تھے۔)

علامہ سیوطی ؒ نے فرمایا کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ میں (مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری) کہتا ہوں کہ اس حدیث کو حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے مجمع الزوائد میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو روایت کیا طبرانی نے اور کہا کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

## تیسری حدیث:

**عن انس بن مالك رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم انه قال ما من عبد بسط كفيه فى دبر كل صلوٰة ثم يقول اللهم الهى واله ابراهيم واسحاق ويعقوب واله جبريل وميكائيل واسرافيل عليهم السلام اسالك ان تستجيب دعوتى فانى مضطر وطرد تعصمنى فى دينى فانى مبتلى وتنالنى برحمتك فانى مذنبٌ وتنفى عنى الفقر فانى متمسكن الا كان حقا على الله عز وجل لا يرد يديه خائبتين.**

(عمل الیوم واللیلۃ ص ۴۹، ابو شیخ والدیلمی۔ ابن عساکر وابن نجار کنز العمال ج ۱ ص ۱۳۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو کہ ہر نماز کے بعد ہاتھ پھیلا کر یہ دعا مانگے۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے پر لازم کر لیتا ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی اور محروم واپس نہ لوٹائے۔

## چوتھی حدیث:

**اسود العامری عن ابیه قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الفجر فلما سلم انحرف ورفع یدیه ودعا.**

(ابن ابی شیبہ بحوالہ فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۵۶۶۔ تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۲۴۶ از مبارک پوری غیر مقلد)

حضرت اسود عامری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی۔ جب نبی اکرم ﷺ نے سلام پھیرا تو آپ پلٹے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ (البلاغ المبین ص ۲۶۰۔ صلوٰۃ الرسول ص ۲۶۷)

## پانچویں حدیث:

**عن فضل بن عباس رضی اللہ عنهما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الصلوٰة مثنٰی مثنٰی تشهد فی کل رکعتین و تخشع وتضرع تمسکن ثم تقنع یدیك یقول ترفعهما الی ربك مستبقلا ببطونها وتقول یارب یا رب ومن لم یفعل ذٰلك فهو کذا و کذا وفی روایة فهو خداج .**

(سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۸۷۔ جمع الفوائد ج ۱ ص ۱۲۹۔ ترمذی ج ۱ ص ۸۷۔ مشکوٰۃ ص ۷۷۔ قیام اللیل از مروزی ص ۸۸۔ تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۲۹۹)

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا نماز دو دو رکعت ہے ہر دو رکعت پر تشہد ہے اور خشوع وخضوع اور عاجزی ہے اور بعد (سلام کے) دونوں ہاتھ اپنے رب کی طرف اٹھا اور ہتھیلیاں چہرے کے برابر رکھ کر عرض کر اے میرے رب جو ایسا نہ کرے تو وہ نماز ایسی ہے۔ اور ایک روایت میں ملتا ہے کہ ناقص ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

**ومن لم یفعل ذلك وکسیکه نکند ایں مذکور رایا دعا را فهو کذا پس نما آں کس چنیں و چنیں است**

ترجمہ: اور جس نے نہ کیا ایسے یعنی یہ جو چیزیں مذکور ہوئیں یا جس نے بعد میں دعا نہ مانگی تو اس کی ایسی ہے یعنی نقصان والی ہے۔

## چھٹی حدیث:

**عن ابن ابی وداعة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلٰوة اللیل مثنی مثنی تشھد فی کل رکعتین تبأس وتمسکن وتقنع وتقول اللھم اغفرلی فمن لم یفعل ذالك فھی خداج.** (ابن ماجہ ج۱ص۹۵)

حضرت ابن ابی وداعہ نے فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہے اور ہر دو رکعت پر التحیات عاجزی اور تذلل ہے اور بعد میں ہاتھ ہاتھ اٹھا کر کہہ اے اللہ مجھے بخش دے اگر ایسا نہ کیا تو وہ نماز ناقص ہے۔

## ساتویں حدیث:

**عن المطلب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الصلٰوة مثنی مثنی ان تشھد فی کل رکعتین ان تباس وتمسکن وتقنع بیدیك وتقول اللھم اللھم فمن یفعل ذالك فھی خداج.**

(ابوداؤد شریف ج۱ص۱۸۳۔ قیام اللیل مروزی ص۸۷۔ جامع صغیر ج۲ص۴۷)

حضرت مطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز دو دو رکعت ہے یہ کہ ہر دو رکعت پر التحیات سے خشوع وخضوع وتذلل وزاری ہے۔ اور یہ کہ تو سلام کے بعد ہاتھ اٹھائے اور کہے اے میرے اللہ اے میرے اللہ پس جس نے ایسا نہ کیا تو وہ نماز ناقص ہے۔

## امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ:

**واما رفع الیدین فی الدعاء فقد جاء فیه احادیث کثیرة صحیحة.**

(مختصر فتاویٰ ابن تیمیہ ص۸۸)

اور دعا میں ہاتھ اٹھانا اس میں بہت سی صحیح احادیث آئی ہیں۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ:

او منه ماتوا تر معناه کاحادیث رفع اليدين فی الدعاء فقد ورد عنه صلی الله عليه وسلم ومائة حديث فيه رفع يديه فی الدعاء. (تدریب الراوی ج۲ص۱۸۰)

اورانہی متواتر احادیث میں سے وہ احادیث ہیں جو تواتر معنوی سے ثابت ہیں جیسے دعا ہاتھ اٹھانے والی احادیث پس تحقیق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سو حدیث وارد ہے جس میں یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں ہاتھ اٹھائے۔

## اجتماعی دعا مانگنا

اجتماعی طور پر دعا مانگنا اس طرح کہ ایک آدمی دعا مانگے تو دوسرے آدمی آمین کہیں یہ بھی دعا کی قبولیت کے آداب میں سے ہے اس پر قرآن وحدیث کے دلائل

قرآن حکیم میں ہے:

قَدْ اُجِيْبَت دَّعْوَتُكُمَا "تم دونوں کی دعا قبول ہوئی" (یونس:۸۹)

اس آیت میں دعا کی نسبت حضرت موسیٰ وحضرت ہارون علیہما السلام کی طرف کی گئی ہے۔ حالانکہ دعا صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مانگی تھی اور حضرت ہارون علیہ السلام نے اس دعا پر آمین کہی تھی تو خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول ہوئی۔

(تفسیر در منثور ج۳ص۳۱۴۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج۶ص۵۳۔ تفسیر بیضاوی ص۲۸۶۔ تفسیر خازن ج۶ص۲۶۹۔ تفسیر نسفی ج۶ص۳۲۹۔ تفسیر ابن کثیر ج اص۳۲۔ تفسیر روح المعانی ج۶ص۱۷۳)

تو اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایک شخص دعا مانگے اور دوسرا آمین کہے۔

## احادیث سے ثبوت

پہلی حدیث:

عن حبيب بن سلمة الفهری قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم لا

**یجتمع ملا فیدعوا بعضهم ویؤمن بعضهم الا اجابهم الله.**

(مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۴۷ حدیث نمبر ۵۴۷۸۔ طبرانی فی الکبیر ج ۴ ص ۲۱، ۲۲۔ بیہقی۔ کنز العمال ج ۲ ص ۱۰۷ تحفۃ الذاکرین ص ۴۹۔ مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۷۰)

حضرت حبیب بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (جو کہ مستجاب الدعوات تھے) کہ آپ نے کہا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی گروہ نہیں جمع ہوتا کہ ان میں سے بعض دعا کریں اور بعض آمین کہیں مگر اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول کرتا ہے۔

دوسری حدیث:

حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ نے بحرین میں مرتدین کے خلاف جہاد کیا جب وہاں پہنچے تو صبح کی نماز پڑھی اور دو زانو ہو کر تمام لوگوں نے اجتماعی دعا کی۔ ملاحظہ ہو:

**ونودی بصلوٰة الصبح حتی طلع الفجر فصلی بالناس فلما قضی الصلوٰة جثا علی رکبته وجثا الناس ونصب فی الدعاء و رفع یدیه وفعل الناس مثله حتی طلعت الشمس وجعل الناس ینظرون الی سراب الشمس یلع مرة بعد اخرٰی وهو یجتهد فی الدعاء.** (البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۳۲)

صبح کی نماز کے لیے اذان دی جب طلوع فجر ہوا۔ پھر لوگوں نے نماز پڑھی جب نماز سے فارغ ہوئے تو گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور دیگر لوگ بھی گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور دعا میں لگے اور ہاتھ اٹھائے اور اسی طرح لوگوں نے بھی (اجتماعی دعا) شروع کی۔ یہاں تک کہ سورج طلوع ہوا اور لوگ سورج کی کرنوں کے چمکنے کا انتظار کرنے لگے۔ یکے بعد دیگرے اور حضرت علاء رضی اللہ عنہ دعا میں لگے رہے۔

اس روایت سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ نماز فجر کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت علاء رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر اجتماعی دعا کی ہے۔

## اس مجموعہ میں مندرجہ ذیل 10 رسائل جمع کیے گئے ہیں

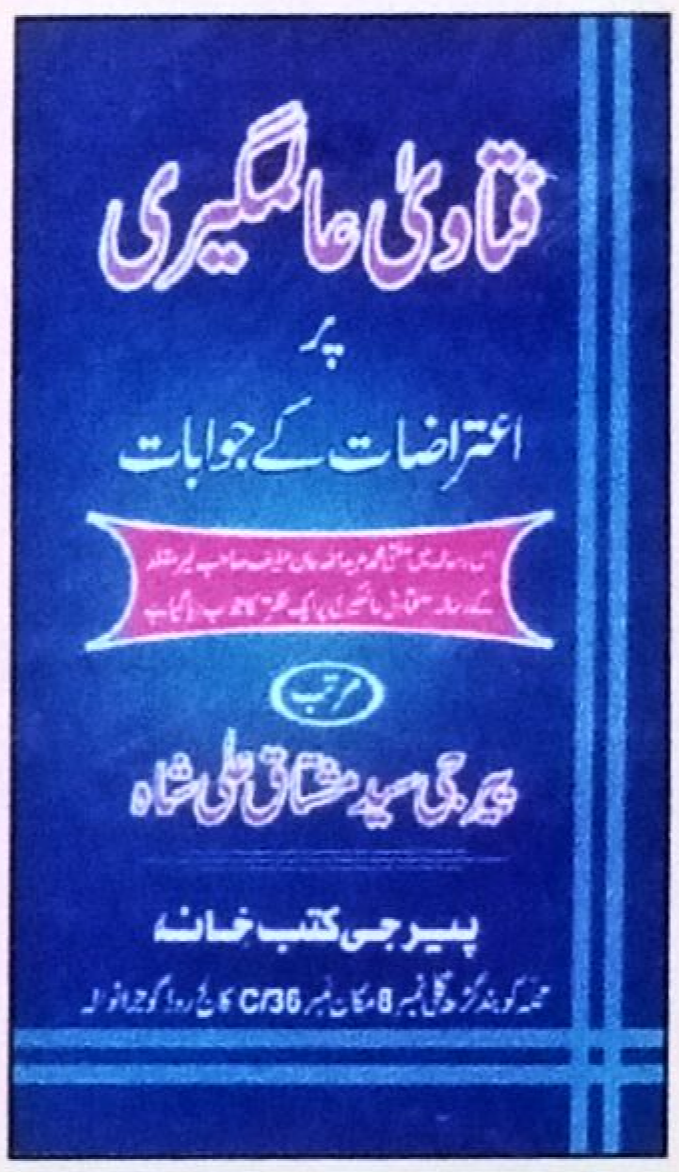


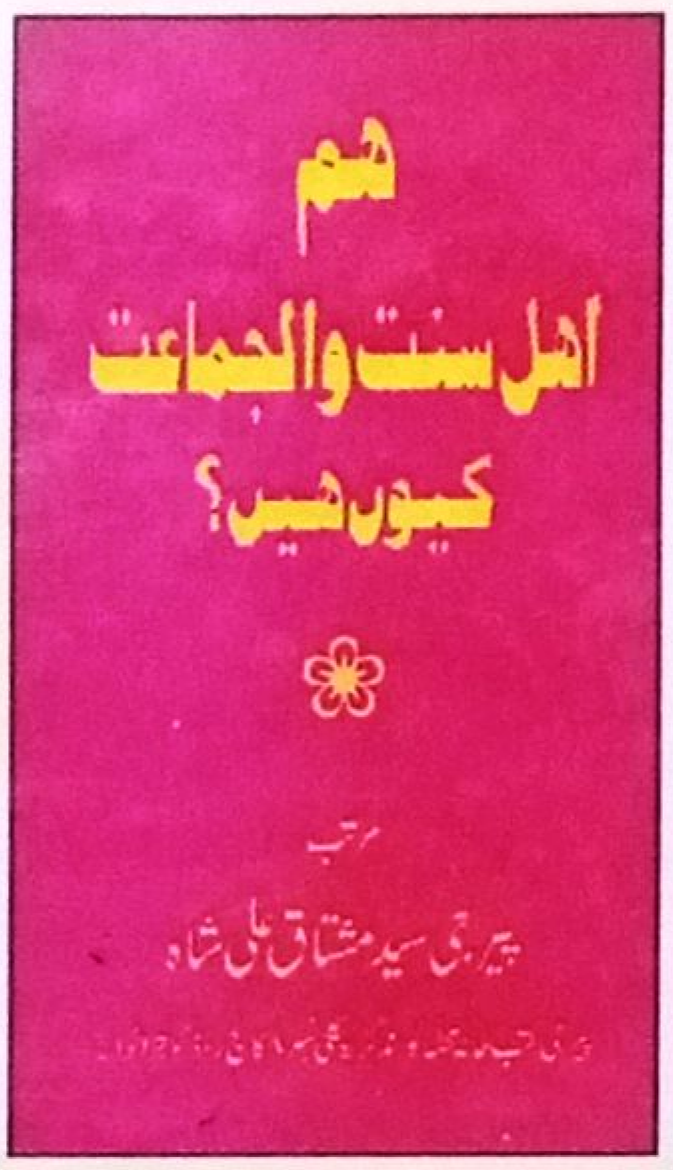


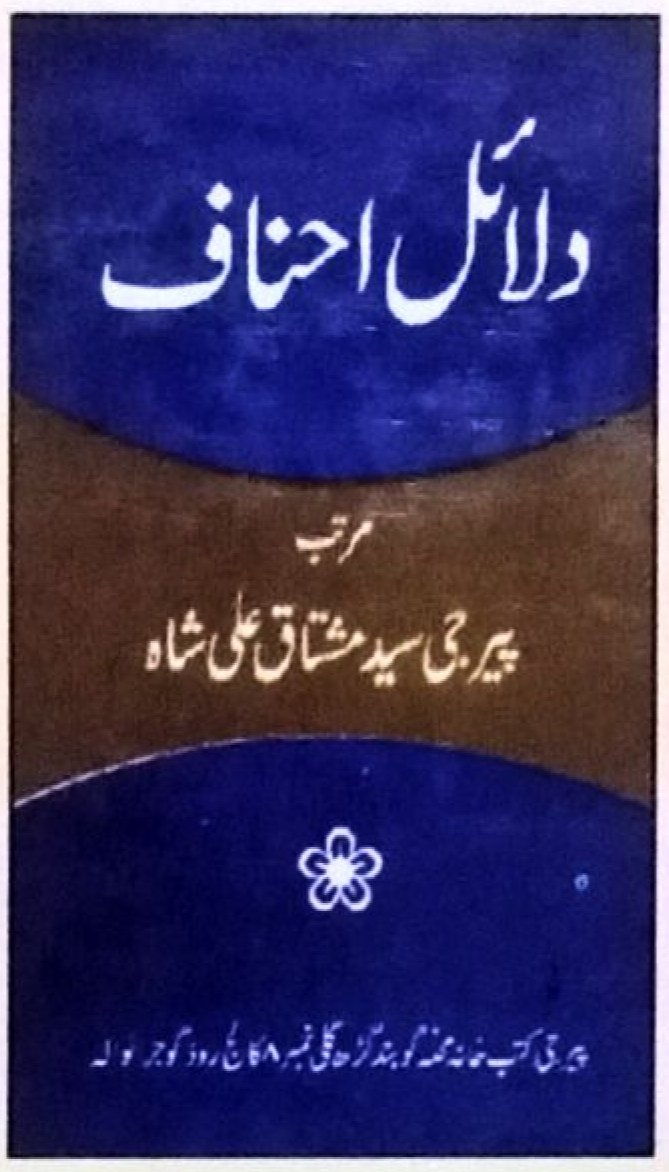


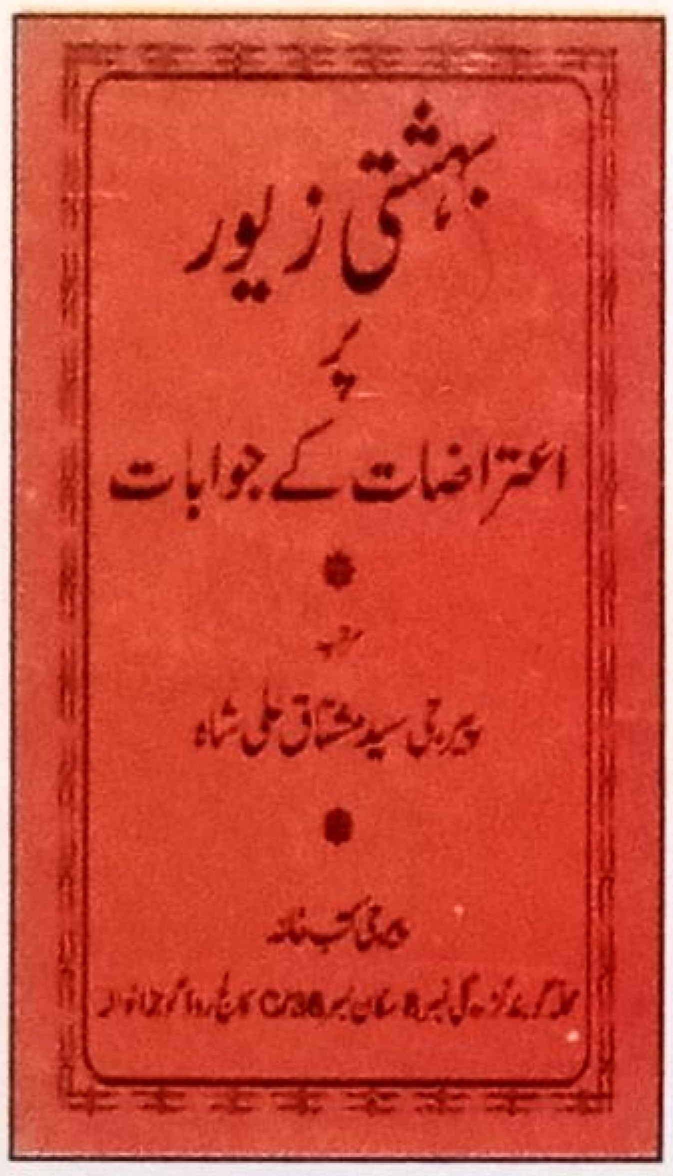


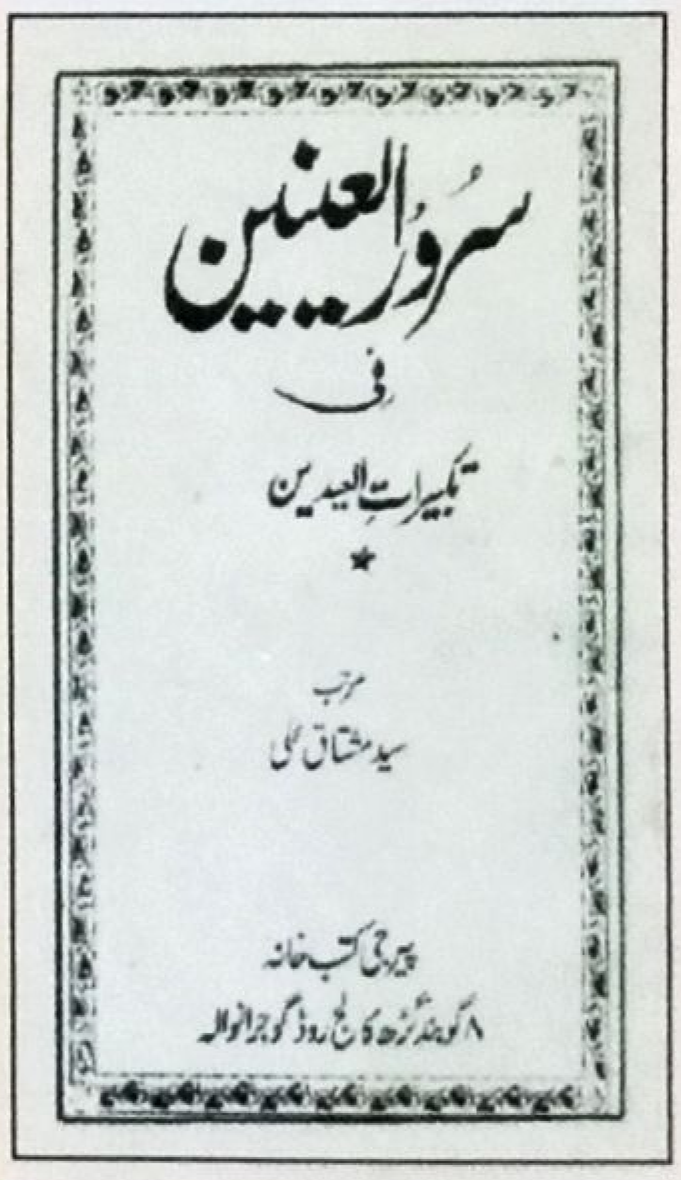


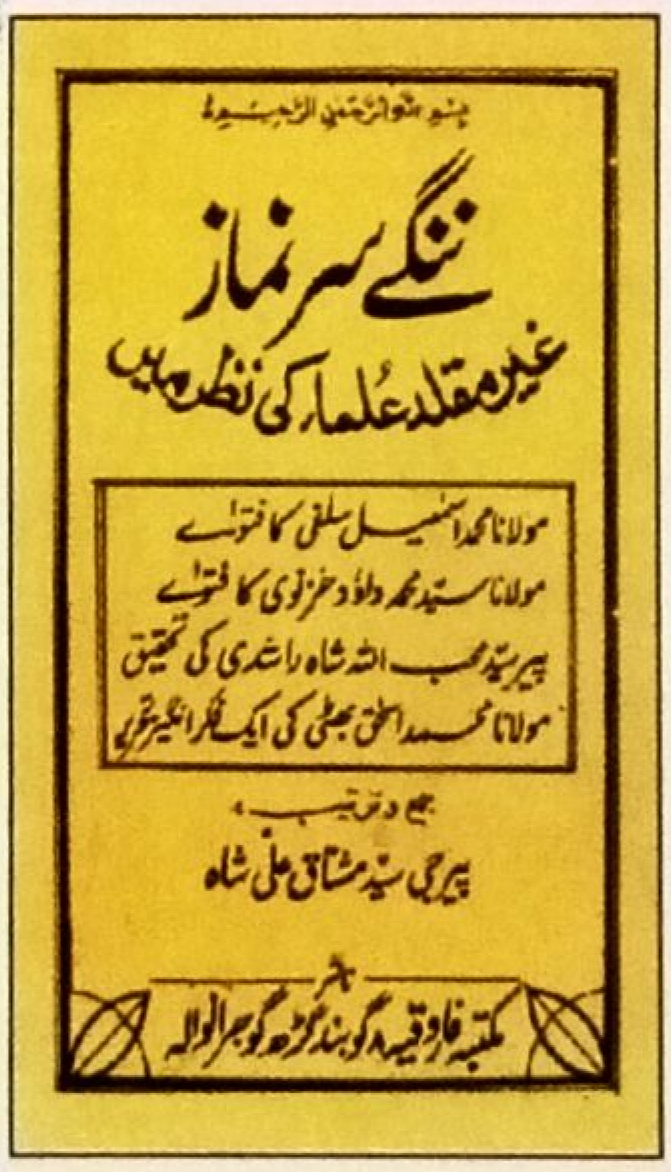


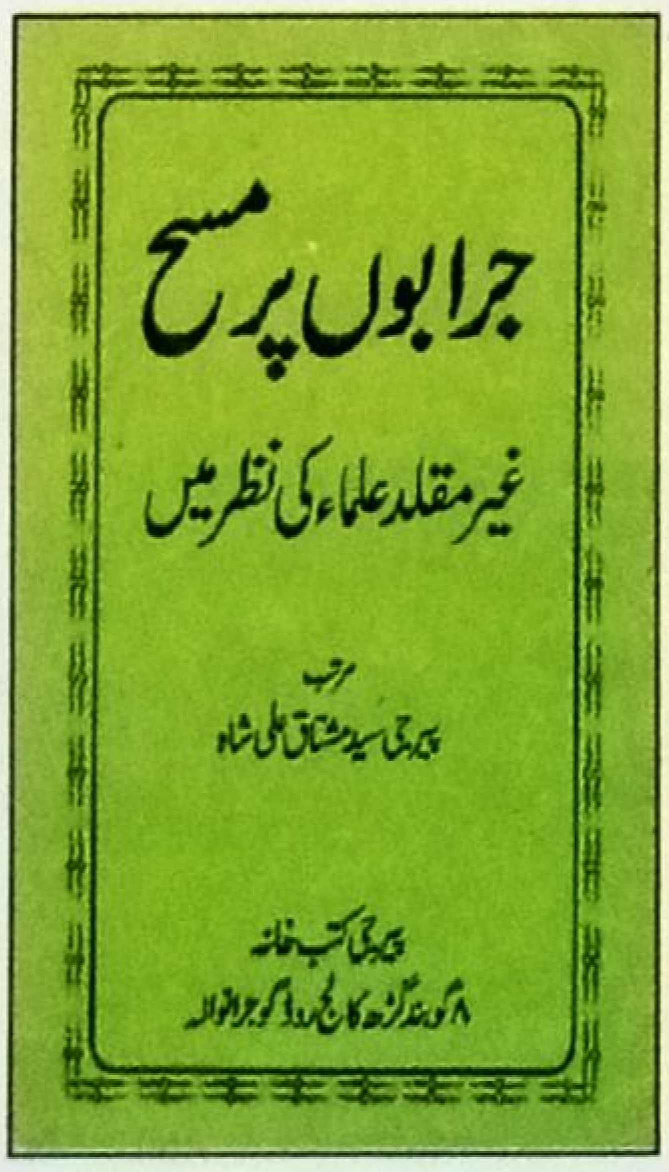


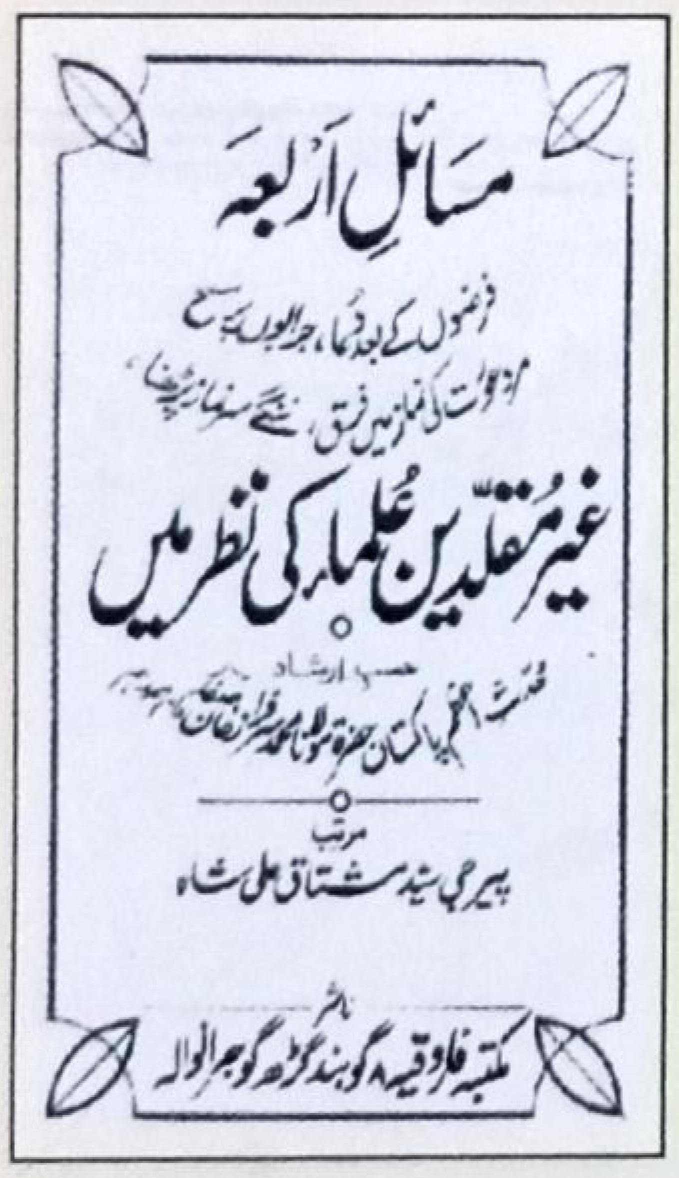


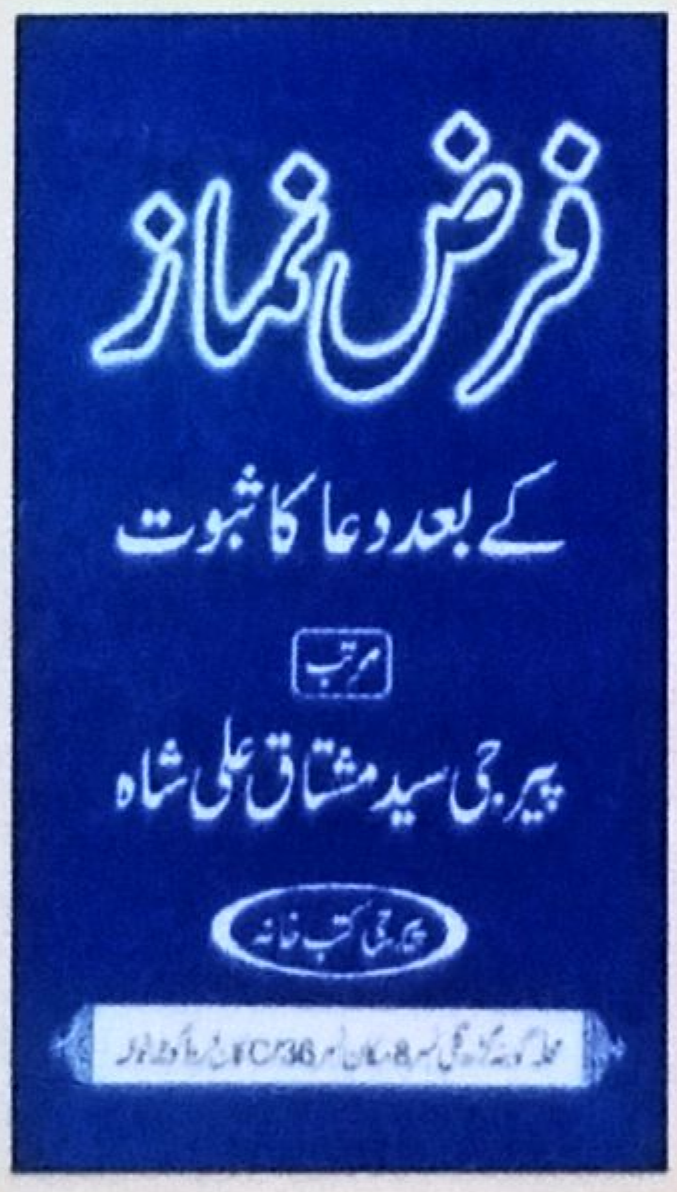


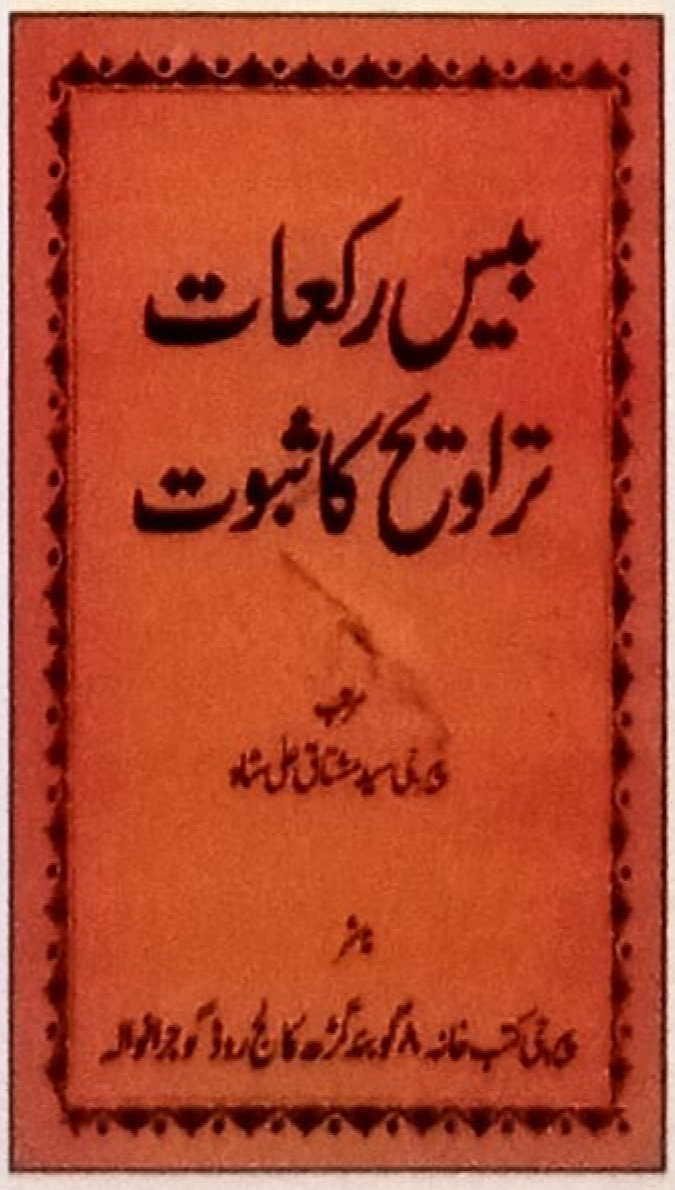



# پیر جی کُتب خانہ

محلہ گوبندھ گڑھ گلی نمبر 8 مکان نمبر C/36 کالج روڈ گوجرانوالہ 0333-8182910